یارب گُل گلزار رکھ گلستانِ فضلؒ کو
باباجی صاحبؒ کے دائمی جودو سخا کے واسطے

# گلستانِ فضلؒ



حضرت سُلطان العارفین شیخ بابا فضل الدین کلیامی رحمۃ اللہ علیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ط وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ

عَلٰى رَسُوْلِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ

يَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ط

بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ط

اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنِىْ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى ط وَاحْفَظْنِىْ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ط

میں اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اس پر بھروسہ کرتا ہوں اور گناہ سے بچنے کی طاقت اور نیک
کام کرنے کی قوّت اللہ ہی کی طرف سے ہے جو بلند شان اور بُزرگی والا ہے۔ اے اللہ
مجھے اس بات کی توفیق دے جسے تُو پسند کرتا ہے اور جس سے تُو خوش ہوتا ہے
اور مجھے راندے ہوئے شیطان سے محفوظ رکھ۔






# ایک مردِ کامل کی داستان


نام کتاب: .............................گُلستانِ فضل رحمۃ اللہ علیہ

مؤلف: .............................عابد حسین ہاشمی، کلیام سیّداں، ضلع راولپنڈی، پاکستان

بار اوّل: .............................جون ۱۹۹۵ء راولپنڈی پاکستان

بار دوم: .............................اکتوبر ۲۰۱۵ء

تعداد اشاعت: .............................۱۰۰۰

کمپوزنگ: .............................محمد ندیم، 00 92 321 527 4218

ٹائٹل: .............................احتشام حسین ہاشمی

قیمت: .............................

ناشر: شوکت حسین ہاشمی کلیام سیّداں


**دِل کعبۂ اعظم است خالی کُن اَز بُتّاں　　بیت المقدس نیست جائے بُت گراں**

دِل سب سے بڑا کعبہ ہے اِسے بتوں سے خالی کر یہ بیت المقدس ہے اسے بت گروں کا گھر نہ بنا۔

(حضرت سلطان باہو)

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ﴿۴۰﴾ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿۴۱﴾ (القرآن)

جو شخص اپنے ربّ کے سامنے قیام سے خائف ہوا اور نفس کو بُری خواہشات سے روکا تو اُس کے لیے جنّت ٹھکانہ ہے۔




حضرت سیّد پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمة الله علیه کے رفیقِ خاص شہبازِ لا مکاں فَردِّ زمّاں کُشتۂ عشقِ الٰهی حضرت سُلطان العارفین شیخ بابا فضل الدّین کلیامی رحمة الله علیه کی داستانِ عِشق

اہلِ حق اور اہلِ دل کے لیے اَنمول تحفہ

تالیف:

عابد حسین ہاشمی کلیام سیداں راولپنڈی پاکستان




## نعت بحضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

از حضرت شاہ شمس تبریز

اے دستۂ گُل مرحبا از بُوئے ریحان آمدی — جانِ عالم راتُوئی از عالم جاں آمدی
عیسیٰؑ غلامِ در گہت موسیٰؑ بصیرہ در رہت — رف رف شُدہ جولاں گہت تاتُو بمیداں آمدی
کردہٗ خلیل چاکری موسیٰؑ بجاں فرماں بری — کز عالم پیغمبری محبوبِ خوباں آمدی
دنیا تریبد جائے تُو درمسند بالائے تُو — آں عرش خاک پائے تُو گنجِ بویراں آمدی
خصم نافرمانِ تُو زد شک مددندانِ تُو — خندہ شد یک بار تُو پُر خُون دنداں آمدی

اے شمس حُسینی باصفا می گو تُو نعتِ مصطفےٰ ﷺ
زیرا کہ دربستانِ اُو تُو مُرغان خوش خواں آمدی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

هُوَ الْحَبِيْبُ الَّذِىْ تُرْجٰى شَفَاعَتُهٗ
لِكُلِّ هَوْلٍ مِّنَ الْاَهْوَالِ مُقْتَحِمِ
مَوْلَاىَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

# نعت شریف بحضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم

**تنم فرسودۂ جاں پارہ ز ہجراں یارسول اللہ ﷺ**

میرا جسم ناکارہ اور ٹکڑے ٹکڑے ہو چکا ہے آپ کی جدائی میں اے اللہ کے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

**دِلم پژ مُردۂ آوارہ زِعصّیاں یارسول اللہ ﷺ**

میرا دل بھٹک رہا ہے اور دل کا پُھول مُرجھا چُکا ہے گناہوں کے بوجھ سے اے اللہ کے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

**چُوں سُوئے مَن گُذر آری مِن مِسکین ناداری**

کبھی خواب میں ہی اپنا جلوہ دکھلاؤ اس عاجز مسکین اور نادار سائل کو

**فِدائے نقش نعلینت کُنم جاں یارسول اللہ ﷺ**

تو پھر میں آپ کے جُوتے کے نقش پا پر فِدا ہو جاؤں گا اے اللہ کے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

**ذِکردۂ خویش حیرانم سیاہ شُد روز عصّیانم**

میں نے جو کچھ کیا ہے بہت حیران ہوں روزِ حساب میرا اعمالنامہ گناہوں کہ بہتات سے سیاہ ہو گا

**پشیمانم پشیمانم پشیماں یا رسول اللہ ﷺ**

میں انتہائی پریشان اور سخت شرمندہ ہوں پریشان ہی پریشان ہوں اے اللہ کے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

**زِجامِ حُبّ تُو مستم بہ زنجیر تُو دِل بستم**

آپ کی محبّت میں مَست ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق کی زنجیر سے دل بندھا ہوا ہے

**نمی گویَم کہ مَن ہستم سخن داں یارسول اللہ ﷺ**

میں عاجز اور مسکین کوئی دعویٰ نہیں کرتا کہ میں بہت بڑا شاعر ہوں اے اللہ کے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

**چُوں بازوئے شفاعت را کُشائی بر گنہگاراں**

جب آپ روزِ قیامت اپنی شفاعت کا بازو لمبا کر کے گنہگاروں کے سَروں پر پھیلا دو گے

**مکن محروم جامیؔ را در آں یا رسول اللہ ﷺ**

اُس روز اِس عاجز جامی کو بُھول نہ جانا محروم نہ کرنا اے اللہ کے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم (آمین)

عارف جامی

## جن بلند مرتبہ اوُلیائے عُظام نے حضور باباجی صاحب کے حضور حاضری دی

یُوں تو بے شمار اولیائے عظام نے حضور باباجی صاحب کلیامی رحمۃ اللہ علیہ کے حضور حاضری دی لیکن میں اپنی معلومات کے مطابق چند بزرگانِ دین کے اسمائے گرامی نظر قارئین کرتا ہوں۔

- حضرت خواجہ سیّد پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی
- حضرت سیّد سخی معظم قلندرؒ جلہاری ضلع راولپنڈی
- حضرت خواجہ اللہ بخش صاحب تونسوی
- حضرت خواجہ شمس الدین صاحب سیالوی
- حضرت خواجہ حافظ عبدالکریم صاحبؒ عید گاہ شریف راولپنڈی
- حضرت پیر خواجہ غلام حیدر شاہ صاحبؒ جلالپور شریف
- حضرت میاں محمد بخش صاحبؒ عارف کھڑی شریف
- حضرت پیر مولنٰا عبدالحکیم صاحبؒ نوشہرہ (پوتے کاکاصاحب)
- حضرت پیر سیّد فضل الدین صاحب گولڑوی
- حضرت سیّد شرف علی شاہ صاحبؒ علی پور راولپنڈی
- حضرت خواجہ قاسم صادق صاحب موہڑویؒ

یہ قابلِ ذکر ہستیاں ہیں جنہوں نے خواجہ کلیامی کی حیاتِ بابرکات میں اُن کے حضور حاضری دی اور ہمعصر کہلوائے۔

(مؤلف)

## دعا مؤلف

اے خداوندا بذاتِ کبریا کے واسطے
رحم کر مجھ پر محمد مصطفےٰ ﷺ کے واسطے

سخت ہوا ہوں زار بند محنت میں اسیر
کھول دے مشکل علی المرتضےٰؓ کے واسطے

شیخ حافظ ذکاء الدین کا نام لاتا ہوں شفیع
حافظ شیخ فناء اللہ صاحبِ علم و حیا کے واسطے

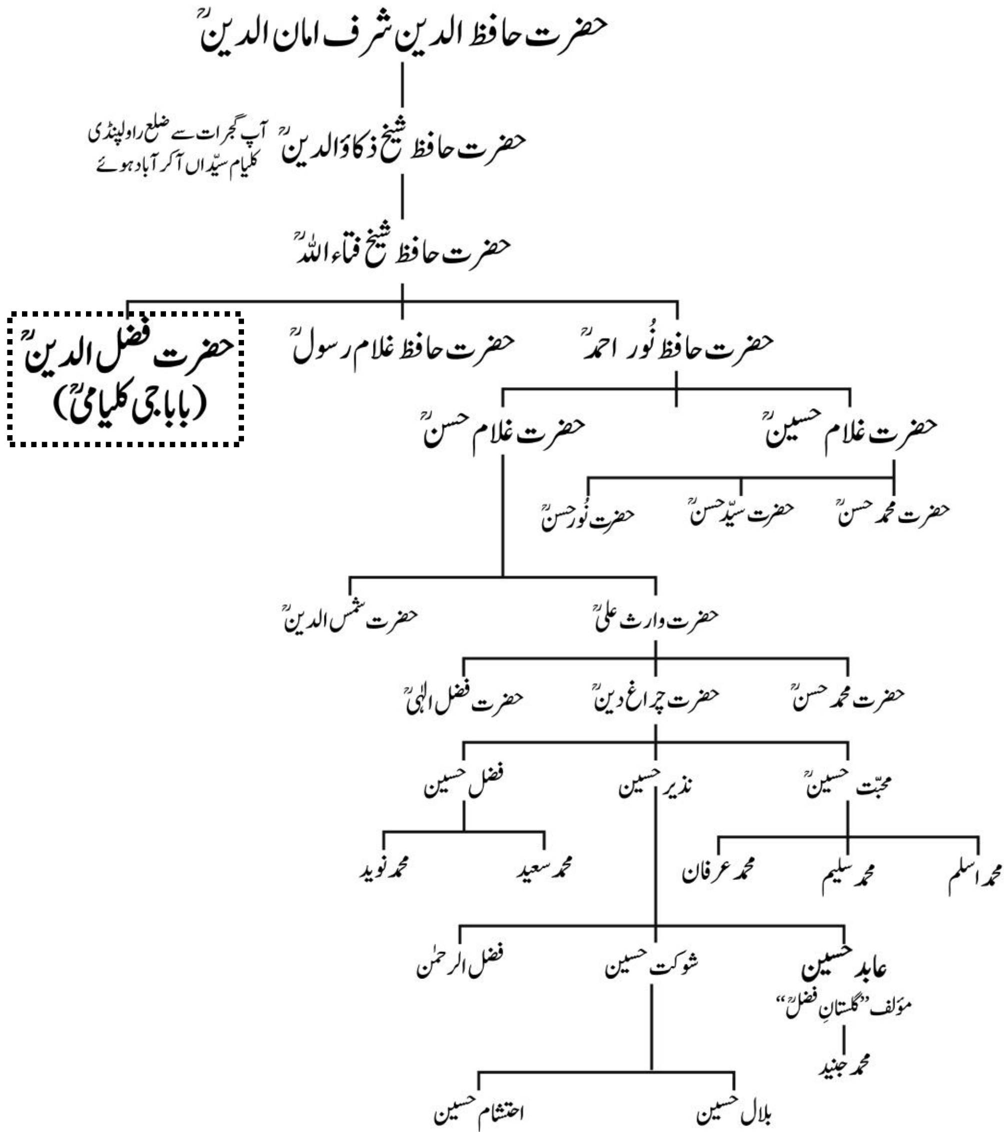
حافظ نُور احمد کی خاطر میرا دل شاد کر
اور حافظ غلام رسول باوفا کے واسطے

بابافضل کے ہاتھوں سے مجھ کو میوۂ مقصد کِھلا
مسکین عابد خاک پاءِ اولیاء کے واسطے

الٰہی میں تجھ سے تجھی کو مانگتا ہوں
کر فضل مجھ پر اپنی رحمتِ بے بہا کے واسطے

# مختصر شجرۂ نسب بنوہاشم (علوی)

## حضرت سلطان العارفین شیخ فضل الدین کلیامی رحمۃ اللہ علیہ



# تمہید مؤلف

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

تمام تعریفیں اُس ذات پاک اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آل واصحاب اور اہل بیت کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر لاکھوں اور کروڑوں بار۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ صَلۡصَالٍ کَالۡفَخَّارِ ۝ (القرآن) (ہم نے انسان کو ایسی مٹی سے پیدا کیا جو ٹھیکری کی طرح بجتی ہے) پاک ہے وہ ذات جس نے مٹی گارے سے بنے ہوئے انسان کو اشرف المخلوقات ہونے کا شرف عطا فرمایا اور تمام کائنات پر انسان کو فوقیت بخشی اور پھر قرآنِ کریم میں متعدد بار اِس کی خوبیاں بیان فرمائیں اور اِسی مخلوق میں سے اپنے حبیب اپنے کلیم اور اپنے عشّاق کو پیدا فرمایا اور انسان کو پاکیزہ ضمیر نگاہ پاک اور آسمانوں پر پرواز کرنے والے روحانی بازو عطا فرمائے۔ اگر انسان اپنی خداداد صلاحیتوں کو بیدار کر لے اور اُن سے کام لینا چاہے تو یہ نفسِ انسانی کا ظاہر و باطن اور کائنات میں جو کچھ ظاہر و باطن ہے اِس کی سیر کر سکتا ہے اور اُن سے بطریق کشف و شہود آگاہ ہو سکتا ہے اور اگر بصیرت قلبی ہو تو اپنے اندر وہ سب کچھ ملاحظہ کیا جا سکتا ہے جو آفاق میں موجود ہے۔ علّامہ اقبال فرماتے ہیں

خویش را آدم اگر خاکی شمرد　　　نُورِ یزداں در ضمیر اُو بمُرد

ترجمہ: اگر اِنسان خود کو محض خاکی سمجھے تو اُس کے اندر کا خدائی نُور مُردہ ہو جاتا ہے اور اگر اِس خاکی جسم کے اندر کا دِل خواہشات نفسانی سے آزاد ہو جائے تو یہ اپنی اصلیت کی طرف عود کر آتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ شریعت انسان کو تطہیر کے لیے ممنوعاتِ شریعہ سے اجتناب کرنے کا حکم دیتی ہے جب دِل اپنی اَصلی حالت پر آجائے تو اِنسان فرشی نہیں عرشی ہو جاتا ہے۔ حضرت سلطان باہو فرماتے ہیں۔

اے دِل رب سچے دا حجرہ اندر پا فقیرا جھاتی ہُو
نہ کر منت خواج خِضر دی تیرے اَندر آب حیاتی ہُو

جس نے اپنے دل کو خواہشات نفسانی سے پاک کر لیا اور اپنے اندر اُن نشانیوں کو دیکھنے کی صلاحیت پیدا کر لی تو ایسا شخص ہزاروں

برس مٹی میں پڑا رہے تب بھی زندہ ہے اور جو شخص اپنے پروردگار اپنے محسن کو بُھول گیا اور اُس کی نافرمانی اور سرکشی کرنے لگا تو ایسا شخص بس چلتا پھرتا مُردہ ہی ہے۔ چنانچہ ہر زمانہ میں اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے دنیا میں آتے رہے ہیں جنہوں نے لوگوں کو کفر و شرک کے اندھیروں سے نِکل کر نُورِ ایمان کی طرف آنے کی دعوت دی لیکن نبوت کا سلسلہ جب نبی آخر الزّماں حضرت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ پر ختم ہوا تو اللہ تعالیٰ عزوجل نے دینِ اسلام کی تبلیغ کا یہ مقدّس کام اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت اور خصوصاً اِس اُمت کے ولیوں کے سُپرد کیا۔ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے "اَلشَّیْخُ فِیْ قَوْمِہٖ النَّبِیِّ فِیْ اُمَّتِیْ (حدیث)" ترجمہ قوم کا پیر میری اُمت میں بمنزلہ نبی کے ہوگا۔ حدیث بحوالہ عین اَلفقر از حضرت سلطان باہو۔ چنانچہ ان حضرات نے پہلے اپنے نفس کے ساتھ جہاد کر کے اپنے آپ کو اللہ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکموں کا پابند بنایا اور پھر عملی نمونہ بن کر عوام الناس کی طرف متوجہ ہوئے اور یہی وجہ ہے کہ ان باعمل لوگوں کی زبان و کلام میں وہ اثر ہوتا ہے کہ پتھر دل لوگ بھی پگھل کر نُورِ ایمان اور عشقِ حقیقی کے رنگ میں رنگے جاتے ہیں۔ انہی مبارک ہستیوں گُلستانِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے پھولوں میں سے ایک پھول مردِ قلندر درویش کشتۂ عشق الٰہی حضرت سلطان العارفین شیخ بابا فضل فضل الدین کلیامی رحمۃ اللہ علیہ ہوئے ہیں۔ اولیائے کرام کی کرامتیں اصل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے ہی ہوتے ہیں کیونکہ وہ نبی کی سچائی اور اس کے مذہب کی صحت کی دلیل ہونے کی وجہ سے اَب بھی اِس ولی کے نبی کا ہی معجزہ ہے۔ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے وجود قُدرت پر اور فرمانبردار نیک بندوں کو اعزاز دینے پر ایمان رکھنے پر ایمانی قوّت کو تقویت حاصل ہوتی ہے لیکن اِن سے دینِ اسلام کی صحت اور سیّد المُرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے صِدق کو ثابت کرنا نہایت بلند و بالا اور دلوں میں جا گزیں ہونے والا نفع ہے۔ اس لیے کہ جو لوگ ایمان سے خالی ہیں ان کی بدولت ان میں ایمان پیدا ہوتا ہے اور جو ایمان والے ہیں اِن کی ایمانی قوّت میں ترقی ہوتی ہے۔ کافی عرصہ سے اس بندۂ ناچیز کی خواہش تھی کہ حضور باباجی صاحب کی کوئی ایسی مستند کتاب ہو جس کے ذریعہ سے آپ کے حالات و واقعات و کرامات سے عوام النّاس کو متعارف کرایا جائے اور لوگ مستفیض ہوں تو میں نے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اُس کی توفیق سے ۱۲ رمضان المبارک ۱۹۹۳ء کو اس کتاب کی ابتداء کی اور اس کا نام گُلستانِ فضل رکھا اور اَلحمدللہ جون ۱۹۹۵ء میں حضرت خواجہ حافظ محمد شریف صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (مُرشد خواجہ کلیامی) کے عرس مبارک پر یہ کتاب منظرِ عام پر آگئی۔ اگرچہ پہلے ایڈیشن میں کچھ کمی بھی رہ گئی تھی لیکن اِس کے باوجود یہ کتاب عوام النّاس میں بہت مقبول ہوئی۔ اِس سے قبل ایک کتاب گُلزارِ فضل (اصلی پرانی) حضور باباجی صاحب کے ایک مرید جناب راجہ مولا بخش سکنہ مورت ضلع اٹک نے پنجابی زبان اور نظم میں تصنیف کی تھی۔ لیکن موجودہ زمانہ میں پنجابی زبان کی لکھی ہوئی کتاب ہر آدمی کی سمجھ سے باہر ہے تو میں نے گُلستانِ فضل کی تیاری کے لیے زیادہ تر پھول گُلزارِ فضل سے چُنے ہیں اور بعض مَن گھڑت باتیں جو اُس میں شامل کی گئی ہیں اُن کو چھوڑ دیا ہے۔ حضور باباجی صاحب کے بارے میں اکثر یہ کہا جاتا

ہے کہ آپ مجذوب درویش تھے۔(ننگے تھے) جسم کو چُھریوں سے کاٹتے اور گرمیوں کی سخت دھوپ میں پتھر کی سِلوں پر لیٹے رہتے تھے وغیرہ وغیرہ تو مجذوب پر شریعت کے احکامات تو نافذ نہیں ہوتے کیوں کہ وہ حضرات تو عشقِ الٰہی میں ہوش و حواس کھو بیٹھتے ہیں دیوانے ہوتے ہیں جیسا کہ بابا لعل شاہ مری والے تھے۔ اُن پر تو کسی نے یہ اعتراض نہیں کیا کہ آپ نماز نہیں پڑھتے یا دیگر احکامات کے بارے میں تو پھر حضور باباجی صاحب کی نماز عُلمائے وقت کے لیے کیوں مسئلہ بنی رہی اور عُلماء کیوں اعتراض کرتے رہے جس کا بیان اگلے صفحات پر آئے گا اس کی وجہ یہ تھی کہ حضور باباجی صاحب حالتِ جذب و سُکر میں نہ تھے بلکہ باہوش تھے اور صحیح عقل و شعور رکھتے تھے اور صحیح عقل و شعور رکھنے والا مُسلمان اگر نماز قطعی ترک کر دے تو اولیاء اللہ نہیں ہو سکتا بلکہ فاسق اور انتہائی گنہگار ہوتا ہے۔ اگر ہم یہ کہیں کہ کامل عقل و شعور رکھنے والا بے نماز ولی اللہ ہو سکتا ہے تو پھر نعوذ باللہ نماز کی اہمیت کیا رہی؟ پھر تو قربِ الٰہی حاصل کرنے کے لیے ذکر و فکر اور مجاہدہ ہی کافی ہے۔ دینِ اسلام میں جو نماز کی اہمیت و فضیلت ہے وہ سب جانتے ہیں۔ حضور بابا جی صاحب کے بارے میں یہ شہادت ملی تھی کہ آپ پانچ وقت کی نماز باقاعدہ مسجد نبوی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم میں ادا کرتے تھے لیکن عام آدمی کی عقل یہ بات تسلیم نہیں کرتی حتیٰ کہ ایک دِن عُلماء نے کہا ہم آپ کا جنازہ نہیں پڑھائیں گے تو آپ نے فرمایا میرا جنازہ عِلمِ شریعت کا اِتنا بڑا شیر آ کر پڑھائے گا کہ تم لوگوں کو مجبوراً شریک ہونا پڑے گا۔ چنانچہ آپ کی نمازِ جنازہ غوثِ زماں حضرت سیّد پیر مہر علی شاہ گولڑوی نے پڑھائی اور معترض مولوی صاحبان باچشمِ پُرنم نمازِ جنازہ میں شامل ہوئے تو میں نے حضور باباجی صاحب کلیامی کے مثالی جسم کا کلیام شریف میں موجود ہونا اور حقیقی جسم کا مدینہ منوّرہ، مسجد نبوی میں نماز ادا کرنا کو ایسے حوالہ جات اور دلائل سے ثابت کیا ہے کہ مسلک دیوبند کا آدمی بھی اِنکار نہیں کر سکتا اور اِس سے حضور باباجی صاحب کے انتہائی بلند مرتبۂ وَلایت کا ثبوت ملتا ہے اور اُمتِ محمدیہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔ اَب گُلستانِ فضل کا دوسرا ایڈیشن اِس بندۂ ناچیز نے پاکستان میں اپنے گاؤں کلیام سیّداں کی مسجد میں بیٹھ کر شروع کیا تھا لیکن دُنیاوی مصروفیات کی وجہ سے یہ کام جلد مکمل نہ ہو سکا پھر اللہ تعالیٰ کے حکم اور اُس کی توفیق کے بغیر بھی انسان کچھ نہیں کر سکتا بس وہ جب چاہتا ہے جس وقت چاہتا ہے اور جہاں چاہتا ہے اپنے بندوں سے کام لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کروڑ بار شُکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اِس بندۂ گنہگار و سیاہ کار کو یہ توفیق بخشی اور آج ۱۹ اگست ۲۰۰۵ء بروز جمعۃ المبارک کو انگلینڈ کے شہر برمنگھم میں اس کتاب کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ اللہ کریم سے دعا ہے کہ وہ مجھے حق بات لکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور اِس کتاب کو میرے لیے، میرے والدین کے لیے اور ہر پڑھنے والے کے لیے ذریعہ نجات بنائے۔ میں نے بہت کوشش کی کہ کوئی بات بے سند نہ لکھی جائے اور پہلے ایڈیشن میں جو غلطیاں رہ گئی تھیں اُن کی تلافی کی کوشش بھی کی گئی لیکن ہر انسان کو اللہ تعالیٰ نے جُدا جُدا اور محدود عِلم و عقل عطا فرمایا ہے اس لیے میں ہرگز یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ اِس کتاب میں کوئی غلطی نہیں ہے بلکہ صاحبِ عِلم حضرات سے میری گذارش ہے کہ اگر کتاب میں کسی قسم کی غلطی پائیں تو اِس بندۂ ناچیز کو مطلع فرمائیں۔ تاکہ

انشاءاللہ آئندہ ایڈیشن میں اِس کی بھی تلافی ہو جائے۔ خواہ مخواہ نکتہ چینی کرنے والوں کو میں حوالۂ خدا کرتا ہوں چنانچہ عِشقِ حقیقی اور اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز کی لہریں اور اِسرار و رَموز سے معطّر ارشاداتِ عالیہ و کرامات اولیاء اللہ کو زیرِ نظر کتاب کے صفحات پر بکھیر دیا گیا ہے جو بحرِ معرفت کا دُرِّ نایاب و شمعِ ہدایت اور طالبانِ حق کے لیے سبق ہے۔ آخر میں عاجزانہ التماس ہے کہ کتاب کا مطالعہ کریں تو اِس بندۂ ناچیز اور اس کے اہل وعیال کو بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

اَلْعَبدُ اَلْفَقِیر
عابد حُسین ہاشمی
برمنگھم اِنگلینڈ

وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ﴿۸۸﴾

مجھے توفیق کا ملنا اللہ ہی کے فضل سے ہے اِسی پر بھروسہ رکھتا ہوں اور اِسی کی طرف رجوع کرتا ہوں

مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ (حدیث)

(جو اللہ کے لیے عاجزی اختیار کرتا ہے اللہ پاک اُسے بلند کر دیتے ہیں۔)

# فہرستِ مضامین

عطا اسلاف کا جذبِ دروں کر — شریکِ زُمرۂ لَاْ یَحْزَنُوْن کر
خِرد کی گتھیاں سلجھا چکا ہوں میں — میرے مولا مجھے صاحبِ جنوں کر
(اقبال)

حدیث شریف

ما تحت ظل السماء من الٰہ یعبد مِن دون اللہ اعظم

عند اللہ من ھوی متبع (طبرانی)

ترجمہ

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے

اس آسمان کے نیچے اللہ کے سوا جتنے بھی معبود

پُوجے جاتے ہیں اُن میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک

بدترین معبود وہ خواہشِ نفس ہے

جس کی پیروی کی جائے

نیّت مستقیم ہو تو اِنسان منزل کو جالیتا ہے (خواجہ کلیامی)

# مردِ قلندر درویش

## حضرت سلطان العارفین شیخ بابا فضل الدین کلیامی رحمۃ اللہ علیہ

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٦٢﴾

خبردار جو اللہ کے دوست ہیں ان کو نہ کچھ خوف ہو گا اور نہ وہ غمناک ہوں گے۔ (یونس:۶۲)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿١١٩﴾

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔ (التوبہ:۱۱۹)

حضرت سلطان العارفین بایزید بسطامی جب بار گاہ میں پہنچے کھڑے ہوگئے پھر نعرہ لگا کر رونے لگے۔ فریاد کی کہ **كَيْفَ الطَّرِيْقُ اِلَيْكَ يَا رَبِّ** اے پروردگار تیری طرف آنے کا راستہ کیا ہے؟ جواب ملا **دَعْ نَفْسَكَ وَتَعَالْ** تُو اپنے نفس کو چھوڑ اور آجا اور کسی نے کیا خوب کہا ہے "یک قدم بر نفس خود آں دِگر در کوئے دوست" ایک پاؤں اپنے نفس پر رکھ اور دوسرا دوست کی گلی میں۔ نفس پر قدم رکھنا بھی کوئی آسان کام نہیں کیونکہ نفس تمام بُرائیوں کا مجموعہ ہے۔

نفس را ہفت صد سراست و ہر سَرے
از فرازِ عرش تا تحت الثریٰ

نفس کے چھوڑنے کے معنی اِس کی صفات کا چھوڑنا ہے۔ اِس کی صفات، خود بینی، دکھاوا، حسد، بُغض، کینہ، عداوت، ناز، تکبّر وغیرہ اور اِس کے علاوہ ہر برائی نفس ہے یعنی جُملہ بُرائیوں کے مجموعے کو نفس کہتے ہیں (یعنی نفسِ امّارہ)۔ بُرائیاں گناہ تاریکیاں ہیں۔ جب تاریکی نکل جاتی ہے تو پھر روشنی آجاتی ہے۔ قلب میں ایک نُور آجاتا ہے کیا کوئی ایسا بھی ہے جو نفس کے سر پر قدم رکھ سکے۔ نفس کو باہر چھوڑ سکے۔ خواہشات نفسانی کو جہادِ نفس کے ذریعہ دبا کر اپنے مالک و معبود کی خوشنودی اور اُس کا قُرب حاصل کر سکے نہیں نہیں! ہاں ہاں اگر رحمتِ خداوندی شاملِ حال ہو تو سب کچھ ہو سکتا ہے۔ آیئے اَب ایک ایسے مردِ قلندر درویش اور شہبازِ لامکاں کا تذکرہ شروع کرتے ہیں کہ جس نے نفس کے سر پر ایسا قدم رکھا کہ اہلِ زمانہ نے اُن کی نظیر نہیں دیکھی۔ سُنیئے اُن کا نام نامی اسمِ گرامی خاندانِ رسالت کے چشم و چراغ حضرت سلطان العارفین شیخ فضل الدین المعروف بابا جی کلیامی رحمۃ اللہ علیہ ہے۔

# تعارف

حضور باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جَدِّ اَمجد دادا محترم حضرت حافظ شیخ ذکاءالدین صاحب امن پور سیّداں داخلی محمدّی پور ضلع گجرات جہاں آپ کا خاندان بنوہاشم دیہات مدینہ۔ جمال پور۔ عالی سیّداں۔ قلےوال سیّداں۔ کوٹ حَسن شاہ۔ ٹِبہ سیّد حامد شاہ۔ ٹِبہ بوٹے شاہ اور سید ھڑی میں ہزاروں کی تعداد میں پھیلا ہوا ہے۔ وہاں سے ترکِ سکونت کر کے ضلع راولپنڈی کے گاؤں کلیام سیّداں میں آ کر آباد ہوئے اور یہاں آ کر درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ اِسی گاؤں میں ہی آپ نے شادی کی اور یہاں ہی آ کر مقیم ہوئے اور آپ کے صاحبزادہ حضرت علاّمہ حافظ شیخ فتاحُ اللہ صاحب نے بھی یہاں شادی کی جن کے ہاں تین بیٹے پیدا ہوئے۔ ا۔ حضرت حافظ نُور احمد صاحب، ۲۔ حضرت حافظ غلام رسول صاحب، ۳۔ حضرت خواجہ فضل الدین کلیامی ہیں جو ہر سہ بلند پایۂ عالمِ دین اور اُردو، عربی اور فارسی کے خوشنویس بھی تھے اِن میں سے باباجی صاحب کے بڑے بھائی حافظ نُور احمد صاحب نے شادی کی اور سلسلۂ نسل جاری ہوا۔ دیگر ان نے شادی ہی نہ کی۔

# جائے پیدائش

حضور باباجی صاحب کی ولادت باسعادت ۱۱رجب ۱۱۹۱ھ کلیام اعوان سے تقریباً دو کلو میٹر دُور کلیام سیّداں میں ہوئی اور باباجی صاحب کے اِسی گھر میں ایک پتھر کی سل ہے جو باباجی صاحب کی پڑی مبارک مشہور ہے۔ گرمیوں کی سخت دھوپ میں اِس پڑی پر بیٹھ کر آپ جہادِ نفس کیا کرتے تھے اور آپ کے والدین دادا محترم اور آپ کے بڑے بھائی حضرت حافظ نُور احمد صاحب اِسی گاؤں کلیام سیّداں میں مدفون ہیں اور ایک بھائی جن کا اِسمِ گرامی حضرت حافظ غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ تھا وہ کلیام اعوان میں باباجی صاحب کے روضۂ اَنور کے نزدیک ہی مدفون ہیں۔

# تعلیم و تربیت

اگر ہم تمام سلاسل اہلِ طریقت کا مطالعہ کریں تو ہمیں مشاہدہ سے یہی حاصل ہو گا کہ فلاں شخص مُرشد کے پاس گئے اور بیعت حاصل کی کیونکہ اصول یہی چلا آ رہا ہے کہ ہمیشہ مُرید مُرشد کے پاس چل کر جاتے ہیں لیکن ان میں حضور باباجی انوکھے نظر آتے ہیں کہ آپ کے مُرشد پاک حضرت خواجہ حافظ محمد شریف خان صاحب دہلوی جو مُغلیہ خاندان بابر بادشاہ کی اولاد میں سے

جب عقل کامل ہو جاتی ہے تو بولنا کم ہو جاتا ہے۔ (حضرت ابو بکر صدیقؓ)

تھے حضور بابا جی صاحب کی تربیت کے لیے اپنے مُرشد حضرت خواجہ مظہر علی شاہ صاحب جلال آبادی کے حکم پر دہلی و جلال آباد سے راولپنڈی کے گاؤں کلیام اعوان میں تشریف لائے کیونکہ آپ کو آپ کے مُرشد نے حکم فرمایا تھا کہ خطۂ پوٹھوہار میں ایک پاکیزہ رُوح تشریف لانے والی ہے جا کر اُس کو تعلیم و تربیت کے زیور سے آراستہ کرو اور فرمایا اُن کے جہادِ نفس کا یہ عالم ہو گا کہ اپنے جسم کا گوشت کاٹ کر چیلوں کو کھلائیں گے۔

وَقت رُخصت دے سیّد فرمان لگے دَساں تُدّ نوں راز نہان سائیں
اہیّہ پوٹھوہار ولائیت عنایت کر کے اِس وقت کرن فرمان سائیں
اِک شہباز نے آوناں جگ اُتے ہوسی خلق دا اوہ سُلطان سائیں
اُوتھے پہنچ تے تُرت سنبھال اوسنوں ساری عمر ہووناں نگہبان سائیں
اُمت نبیؐ دِی اُس بخشاونی اِے ہوسی حق عاشق سبحان سائیں
میری روز دعا خدا اگے مِلے فضل مولا مہربان سائیں
کار کرے گا دُنیا اپر آن جہڑی ہوئی ہوسی نہ وِچ جہان سائیں
ماس کٹ کے چیلاں نُوں سُٹ دیسی کرسی یار تھیں جان قربان سائیں

(گُلزارِ فضل)

چنانچہ حضور بابا جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی تربیت اپنے والد محترم سے ہی حاصل کی تھی پھر اس کے بعد آپ اور آپ کے بڑے بھائی حضرت حافظ غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ دونوں بہ امرِ رَبّی کلیام اعوان میں اپنے مُرشد کے پاس تعلیم و تربیت کے لیے جایا کرتے تھے۔ چنانچہ مُرشد کی محبّت و کشش اور خصوصی توجہ کی بدولت دونوں بھائی مستقل طور پر کلیام اعوان میں ہی رہنے لگے اور جب آپ کے مُرشد حضرت خواجہ حافظ محمد شریف خان صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس دارِ فانی سے رخصت ہو گئے تو آپ نے اپنے پیر کی قبر پر مقبرہ بنوایا اور عرس شروع کیا اور جب آپ بھی اِس دنیا سے رُخصت ہو گئے تو آپ کا مزار پُر انوار بھی مُرشد کے روضۂ مبارک کے نزدیک ہی مرجع خلائق ہوا۔

وہ شخص جنت میں نہیں جائے گا جس کا پڑوسی
اُس کی ایذاؤں سے محفوظ نہ ہو۔ (بخاری و مسلم)

# حسب نسب

طریقت میں آپ کا تعلق چشتیہ صابریہ سلسلہ سے تھا اور اِس سلسلہ کے بزرگانِ دین سے بے پناہ محبّت رکھتے تھے اور بعض اوقات حضرت خواجہ سیّد پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی کو ساتھ لے کر حضرت بابا فرید الدّین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے عرس مبارک پر پاک پتن شریف جایا کرتے تھے اور آباؤ اجداد کی طرف سے آپ کا تعلق ہاشمی علوی خاندانِ رسالت میں سے ہے۔ آپ کا شجرۂ نسب امام الاَولیاء حضرت سیّدنا علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے اس لیے آپ اہلِ بیت رسول ﷺ میں سے ہیں۔

# خواجۂ کلیامی کے والد محترم

حضور باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم کا اِسمِ گرامی حضرت علّامہ حافظ شیخ فتاحُ اللہ رحمۃ اللہ علیہ تھا جو صاحبِ کشف اولیاء اللہ تھے اور اپنے گاؤں کلیام سیّداں کی جامع مسجد میں درس و تدریس اور امامت کے فرائض بھی سرانجام دیتے تھے۔ آپ کا مزار مبارک بھی اِسی مسجد کے متصل واقع ہے۔ آپ کی والدہ محترمہ بھی ولیّہ تھیں اور آپ کے دادا محترم بھائی وغیرہ سب عالم حافظ اور درویش لوگ تھے۔

# تعارف خطۂ کلیام

خطۂ کلیام کو یہ شرف حاصل ہے کہ بہت سارے اولیاء اللہ نے اِس سرزمین کو اپنا جائے مسکن بنایا۔ کلیام کے اکثر لوگ مخلص با اخلاق اور اولیائے کرام کے خدمتگار اور اُن سے والہانہ طور پر محبت رکھنے والے ہیں۔ درویشوں کی خِدمت جس طرح اِن لوگوں نے کی اُس کی مثال نہیں مِلتی۔ باباجی صاحب نے بھی اپنی دعاؤں سے اُن کو نوازا ہے بوقتِ وصال بھی آپ نے اہلِ کلیام کو بہت دعائیں دیں۔

بُریاں بُریاں ہر کوئی آکھے اہیّہ نیناں دیاں چُھریاں
خوشی وصو کلیامی لوکو ہس کھیڈ کے اَس ٹُریاں

چنانچہ سوائے چند ایک کے سب قوم اعوان سے تعلق رکھتے ہیں جس کی وجہ سے اِس گاؤں کا نام بھی کلیام اعوان ہے۔ یہ گاؤں ضلع راولپنڈی کی تحصیل گوجر خان میں آتا ہے جہاں بجلی، پانی، ہائی سکول، ہسپتال، پوسٹ آفس، ٹیلیفون ایکسچینج، بینک، دوکانیں اور دربار شریف تک پختہ سڑک، روڈ ٹرانسپورٹ کی سہولت موجود ہے۔ زائرین دربار شریف حاضری کے لیے

آئیں توروات اور مندرہ کے درمیان لاہور روڈ یعنی راولپنڈی سے لاہور جانے والی روڈ پر تین بس اسٹاپ ہیں جہاں بس سے اُتر کر راستے کلیام شریف کو جاتے ہیں۔ راولپنڈی کی طرف سے آئیں تو پہلا سٹاپ کلیام موڑ ہے جہاں سے سڑک دربار تک جاتی ہے اور اِسی سٹاپ سے سوزوکیاں بھی دربار شریف تک جاتی ہیں اور یہاں سے تقریباً دو کلومیٹر قبلہ سمت حضور باباجی صاحب کا آبائی گاؤں کلیام سیّداں ہے جہاں آپ کے والد بزرگوار حضرت علّامہ حافظ شیخ فتاحُ اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کی والدہ ماجدہ کا مزار پُرانوار بھی ہے۔

## حضور باباجی مادرزاد (پیدائشی) ولی اللہ ہیں

یعنی آپ ولایت فطری پر تھے نہ کہ ولایت کسبی پر۔ ولایت کسبی وہ ہوتی ہے جو محنت وریاضت سے حاصل ہو۔ ملتی تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اُس کی عنایت ہی سے ہے ورنہ اِنسان عمر بھر مجاہدے کرتا رہے تب بھی اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کے بغیر تو بات نہیں بنتی اور پھر مجاہدہ وعبادت کی توفیق کا مِلنا بھی تو اللہ کی طرف سے ہی ہوتا ہے۔ بہر حال ولایت کسبی سے ولایت فطری اِس طرح افضل ہے جس طرح چراغ و بجلی سے چاند و سورج افضل ہیں کہ اِن میں بندے کے فعل کا دخل نہیں ہے اور چراغ و بجلی وغیرہ میں بندے کے فعل کا دخل ہے۔

مادر زاد ولی نے یارو ایسا رنگ بنایا
عاشق صادق سچّے سائیں بھیت ماہی دا پایا

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کِسی نے کوئی عیب دار چیز بیچی اور اُس کے عیب کو نہیں بتلایا وہ ہمیشہ خدا کی دُشمنی (غضب) میں رہتا ہے یا یُوں فرمایا کہ اُس پر ہمیشہ فرشتے لعنت کرتے رہتے ہیں۔ (ابنِ ماجہ)

# شہنشاہِ کلیام حضور باباجی کا بچپن میں آگ سے کھیلنا

یہ واقعہ ہمارے خاندان میں بہت مشہور ہے اور اکثر بزرگ یہ واقعہ سنایا کرتے تھے۔ چنانچہ میں نے اپنے والد محترم سے سُنا، اُنہوں نے اپنے والد محترم سے جو حضور باباجی صاحب کے بڑے بھائی حضرت علّامہ حافظ نُور احمد صاحب کے صاحبزادے حضرت غلام حَسن کے پوتے ہیں بیان فرماتے تھے کہ حضور باباجی کی عمر مبارک جب اِتنی کم تھی کہ آپ چل پھر بھی نہیں سکتے تھے اُس وقت کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ کی والدہ محترمہ چُولہے پر کچھ کام کر رہی تھیں اور آپ کے معصوم لختِ جگر آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک کسی کام کے لیے باہر تشریف لے گئیں جب واپس آئیں تو اپنے لختِ جگر کو دیکھا کہ وہ آگ کے انگاروں سے کھیل رہے ہیں۔ آپ نے بے اختیار پکارا (ہائے مہاڑا فضل سڑی گیا) یعنی ہائے میرا افضل جل گیا! اور اپنے سینہ سے لگایا تو دیکھا کہ آپ مسکرا رہے ہیں اور آگ کے دہکتے ہوئے کوئلوں نے آپ کو ذرا بھی نقصان نہ پہنچایا۔ (مؤلف)

**مے خور کہ عاشقی نہ بکسب اَست واختیار　　　کیں موہبت رسید زِ دیوانِ فطرتم**

(شرابِ محبّت پی کیونکہ یہ کَسب واختیار سے حاصل نہیں ہوئی بلکہ فِطرت اَزلیّہ کے دفتر سے عطا ہوئی ہے)

# باباجی صاحب کا بچپن میں تڑپتے ہوئے عشقیہ اشعار کا پڑھنا

روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور باباجی صاحب کے والد محترم مسجد میں نماز ادا کر کے گھر تشریف لائے تو اپنے صاحبزادہ صاحب کا کیا عجب منظر دیکھتے ہیں کہ آپ رُخِ انور دیوار کی طرف کر کے پلنگ مبارک پر لیٹے ہوئے ہیں اور عجیب سوز و گداز کے ساتھ عشقیہ اشعار آپ کی زبان مبارک پر جاری ہیں اور آپ نہایت گریہ وزاری کر رہے ہیں اور تڑپ رہے ہیں جبکہ اس وقت آپ کی عمر شریف صرف آٹھ برس تھی اشعار یہ ہیں۔

دین اَساں نوّں درد رانجھے دا روز ازل تھیں آیا
بھارا بھار محبت والا سر پر چا اُٹھایا
سو بدیاں تے لکھ لکھ تعنے میرے سر پر جھکڑ آیا
آوے نظر کرم دی رکھے میرا دھیوں دھیوں نہیں سوایا

چنانچہ آپ کے والدین آپس میں بیٹھ کر باتیں کرنے لگے تو آپ کے والد محترم نے فرمایا "بی بی اِس بچّہ کے چہرہ پر اللہ تعالیٰ کے جمال کا ایک خاص نُور چمک رہا ہے" نیز فرمایا "اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی صفائی قلب عنایت فرمائی، میرا قلب بھی روشن فرمایا ہے

چنانچہ جب تک میں نے شادی نہیں کی تھی تو میری نگاہ تمام ارض وسما پر پہنچ جاتی تھی اور پہلے پانچ آسمانوں میں تو سب کچھ دیکھ لیا کرتا تھا لیکن شادی کے بعد تو میری نگاہ دو آسمانوں سے بھی اوپر نہیں جاتی۔"

یعنی جب فضل الدین میری پُشت میں تھے تو اُن کی برکت سے مجھے زیادہ کشف حاصل تھا لیکن جب شادی کے بعد ماں کے رحم میں منتقل ہوئے تو پہلے کی طرح کشف اب نہ رہا۔ (مؤلف)

عاشق ہویں تے عِشق کماویں دل رکھیں وانگ پہاڑاں ہو

لکھ لکھ بدیاں ہزار الاہمے کر جانے باغ بہاراں ہو

عشق آمد و شُد چُوں بُو بگلاب اندر

اُو در من وَمن در رے سریت زِ اِسرارم

عشق آکر مجھ میں ایسے سرائیت کر گیا جیسے گلاب میں خوشبو وہ مجھ میں اور میں اُس میں یہ عجیب راز ہے

# جانور فصل کھاتے رہے لیکن سلامت رہی

## کرامت خواجۂ کلیامی

یہ بھی حضور باباصاحب کے بچپن کا واقعہ ہے کہ جس وقت آپ مال مویشی لے کر گاؤں کے لڑکوں کے ساتھ جنگل کی طرف جایا کرتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ لڑکوں نے دیکھا کہ آپ کے جانور کسی کے کھیت میں داخل ہو کر فصل کھارہے ہیں اور آپ نہایت اطمینان کے ساتھ کھیت کے کنارے تشریف فرماہیں تو لڑکوں نے گھر آکر شکایت کی کہ فضل الدین نے ہماری ساری فصل اُجاڑ دی اور اپنے جانوروں کو کھلا دی ہے چنانچہ گاؤں کے ایک بُزرگ شکایت کے لیے آپ کے والدِ محترم کے پاس آئے آپ کے والد محترم گاؤں کی مقامی مسجد میں درس و تدریس اور امامت کے فرائض سرانجام دیتے تھے اس لیے گاؤں کے لوگ آپ کو اُستاد جی پکارا کرتے تھے اور کہا اُستاد جی آپ کے بیٹے فضل الدین نے ہماری ساری فصل برباد کر دی ہے تو والد محترم نے آپ کو بلایا اور پوچھا تو آپ نے فرمایا "یہ لڑکے تو ویسے ہی کہتے ہیں جا کر دیکھ لیں فصل سلامت ہے"۔ جب لڑکوں سے پُوچھا گیا تو اُنہوں نے کہا کہ ہم نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ یہ کھیت کے کنارے بیٹھا دیکھتا رہا اور اِس کے جانور فصل کھاتے رہے تو آپ نے فرمایا اگر آپ کو میری باتوں پر یقین نہیں آتا تو جا کر دیکھ لیں۔ چنانچہ جب جا کر دیکھا گیا تو فصل بالکل سلامت تھی اور کھیت میں سے ایک تِنکا بھی ضائع نہیں ہوا۔ باباجی صاحب چونکہ پیدائشی اولیاء اللہ ہیں اس لیے بچپن ہی سے آپ کے

کام دوسرے بچّوں سے الگ تھلگ تھے۔ کرامتوں کا ظہور بھی بعض اوقات ہوتا رہتا تھا اس لیے گاؤں کے لوگ شروع سے ہی آپ کی بہت عزّت کرتے تھے۔(مؤلف)

## شہنشاہِ کلیام کا پاک پتن شریف جانا اور ایک دوست کا جانے سے اِنکار اور اُس کی موت کا واقعہ

مٹا دیا میرے ساقی نے عالم مَن و تُو
پلا کے مُجھ کو مے لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُو

یہ بھی آپ کی چھوٹی عمر کا واقعہ ہے ایک مرتبہ آپ نے اپنے سب دوستوں کو پاک پتن شریف عرس بابا فرید الدّین گنج شکر پر جانے کے لیے تیار کیا تو ایک دوست نے کہا کہ میرا دل تو نہیں چاہتا کہ جاؤں کیونکہ گندم کی کٹائی کا وقت نزدیک آ گیا ہے اور اُدھر دو مہینے لگ جائیں گے جبکہ اِدھر گندم خراب ہو جائے گی تو کیا کھائیں گے البتہ اگر ماں نے اجازت دی تو چلا جاؤں گا چنانچہ آپ اُس کی ماں کے پاس گئے اور بیٹے کو اپنے ساتھ لے جانے کا مطالبہ کیا تو اُس نے کہا" یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کیونکہ ہماری گندم کی کٹائی کا وقت قریب آ گیا ہے" تو آپ نے فرمایا"لیکن میں تو اِسے ضرور اپنے ساتھ لے کر جاؤں گا" تو اُس عورت نے غصہ میں آ کر کہا تمہارا تو کوئی کام کاج نہیں ہے اور یُوں کہا

تُوں نکمّا ئیں تے ساڈا کنک کٹن دا ویلا
نہ تُدھ مال جنجال فَصل ہے تاں کماویں میلا
باپ اپنے نُوں پَٹ کے آئیوں ماہاں کیوں پٹیا لوڑیں
نہ کوئی کم اوقات ہے تیرا سال بسال اُٹھ دوڑیں

چنانچہ دوست کی والدہ کا یہ جواب سُن کر آپ بہت پریشان ہو گئے اور فرمایا بس ٹھیک ہے اَب اسے اپنے گھر رکھ اور اِس سے گندم کٹوا میں تو نکمّا ہوں اور تُو کام کاج والی ہے۔ اِس کے بعد آپ نے اپنے دوسرے ساتھی بھائی فیضؒ کو کہا کہ اچھا اَب تم بتاؤ کہ تم کیا کرو گے میرے ساتھ عرس پر جاؤ گے یا تم نے بھی کوئی بہانا کرنا ہے تو اُنہوں نے کہا" حضرت مسئلہ تو ہمارا بھی یہی ہے کہ گندم کی کٹائی کا وقت نزدیک آ گیا ہے لیکن اگر میری والدہ سے پوچھ لیں تو میں چلا جاؤں گا۔ بیشک آپ مالک ہیں حاکم ہیں مجھے تو انکار نہیں۔" چنانچہ آپ اُس کی والدہ کے پاس گئے اور بھائی فیضؒ کو اپنے ساتھ لے جانے کا مطالبہ کیا۔ مائی صاحبہ نے کہا

"پیارے فضل! میرے بیٹے کو بیشک اپنے ساتھ لے جامیرا کوئی عذر نہیں ہے جب گندم کاٹنے کاوقت آیاتو خود ہی کاٹ لُوں گی اور جو مصیبت سر پر آئی اُس کو بخوشی برداشت کروں گی۔" چنانچہ جب آپ اپنے دوستوں کو ساتھ لے کر روانہ ہوئے تو گِرد ونواح کے لوگ بھی آپ کے ساتھ تھے آپ نے ایک شب موضع سنگھوری میں بسر کی اُسی دن اُس مائی کالڑکامر گیاجس نے ساتھ بھیجنے سے اِنکار کیا تھا۔ اَب وہ مائی روتی، چیختی اور اپنے بالوں کو نوچتے ہوئے کہہ رہی تھی کہ فضل کی بددعا سے میرا لڑکا مرا ہے۔ گندم سنبھالنے کی خاطر اپنے بیٹے کی جان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھی ہوں۔ چنانچہ شہنشاہِ کلیام جب پاک پتن شریف سے واپس تشریف لائے تو تمام اہلِ کلیام مرد وزَن نے آپ کا استقبال کیااور سلامی کے لیے آئے تواُس وقت اُس مرحوم لڑکے کی والدہ بھی روتی ہوئی آئی اور کہنے لگی "فضل مجھے برباد کر گئے ہو" تو آپ نے فرمایامائی میرے اختیار میں تو کچھ بھی نہیں ہے بس اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو تقدیر میں لکھاہو تاہے وہ ہو کر رہتاہے۔ اور فرمایا:

"جا مائی کُجھ وَس نہ میرے ایہہ تقدیر الٰہی
ایہہ نیٹھ تے ازلی سمجھو جو کچھ لیکھ لکھائی
اوہ نصیب نہ گھَٹ ودھ ہووے روئے یا کوئی ہسے
کر دابے پرواہیاں آپے کون ڈاہڈے نُوں دَسے"

چنانچہ وہ مائی آپ کا جواب سُن کر واپس چلی گئی اور آپ نے اپنے دوست بھائی فیضؔ سے کہااَب تم بتاؤ کہ تمہاری گندم کا کیاحال ہے؟ تمہاری گندم کیسی ہوئی اور فرمایا کہ تمہاری گندم کی کٹائی کو تو بہت عرصہ گذر چکاہے اَب ایسا کرو کہ پھلے ڈال کر گواؤ (یعنی دانے اور بھوسہ علیحدہ کرو) توفیضؔ نے عرض کی یاحضرت! میں کیا کروں ہم سے تواُن لوگوں کی گندم بھی زیادہ ہے جنہوں نے مانگ مانگ کر اکٹھی کی تھی۔ والدہ خود ہی کھیتوں سے اُٹھا کر لے آئی تھیں۔ اب چڑیاں طوطے کھائیں میں کیا کروں۔ چنانچہ جب شہنشاہِ کلیام نے اپنے دوست کی پریشان حالی اور مایوس کن باتیں سُنیں تو فرمایا فیضؔ بس کر! میرے سامنے کوئی ایسی بات نہ کرنا بس اللہ کا نام لے کر گندم گاہنی شروع کر صبح آکر میں تمہاری گندم دیکھوں گا چنانچہ دوسرے دِن شہنشاہ اپنے دوست فیضؔ کے گھر تشریف لے گئے اور فرمایا جلدی کرو گندم چھت سے اُتار کر کھلیان میں لے جاؤ توفیضؔ حسب الحکم شہنشاہ گندم چھت سے اُتار کر کھلیان میں لے گئے تو مکان کی چھت سے گندم اُتار کر کھلیان میں لے جانے تک گندم دوگنی ہو گئی پھر جب تین بھَلے ڈال کر گندم گوہائی گئی تواس سے بھی دوگنی ہو گئی اور جب ہوا میں اُڑا کر دانہ اور بھوسہ الگ کیے تو پہلے سے بھی دوگنی نظر آنے لگی اور بھوسہ اور دانے برابر تھے اور جب گندم کے دانوں کے ڈھیر پر کپڑا ڈالا گیا تو پھر پہلے سے دوگنی ہو گئی اور جب تولنے کا وقت آیاتو

مِنٹر دیاں مِنٹر دیاں مکے نائیں ڈھیری وَدھدی جاوے
برکت والے برکت پائی سنبھلنے وِچ نہ آوے
تاں سرکار سچّی نے کیا سُن فیضؔ دِلدارا
کدے قیامت تک نہ تھُڑسی غلہ برخوردارا
ہن وی برکت دھن بھی برکت گھر وِچ برکت دِسّے
مولا بخشا صابر سوہنا عجب تماشے دَسّے

# اولیاءاللہ کی بددعا سے منکرین کی موت

محمد بن محمد الادفوی رحمۃ اللہ علیہ مشہور علماء اور ابدال میں سے ہیں اُنہوں نے قرلات کے اماموں میں سے ایک جماعت کا زمانہ پایا ہے اور اِن سے پڑھا ہے تفسیر میں اِن کی ایک کتاب ہے "کتاب اَلُاستغناء" آپ نے یہ کتاب لکھ کر امیر مِصر کے پاس بھیجی تھی۔ اُس نے اِس کے حاشیے پر بے نیازی کے الفاظ لکھ دیئے اور واپس کر دی۔ آپ نے اِس کے لیے بد دُعا کی تو تین دِن بھی زندہ نہ رہا آپ کا انتقال مِصر میں ہوا اور قرافہ میں ادفوی کے مقبرہ میں دفن کیے گئے اِس واقعہ کو سخاوی نے بیان کیا۔
(جمالِ اَلاولیاء: ص۸۷)

# حضرت خواجہ شاہ فضل کلیامی اور حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسوی کا واقعہ

یہ بھی حضور باباجی صاحب کے بچپن کا واقعہ ہے جس زمانہ میں آپ حصول عِلم کی غرض سے مدرسوں میں پڑھتے تھے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ اپنے ایک سیّد دوست کو لے کر پاک پتن شریف عُرس مبارک پر گئے جب وہاں پہنچے تو کسی نے بتایا کہ غوثِ زمانہ حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسوی تشریف لا رہے ہیں چنانچہ دونوں نے پروگرام بنایا کہ آپ کو آگے جا کر مِلنا چاہیے۔ دونوں نے آگے جا کر حضرت خواجہ شاہ سلیمان کا استقبال کیا اور شرفِ ملاقات سے مستفیض ہوئے تو آپ نے اِن سے فرمایا تم لوگ کہاں سے آئے ہو میں تم میں مِثلِ لعل و یمن خوبصورتی اور ایک خاص چمک دیکھ رہا ہوں تو حضور شہنشاہِ کلیام نے کہا کہ جناب ہم دونوں ضِلع راولپنڈی کے رہنے والے ہیں اور ہم آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ بہت محبّت رکھتے ہیں اور آج کل بس ہم دیوانِ حافظ پڑھتے ہیں۔ اِس کے علاوہ ہمارا کوئی کام نہیں۔ ہم نے آپ کی بہت تعریف سُنی تھی اس لیے اَب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ حضرت خواجہ سلیمان تونسوی نے فرمایا "جب ہم اپنے ڈیرہ پر پہنچ گئے تو عشاء کے بعد

دونوں اپنی اپنی تحریر لکھ کر لے آنا اور پھر جو آپ کی قسمت میں ہو الے جانا۔ چنانچہ دونوں نے دیوانِ حافظ کے شعر لکھ کر پیش کیے۔ پہلے شہنشاہِ کلیام کے دوست نے تحریر پیش کی تو پڑھ کر آپ بہت خوش ہوئے اس کے بعد شہنشاہِ کلیام نے جب اپنی تحریر پیش کی تو حضرت خواجہ شاہ سُلیمان تونسوی نے آپ کو سینہ کے ساتھ لگالیا اور فرمایا پیارے تمہاری تحریر مجھے بہت پسند ہے۔ آپ بہت خوش قسمت ہیں اور آپ کو اِتنا فیض یاب کیا جو احاطۂ تحریر سے باہر ہے حضرت خواجہ شاہ فضل کلیامی نے جو تحریر پیش کی تھی وہ دیوانِ حافظ کے یہ اشعار تھے۔(گُلزارِ فضل)

نظر کردن بدرویشاں بُزرگی را منافع نیست
سُلیمان با چُنیّں حشمت نظر ہا داشت برمورش

(درویشوں پر نظر کرنا بزرگی کے منافی نہیں حضرت سلیمان علیہ السّلام اِتنی شان وشوکت کے باوجود چیونٹی پر مہربان تھے۔)

## خواجۂ کلیامی نے طویل عرصہ جنگلوں پہاڑوں اور ویرانوں میں گذارا

تا ساقیئے مستّانم مے ریختہ درکامم
عُریاں و خراباتم رقاصم و سر شارم

(جب سے ساقیٔ مست نے میرے حلق میں شرابِ محبّت ڈالی میں عُریاں خراب حال رقصاں وسرشار ہوں۔)

حضور باباجی صاحب کو جب مُرشد نے جُبّہِ فُقر عطا فرمایا تو فرمایا "آنکھیں بند کرو اور جو کچھ نظر آئے بیان کرنا" جب آپ نے آنکھیں بند کیں تو آپ پر عالمِ غیب کے وہ اِسرار منکشف ہوئے کہ آپ پر وجدانی کیفیت طاری ہوگئی، اپنے جسم مبارک کے کپڑے پھاڑ دیئے اور جنگلوں وویرانوں کی طرف چل دیئے۔ موضع میاں رشیداں کی مسجد کے پھوہڑ میں ایک ہفتہ تک پڑے رہے۔ ساتویں روز ایک بوڑھا شخص مسجد میں آیا تو دیکھا کہ ایک خوبصورت نوجوان مسجد کے پھوہڑ (مصلّٰی) میں لپٹا ہوا ہے تو بابا نے کہا "اتنے خوبصورت جوان ہو کر پھوہڑ میں لپٹے ہوئے ہو آخر کیا بات ہے تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو؟" تو آپ نے فرمایا "بابا آپ ہی بتائیں کہ اِس میں کیا راز ہے کہ میں ایسی حالت میں ہوں۔" تو بابا نے کہا بیٹے مجھے تو یہی نظر آتا ہے کہ کسی عورت کے عِشق میں تمہارا یہ حال ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا "ہاں بابا! تم صحیح کہتے ہو (یعنی محبوبِ حقیقی کے راز کو ظاہر نہ کیا) چنانچہ شہباز لامکاں فردِ زماں خواجۂ خواجگاں حضرت سلطان العارفین شیخ فضل الدین ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ وہاں سے پشاور کی طرف روانہ ہوئے اور دریائے اٹک کو عبور کرتے ہوئے پیدل پشاور کی جامع مسجد مہابت خان میں پہنچ گئے۔ چنانچہ اُس مسجد میں ایک درویش رہتا تھا۔ اُس کے سامنے کھڑے ہو کر چند سوال وجواب کیے اور اُس درویش سے کہا جلدی بتاؤ کہ میں کس جون

میں سے ہوں اور یہ بھی بتاؤ کہ اُس جہان میں میری روح نے ایک سجدہ کیا تھا یا کہ دو تو درویش نے جواب دیا کہ جون تمہاری تو تم انسان ہو لیکن دوسری بات سے میں بھی بے خبر ہوں۔ جب پشاور سے واپس راولپنڈی تشریف لائے تو اٹک کی حدود میں جٹّی پہاڑ پر ایک درویش رہتا تھا جو قصیدۂ غوثیہ پڑھتا تھا۔ اُس کو بِاذنِ اللہ فقیری سے محروم کرتے ہوئے جھاٹلہ کے جنگل میں پہنچ گئے۔ اِس جنگل میں ایک فقیر رہتا تھا جس کی قبر بھی اسی جنگل میں ہی واقع ہے۔ اُس فقیر کے پاس کچھ عرصہ تک آپ نے قیام فرمایا پھر آپ وہاں سے روانہ ہوئے اور راولپنڈی شہر میں قلعہ کہنہ (پُرانا قلعہ) کے مقام پر پہنچے جہاں آپ کو تین عابد وزاہد دوست مل گئے۔ آپ اُن کے ساتھ پرانا قلعہ کی ڈھیری پر خلقِ خدا سے کنارہ کش یکسوئی کے ساتھ عبادت وریاضت کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک طویل وقت آپ نے وہاں گذارا اِس کے بعد مردِ قلندر درویش کہوٹہ کے جنگلوں اور پہاڑوں کی طرف چل دیئے اور کئی سال وہاں ہی یادِ محبوب میں گذارے۔ (گُلزارِ فضل)

کسی نے کیا خوب کہا ہے

سوئے صحرا نہ از پے سیر و تماشہ میروم
شہر بر مَن بے تُو تنگ آمدِ بصحرا میروم

(جنگل میں سیر وتماشہ کے لیے نہیں جاتا تیرے بغیر شہر میرے لیے اُجاڑ ہے اس لیے جنگل میں جاتا ہوں۔)

حدیث شریف

حضرت ابو ذر غفاریؓ روایت کرتے ہیں کہ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں عالمِ غیب کی وہ چیزیں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور وہ آوازیں سنتا ہوں جو تم نہیں سُنتے آسمان چرچرا رہا ہے اور حق ہے کہ وہ چرچرائے قسم ہے رَبّ ذوالجلال کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ آسمان میں چار انگشت جگہ بھی نہیں ہے جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ ماتھا رکھے سجدے میں نہ ہو اور اگر تم وہ باتیں جانتے جو میں جانتا ہوں تو بہت کم ہنستے اور بہت زیادہ روتے، اپنے بستروں پر اپنی بیویوں سے بھی لطف اندوز نہ ہو سکتے اور اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتے ہوئے جنگلوں اور ویرانوں کی طرف نکل جاتے (مسند احمد۔ ترمذی۔ ابن ماجہ)

# حضور خواجۂ کلیامی مجذوب سالک تھے

عشق آں شُعلہ است کہ چوں بر فروخت
ہر چہ جُز معشوق باقی جملہ سوخت

عشق وہ شعلۂ آتشیں ہے جو محبوب کے سوا ہر اک چیز کو جلا دیتا ہے۔ (عارف رومی)

بعض اولیا اللہ پر جب انوار و اسرار کی تجلّیات وارد ہوتی ہیں تو اُس سے مغلوب ہو کر جذب و مستی میں ہوش و حواس کھو بیٹھتے ہیں۔ پہلے وہ کہتے ہیں لَا اِلٰہ ہر چیز کی نفی کر دیتے ہیں پھر کہتے ہیں اِلّا اللہ صرف اللہ ایسی حالت میں غیر اللہ کا خیال ہی اِن کے نزدیک شِرک ہوتا ہے۔ اگر عاشق پر یہ کیفیت مستقل رہے تو ایسے حضرات مجذوب محض کہلاتے ہیں جنہیں عرف عام میں نانگے بھی کہتے ہیں اور فنافی اللہ کا درجہ حاصل کر لیتے ہیں اور اگر ان اِسرار و تجلیات کو ضبط کی استعداد رکھتے ہوں اور ہوش میں ہوں تو بقاء بِاللہ ہوتے ہیں۔ اور فنافی اللہ مجذوب محض سے مجذوب سالک یا سالک مجذوب کا مقام و مرتبہ بہت بلند ہوتا ہے کیونکہ مجذوب محض میں بیعت لینے کی استعداد نہیں ہوتی اس لیے اُس کا سلسلۂ طریقت نہیں چلتا اور ایسے حضرات چونکہ عشقِ الٰہی میں دیوانے ہوتے ہیں اس لیے ان پر شرعی احکامات عائد نہیں ہوتے اور نہ ہی یہ حضرات دینِ الٰہی شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ کا کام کر سکتے ہیں جو اِس اُمت کا اہم فریضہ ہے۔ اِسی طرح مجذوب سالک وہ ہوتا ہے جس کا جَذب سلوک پر مقدّم ہو جیسا کہ خواجۂ کلیامی تھے اور سالک مجذوب وہ ہوتا ہے جس کا سلوک جذب پر مقدم ہو جیسا کہ سرکارِ گولڑوی تھے۔ سالک مجذوب کے اعمال چونکہ شریعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہوتے ہیں اس لیے اِن حضرات کے نقشِ قدم پر چلنا گویا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلنا ہے۔ مجذوب سالک اور سالک مجذوب یہ دونوں طریقے انبیاء علیہ السّلام سے متوارث ہوتے ہیں بعض مجذوب سالک کا مرتبہ سالک مجذوب سے بلند ہوتا ہے اور بعض سالک مجذوب کا مرتبہ مجذوب سالک سے بلند، مجذوب سالک پر عشقِ الٰہی کا غلبہ ہوتا ہے اس لیے حالتِ جذّب و سُکر میں بعض اوقات ایسے کام کرتے ہیں جو شریعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق نہیں ہوتے تو ایسی صورت میں نہ تو ہمیں اِن کی پیروی کرنی چاہیے اور نہ ہی اعتراض کیونکہ اولیائے کرام کے صِرف اُسی عمل کی پیروی کرنی جائز ہے جو شریعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہو اور اولیاء اللہ کے کسی عمل پر اعتراض یا نکتہ چینی انسان کو دنیا و آخرت میں رسوائی اور ذِلّت کی طرف لے جاتی ہے۔ حضرت بایزید بسطامی نے فرمایا ہے کہ اولیاء اللہ محبّت الٰہی کے دُلہنیں ہیں جہاں اِن کے محرم کے سوا کسی کی رسائی نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اولیائے کرام کی محبّت، صحبت اور اِن کی خِدمت کی توفیق عطا فرمائے آمین (مؤلف)

یک زمانہ صُحبتِ با اولیاء بہتر از صَد سالہ طاعت بے ریاء

# فرائض ونوافل کے ذریعہ بندہ زُمرۂ اولیاء میں داخل ہوجاتا ہے

شاد باش اے عِشق خوش سودائے ما
اے طبیب جملہ عِلتہائے ما

مشکوٰۃ شریف باب ذِکر اللہ والتقرب علیہ میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو شخص میرے ولی سے عداوت رکھتا ہے بلاشُبہ میں اِس سے اعلانِ جنگ کرتا ہوں اور میرے تقرّب کے لیے کوئی چیز فرائض سے بڑھ کر بندہ کے لیے نہیں اور ہمیشہ بندہ فرائض کے علاوہ نوافل عبادت سے میرا تقرّب حاصل کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اِس سے محبت کرتا ہوں اور جب وہ میرا محبوب ہوجاتا ہے تو میں اُس کی سمع ہوجاتا ہوں جس سے وہ سُنتا ہے اور میں اُس کی بصّر ہوجاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے میں اُس کا ہاتھ ہوجاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور میں اُس کا پاؤں ہوجاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اگر وہ سوال کرے تو ضرور دیتا ہوں اور اگر وہ میری پناہ چاہے تو ضرور پناہ دیتا ہوں۔

جاننا چاہیے کہ جب انسان کا یہ مقام ہوجاتا ہے کہ سُننے، دیکھنے، پکڑنے اور چلنے کی تمام قوتیں اللہ کی ہوجاتی ہیں تو ایسا شخص جو کہتا ہے وہ ہوجاتا ہے۔ لوہا آگ میں پڑجانے سے سُرخ ہوجائے تو آگ نہیں ہوتا بلکہ ٹھنڈا ہونے پر لوہا ہی رہتا ہے اِسی طرح اِنسان اس مقامِ قُرب پر پہنچ کر خدا تو نہیں ہوجاتا اور نہ ہی اِس کا تصوّر کیا جاسکتا ہے لیکن وَصل کی یہی وہ مبارک لطافتیں ہیں جہاں عُشّاق اَنَا الْحَق یا لیس فِی جبتی سوی اللہ کا نعرہ لگادیتے ہیں اور یہی وہ مرشیہ بے خودی وبے نیازی ہے جہاں مومن اپنی گدڑی جھاڑ کر دنیاومافیہا کو الگ پھینک دیتا ہے اور کائنات دھول بن کر اس کے قدم چُومنے کے لیے بیتاب ہوجاتی ہے۔

جاننا چاہیے کہ فرائض ونوافل کے ادا کرنے میں عشق چاہیے تب بندہ بلند مرتبہ قربِ الٰہی کی طرف پرواز کرتا ہے۔ بے ذوق سجدوں سے بات نہیں بنتی اور ساتھ گناہوں سے بچنا بھی ضروری ہے۔

عقل و دل و نگاہ کا مُرشدِ اَوّلین ہے عِشق
عشق نہ ہو تو شرع و دین بُت کدۂ تصوّرات
صِدقِ خلیلؑ بھی ہے عِشق صبر حسینؓ بھی ہے عشق
معرکۂ وجود میں بدرو حنین بھی ہے عِشق
(اقبال)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سُود لینے والے، سُود دِلانے والے، لکھنے والے اور گواہوں پر لعنت فرمائی (مسلم)

# فردِ زماں شہبازِ لامکاں حضرت خواجہ فضل الدین چشتی صابری کی طویل عرصہ کے بعد جنگلوں وویرانوں سے واپسی

دست از طلب ندارم تا کام من برآید
یا تن رسد بجاناں یا جاں زِتن برآید

حضور باباجی صاحب جب کہوٹہ کے جنگلوں اور ویرانوں سے واپس تشریف لائے تو پہلے موضع سنگھوری میں قیام فرمایا اور یہاں آکر آپ نے اِتنا شدید ترین جہادِ نفس شروع کیا جس کی کہیں مثال نہیں ملتی۔ اِس گاؤں میں آکر آپ نے خاردار جھاڑیوں پر لیٹنا شروع کیا، گرمیوں کی سخت دھوپ میں قمیض اتار کر پتھر کی سِل پر اپنے جسم مبارک کو ملتے اور بعض اوقات حالتِ وجد میں جسم مبارک کو چھرّیوں سے کاٹتے اور پھر زخموں پر مرچیں چھڑکتے تھے

اے جبریلؑ نہ کر تقلید میرے جذّب و مَستی کی
تن آساں عرشیوں کو ذکر و تسبیح و طواف اولیٰ

(اقبال)

کئی مُدتاں لائی کے پیر صابر آئے وچ سنگھوری دے جان میاں
اَوتھے کار ہور چا شروع کیتی ایہیہ تے طاقت نہیں کسے اِنسان میاں
لیٹ لیٹ کے پھوہڑ پلیٹ ہوندے جھاڑی بُوچڑی کیتی ویران میاں
ٹُٹ ٹُٹ کے جھاڑیاں سُک گئیاں آیا دِل دے وِچ ارمان میاں
تیلا رُکھ بھی یادِ خدا کردا اَساں کیتا ہے سخت زیان میاں
لدّ خار ڈوڈے دِی ویکھیو نے لیٹے اِس تے لاتران میاں
کنڈے کنڈ تلے مِصل خاک مَلے چُبھن تیر عاشق جِگر جان میاں
کنڈے پُڑن سیتی ہوں زخم کیتی ہوے جان تھیں خُون روانِ میاں
جدوں زخم وچوں خون ختم ہویا بیرا سیخ تے چا چڑھان میاں
بکرا ذبح کر کے اپنے جسم والا کیتی یار تھیں جان قربان میاں

سارڑ بال کے جِسم انگار کیتا مہنہ تھیں ہوندا کدوں بیان میّاں
مولا بخش عشقے ریت ہور دَسّی پڑی دُھپ تے چا وچھاں میّاں
ماس جان دا اُس پر کباب کرنا کیتا شروع ہوئے قبول میّاں
جان حال جان کے جان بے حال کیتی جیویں ماس بُھنن سیخ سول میّاں
غوطہ ماریا عِشق دریا اَندر نہ ہے عرض جیندا نہ ہے طول میّاں
گوشت کَٹ کے تے ٹکڑے سَٹ دِتے کیتا نفس تے قہر نزول میّاں
تن تے چُھرّی ماری اندر عمر ساری رہندے تے ہر دم ملول میّاں
پین کھان نہ آیا دھیان اندر کیتا یار مطلوب وصول میّاں
واصل ہو کے لایزال پہنچے اَصل سمجھ کے حرِص فضول میّاں
کیتی ترک دُنیا پائی جھلک ماہی مولا مِل گیا اَصل اصول میّاں
(بحوالہ گُلزارِ فضل)

اللہ تعالیٰ کے عِشق و محبّت کے خنجر سے ذبح کیا ہوا ایک مردِ کامل جب کلیام شریف تشریف لائے تو تمام عمر پاؤں کے بل بیٹھے رہے اور پُشت لگا کر نہ سوئے۔ کلیام شریف کے ایک بُزرگ درگاہی نمبردار فرماتے ہیں کہ اَسّی سال سے تو مجھے یاد ہے کہ آپ نے پلنگ مبارک نزدیک بھی نہیں کیا۔ آج پہلی مرتبہ بعد از وصال شہنشاہ کو پلنگ مبارک پر دیکھا۔

خونِ دل پینے کو اور لختِ جگر کھانے کو
یہ غذا ملتی ہے جاناں تیرے دیوانے کو

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دنیا میں دو روّیہ ہو کہ اُس کے منہ پر اُس کی بات کر دی اور اُس کے منہ پر اُس کی تو قیامت کے روز اُس کی آگ کی زبان ہو گی۔ (دارمی)

# منقبت بحضور سلطان العارفین شیخ بابا فضل الدین کلیامی

مِن جنابِ مظہر علی مظہر صاحب

رُخِ روشن سے جب پردہ اُٹھایا فضل خواجہ نے
تو ذرّے ذرّے کو سُورج بنایا فضل خواجہ نے

نہ کچھ شانِ امیری تھی فقیری ہی فقیری تھی
سماں اَلْفَقْرُ فَخْرِی کا دکھایا فضل خواجہ نے

جب آئے وجد میں تو چُھریّوں سے کاٹا جِسم نازک کو
نمک اور مرچ زخموں پر لگایا فضل خواجہ نے

وہاں سر آپ کا ہے گود میں حورانِ جنّت کی
یہاں پتھر کا سرہانہ بنایا ہے فضل خواجہ نے

تیرے نالے بھی اے مظہر عجیب تاثیر رکھتے ہیں
کہ پھر کلیام میں تجھ کو بلایا فضل خواجہ نے

میانہ روی اختیار کرو۔ (مشکوٰۃ)

# باباجی کا جسم مبارک کو چُھرّیوں سے کاٹنا تعجب کی بات نہیں

دیکھے تیرا جلوہ تو تڑپ جائے نظر بھی
نُور سے تیرے روشن ہیں شمس بھی قمر بھی

آپ کی سوانح حیات کا مطالعہ کرنے سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیّاں ہے کہ آپ مجذوب سالک تھے یعنی آپ کا جذّب سلُوک پر مقدم تھا تو حالتِ جذّب و وجد کی کیفیت زبان و قلم سے بیان نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ ایسا راز ہوتا ہے جو عاشق و معشوق کے درمیان مخفی ہے چنانچہ بعض اوقات آپ سے ایسے واقعات رونما ہوئے جن کا اہلِ ظاہر انکار کرتے ہیں جیسا کہ آپ بعض اوقات اپنے جسم مبارک کو چھرّیوں سے کاٹ دیا کرتے تھے تو اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں حضرت ذلیخا علیہ السّلام کو سہیلیاں طعنے دیا کرتی تھیں تو اُنھوں نے ایک روز سب کی دعوت کی اور ہر اِک کے ہاتھ میں ایک چُھرّی اور سیب کھانے کے لیے دیئے جب وہ سیب کاٹنے لگیں تو اچانک حضرت یوسف علیہ السّلام کو سامنے کیا جب اُن کی نظریں آپ کے چہرۂ انور پر پڑیں تو وہ آپ کے حُسن و جمال کی تاب نہ لا سکیں اور دیدار میں ایسی مستغرق ہوئیں کہ سیب کاٹنے کی بجائے اپنی ہی اُنگلیاں کاٹ ڈالیں۔ اُنگلیاں کٹ گئیں خون بہہ رہا ہے لیکن وہ آپ کے حُسن و جمال کے دیدار میں اس قدر مدہوش تھیں کہ کِسی کو اپنی جان کی تکلیف کا ہوش تک نہ تھا۔ اِسی طرح قلبِ عارف پر اللہ تعالیٰ عزّوجل کے حُسن و جمال کی تجلّیات وارد ہوتی ہیں تو بعض اوقات جسم کاٹنے میں کیا تعجب ہے۔

حضرت ابو محمد رویم فرماتے ہیں قلبِ عارف ایسا آئینہ ہوتا ہے جس میں ہر لمحہ تجلّیات کا انعکاس ہوتا رہتا ہے۔ (مؤلف)

چشمِ اُلفت میں نہ ڈالوں گا کسی پر بخدا
جب تک مجھ کو نہ دِکھلائے گا تو اپنا جمال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عَرض کی گئی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم دیکھتے ہیں ایک مومن عاجزی کرتا ہے اور دوسرا عاجزی نہیں کرتا اس کا کیا سبب ہے۔ فرمایا جو ایمان کی مٹھاس پاتا ہے وہ عاجزی کرتا ہے جو نہیں پاتا وہ اکڑا رہتا ہے۔ عرض کیا گیا یہ مٹھاس کیونکر نصیب ہوتی ہے۔ فرمایا اللہ کے ساتھ سچّی محبّت سے پس طلب کرو اللہ کی رضا اور اُس کے رسول کی رضا اُن کے سچے عشق میں۔ (حدیث بحوالہ دلائل الخیرات)

## حضور باباجی صاحب کا گرمیوں کی سخت دھوپ میں پتھر کی سلوں پر مجاہدہ

آپ کا یہ جہادِ نفس بہت مشہور ہے کہ آپ گرمیوں کی شدید دھوپ میں اپنی قمیض مبارک اُتار کر اپنے جسم اطہر کو پڑیوں یعنی پتھر کی سِلوں پر ملتے رہتے تھے۔ چنانچہ حضرت پیر سیّد مہر علی شاہ صاحب کی کتاب میں بھی لکھا ہے کہ آپ گرمیوں کی سخت دھوپ میں پتھر کی ایک سِل پر پڑے رہتے تھے اور عشقِ الٰہی کے سوز میں ہائے ہائے کرتے تھے۔ اَب بھی وہ پڑیاں موجود ہیں جن پر آپ جہادِ نفس کیا کرتے تھے۔ ایک پڑی مبارک تو کلیام سیّداں میں ہمارے گھر میں موجود ہے جو حضور باباجی صاحب کا آبائی گھر تھا اور کچھ پڑیاں کلیام اعوان میں ہیں اور جو پڑی ہمارے گھر کلیام سیّداں میں ہے اُس کے بارے میں میرے دادا جان حضرت چراغ دین صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ ایک ہندو عورت ہمارے گھر آئی تو اُس کا معصوم لڑکا اچانک پڑی مبارک کے اوپر چڑھ گیا اور پیشاب کر دیا تو لڑکے کے ہاتھ پاؤں اُسی وقت ٹیڑھے ہو گئے۔ یہ منظر دیکھ کر اُس کی ماں رونے چلانے لگی۔ پھر اُس نے پڑی کو خوب اچھی طرح دھویا اِس کے بعد اُس بچّے کے ہاتھ پاؤں بالکل درست ہو گئے۔ وَاللّٰہ علم (مؤلف)

اُدھر تو اَلعطش گرمی اِدھر تپتی ہوئی پڑیاں
وہ جِن پر نفسِ سرکش کو جلایا فضل خواجہ نے

آدمی کے اِسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ بے فائدہ چیزوں کو چھوڑ دے۔ (ابنِ ماجہ)

# خواجۂ کلیامی کا جہادِ نفس حدیث شریف کی روشنی میں

حدیث قُدّسی:

## "عاذنفسك فانها النتبتت بمادانی"

اپنے نفس کو دشمن رکھ کیونکہ وہ میری دُشمنی پر کھڑا ہے۔

یہ واقعہ حضرت امام غزالی کی مشہور کتاب "احیاء العلوم" سے نقل کیا گیا ہے جس کے مترجم مسلک دیوبند کے بزرگ حضرت مولٰنا محمد حسن نانوتوی ہیں۔ حضرت طلحہؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک روز ایک شخص چلا اور اپنے کپڑے اُتار کر دھوپ کے دِنوں میں کنکروں پر خوب لَوٹا اور اپنے نفس سے کہتا تھا رات کے مُردار اور دِن کے بے کار لے مزہ چکھ آتشِ جہنم میں اس سے بھی زیادہ حرارت ہے۔ اِسی اثناء میں اُس کی نظر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر پڑی جو ایک درخت کے سائے تلے تشریف رکھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میرا نفس مجھ پر غالب ہو گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا "جو علاج تُو نے کیا اِس کے سوا کوئی تدبیر نہ تھی۔ آگاہ ہو کہ تیرے واسطے آسمان کے دروازے کھولے گئے اور اللہ تعالیٰ نے تیرے باعث فرشتوں پر فخر کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحابؓ سے فرمایا اپنے اِس بھائی سے کچھ توشہ لے لو پس لوگوں نے (صحابہ کرامؓ نے) ہر طرف سے اُس کو کہنا شروع کیا کہ میّاں ہمارے لیے بھی دعا کرنا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان سب کے لیے دعا کر۔ اِس شخص نے کہا الٰہی تقویٰ کو اِن کا توشہ بنا اور ہدایت پر اِن کے کام کو جمع کر۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے الٰہی تُو اِس کو راہِ راست پر کر۔ تب اِس شخص نے کہا الٰہی جنت کو ان کا ٹھکانہ کر۔ (احیاء العلوم، ج:۴، ص:۶۸۵، مترجم مولٰنا محمد حسن)

# حضور باباجی صاحب کلیامی بلند پایۂ عالمِ دین تھے

حضور باباجی صاحب کی پیدائش ہی مذہبی و علمی گھرانے میں ہوئی جو کئی پشتوں سے عالم، حافظ و فقیر درویش چلے آرہے تھے۔ آپ کے والد محترم دینی علوم و فنون کا سُمندر، بلند پایۂ عالم دین، حافظِ قرآن اور صاحب کشف درویش اور کاتب بھی تھے۔ آپ نے اپنے دستِ مبارک سے فارسی زبان میں اِسلامی کتب بھی تالیف کی ہیں اور کلیام سیّداں کی جامع مسجد میں درس و تدریس و امامت کے فرائض بھی سرانجام دیتے تھے۔ گرد و نواح کے لوگ اگر کسی کو کوئی دینی مسئلہ درپیش ہوتا تو آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتے تھے۔ آپ کے دونوں بھائی اور دادا محترم بھی حافظِ قرآن تھے۔ آپ کی والدہ محترمہ بھی اللہ کی وَلیّہ تھیں۔ چنانچہ آپ نے اِبتدائی تعلیم اپنے والد محترم کے مدرسہ میں کلیام سیّداں میں ہی حاصل کی۔ اس کے بعد آپ اپنے

بڑے بھائی حضرت علّامہ حافظ غلام رسول کے ہمراہ کلیام اعوان میں حضرت خواجہ حافظ محمد شریف خان صاحب دہلوی کے پاس دینی، ظاہری و باطنی تعلیم و تربیت کے لیے جایا کرتے تھے۔ اِس کے علاوہ بھی آپ اِسلامی مدارس میں پڑھتے رہے ہیں جس کا ثبوت گُلزارِ فضل سے بھی ملتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس محبوب عاشق کو ظاہری و باطنی تعلیم و تربیت کے زیور سے آراستہ کیا تھا۔ (مؤلف)

## گلہائے عقیدت بحضور فردِ زماں غریب النّواز

## پیر کامل حضرت خواجہ فضل الدین کلیامی رحمۃ اللہ علیہ

مِن سیّدی رہبر کامل محدّث ہزاروی مُفسرِ قرآن سیّد محمود شاہ محبوب آباد حویلیاں

خواجۂ کلیامی تیرا آباد مےٴ خانہ رہے
مئے وحدت سے بھرا ہر وقت پیمانہ رہے
جھمگٹا ہو ہر گھڑی در پہ تیرے عشّاق کی
مئے سے تیری ہر گھڑی ہر فَرد مستانہ رہے
مُخبر صادق کہوں یا کلیری صابر کہوں
فرید پٹنیہ یا ثانیٔ عبدالقادر کہوں
شمس تبریزی کہوں یا زندۂ بسطامی کہوں
لیلۂ مدّنی کہوں یا فضل کلیامی کہوں
در پہ تیرے ہر گھڑی ہر بار آنا رہے
شمع کا شانہ تیرا محمود پروانہ رہے

یُوں محسوس ہوتا ہے کہ محدّث ہزاروی نے یہ اشعار انتہائی جذب و شوق کے ساتھ خواجہ کلیامی کی محبّت میں ڈوب کر کہے۔

(مؤلف)

# باباجی صاحب کی ہڈیوں سے تڑاق تڑاق کی آواز

حضرت پیر سیّد مہر علی شاہ صاحب فرماتے ہیں باباجی صاحب (کلیامی) ظاہر بینوں سے اپنے آپ کو نہایت ہی مستور رکھتے تھے ایک مرتبہ آپ کی مجلس میں ایک شخص بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ کرنے لگا جو نہی اُس شخص کی زبان سے لفظ فرید نکلا تو آپ کی ہڈیوں سے تڑاق تڑاق کی آواز آنے لگی۔ ہم نے دِل میں کہا سُبحان اللہ! مُردہ بدن میں جان آگئی۔ اگر اس محفل میں وجد کا کوئی منکر شخص ہوتا وہ بھی حیران رہ جاتا باباجی کی نظر میں ناموس ظاہری کی کوئی وقعت نہ تھی۔ بیباکانہ جمالِ مطلق کو مظاہر صورّیہ میں ملاحظہ کرتے تھے اور فرماتے تھے نیّت مستقیم ہو تو اِنسان منزل کو پالیتا ہے۔ (ملفوظاتِ مہریہ)

نفس پلید برتن جامۂ پاک چہ سُود
در دِل ہمہ شرک است سجدہ بر خاک چہ سُود

(نفس ناپاک ہے تو جسم پر پاک کپڑوں سے کوئی فائدہ نہیں دِل میں شرک ہے تو زمین پر سجدہ کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔)

# پیرجی درویشی خلافِ نفس ہے

غوثِ زماں حضرت پیر سیّد مہر علی شاہ فرماتے ہیں ایک دن باباجی صاحب نے پاک پتن میں میرا ہاتھ پکڑ کر اپنی پشت پر رکھا ہاتھ رکھنے سے معلوم ہوا اِن کی پیٹھ کی ہڈیاں قدرے ٹوٹی ہوئی ہیں۔ میرے دریافت کرنے پر آہستہ سے میرے کان میں تین بار یہ مقرر کلمہ فرمایا "پیرجی درویشی خلافِ نفس ہے۔" (ملفوظاتِ مہریہ)

تو مباش اصلا کمال ایں است و بس
رو درو گُم شو وصال ایں است و بس

(تو خود نیست ہو جا یہی کمال ہے اُس موجودِ حقیقی میں اپنی ہستی موہوم کو فنا کر دے وصال یہی ہے۔)

## میں نہیں جانتا ہوں کہ کسی پھل کا ذائقہ کیسا ہوتا ہے اور میٹھا کسے کہتے ہیں

غوثِ زماں حضرت خواجہ پیر مہر علی شاہ صاحب فرماتے ہیں ایک دِن باباجی صاحب نے مجھ سے فرمایا "پیر جی! درویشی مجاہدہ کا نام ہے۔ کئی برس سے نفس ٹھنڈا پانی مانگتا ہے لیکن میں اسے گرم پانی دیتا ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ کسی پھل کا ذائقہ کیسا ہوتا ہے اور میٹھا کسے کہتے ہیں۔ خوراک کے طور پر دال کے چند گھونٹ دوسرے تیسرے روز پی لیتے تھے۔ باباجی نفس کشی میں اپنی مثال نہیں رکھتے تھے۔ گرمیوں کی سخت دھوپ میں پتھر کی ایک سِل پر پڑے رہتے اور سردیوں میں سقّے کو چھت پر کھڑا کر کے ٹھنڈے پانی کی دھار اپنے سر پر ڈلواتے اور عشق الٰہی کے سوز میں ہائے ہائے کرتے رہتے۔ ایک دن کمرے میں سو رہے تھے کہ پاس ہی کسی چارپائی پر ستار رکھی ہوئی تھی۔ ایک چوہا تاروں سے ٹکرا کر گُذرا تو جھنکار نکلی۔ تڑپ کر چارپائی سے دُور جا گرے کہتے تھے ہائے سڑی گیاں، ہائے بَلی گیاں سماع کا شوق نہایت غالب تھا۔ (مہر مُنیر)

## باباجی صاحب کا کوئی سانس اِسمِ ذات کے ذکر سے خالی نہ گذرتا تھا

حضرت پیر مہر علی شاہ فرماتے ہیں مجھے حالتِ حیات بابرکات باوافضل الدین کلیامی میں اُن کے پاس جانے کا اتفاق ہوا ہے۔ جس قسم کی ریاضتِ شاقہ نفسانی راحت کو توڑنے والی اُنہوں نے کی ہیں اہل زمانہ نے اُن کی نظیر نہیں دیکھی۔ بعض اہلِ ظاہر اُن کے اندرونی درد اور شغل باطن سے بے خبری کے باعث ان پر معترض ہوتے تھے۔ حالانکہ اُن کا کوئی نفس (سانس) اسمِ ذات کے ذکر سے خالی نہ گذرتا تھا اور کمال استغراق حال سے اشغال ظاہری کی طرف توجہ کرنے سے معذور تھے۔ (مہر منیر)

## باباجی صاحب کے روضہ سے عِشقِ الٰہی کی ہوائیں چلتی ہیں

ایک مرتبہ حضرت پیر سیّد مہر علی شاہ صاحب بذریعہ ریل گاڑی سفر سے واپس آ رہے تھے۔ سخت سردی کا موسم تھا۔ صبح سویرے جب کلیام شریف قریب آیا تو فرمایا اِدھر کی کھڑکیاں کھول دو کہ باباجی کے روضہ سے عشق الٰہی کی ہوائیں چلتی ہیں۔ پنجہ ضلع شاہ پور کے مشہور عالم و قاری عبدالحکیم صاحب فرماتے ہیں کہ جب میں چھاؤنی راولپنڈی میں امام مسجد تھا تو اکثر کلیام شریف حاضر ہوا کرتا تھا۔ باباجی کے مرید مولوی صاحب ان دِنوں حج کے لیے گئے تو واپس آ کر عرض کی کہ مجھے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں مشرف فرما کر ارشاد فرمایا کہ اپنے بدعتی پیر کو میرا سلام کہنا۔ یہ سُن کر باباجی صاحب کو بڑی کیفیت ہوئی اور عرصہ تک اِس پر وجد کرتے رہے۔ (مہر منیر)

# باباجی صاحب پر توحید و ربوبیّت کا غلبہ

باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر توحید و ربوبیت کا اتنا غلبہ تھا کہ آپ غیر مسلموں سے بھی مہربانی کے ساتھ پیش آتے اور اُن کے لیے دعائے خیر فرماتے تھے۔ کلر کا ایک ہندو زرگر (گولڈ سمتھ) آپ کا مُرید تھا اس نے یہ کہہ کر بمعہ اہل و عیال مسلمان ہونا چاہا کہ قیامت کے دِن بھی آپ کے دامن سے وابستہ رہوں تو فرمایا کہ میں نے تمہیں مسلمان کر لیا ہے قیامت کے روز اگر میں اِس قابل ہوا تو تمہیں پہچان لوں گا۔ (مہرِ منیر)

# منقبت در شانِ حضور خواجہ پیر فضل الدین صابر رحمۃ اللہ علیہ

مِن الحاج درویش حضرت لعل حُسین نقشبندی چشتی رتیالوی

یہ گلزارِ فضل شاہ ہے کہ جس کی شان عالی ہے
فضل ہر پتے پتے پر فضل ہر ڈالی ہے
خداوند فضل سے اپنے فضل پہ فضل کرتا ہے
خدا نے فضل کرنے کی فضل اِک راہ نکالی ہے
فضل کے چمن کے جو جو فضل سے پھول کھلتے ہیں
عجب رنگ کے ہوتے ہیں کہ جن کی شان عالی ہے
چمن کلیام کے اندر بہار ہے ہاڑ، پوہ مہینہ
ہیں خوشبو پھول سب دیتے نہ رہتا کوئی خالی ہے
بھنور، بلبل، کوئل، طوطے مزے لے لے کے جاتے ہیں
فضل سے فیض پاتا ہے جو آتا یہاں سوالی ہے
یہ باغِ فضل کلیامی رہے سرسبز نہ کیونکر
خدا خود اُس کا مالک ہے فضل خود اُس کا مالی ہے
فضلشاہ فضل سے اپنے فضل اِس لعل پہ کرنا
تیرے در کا یہ خادم ہے تیرے در کا یہ سوالی ہے

# حضرت سیّد پیر مہر علی شاہ صاحب کو خواجۂ کلیامی کی دعا

## (بمقام راولپنڈی شہر)

حضرت سیّد پیر فضل الدین گولڑوی جو پیر مہر علی شاہ صاحب کے ماموں اور قادریہ سلسلہ میں آپ کے مُرشد بھی تھے اور آپ کا مزار شریف بھی گولڑہ میں ہی مرجعِ خلائق ہے۔ آپ حضور باباجی کلیامی کے ساتھ بے حد عقیدت و محبّت رکھتے تھے جس کا اندازہ ان واقعات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

حضور باباجی صاحب کلیامی کے ایک عیدانامی مُرید بیان کرتے ہیں کہ گولڑہ شریف میں میری رشتہ داری ہے جس کی وجہ سے وہاں میری آمدورفت رہتی تو گولڑہ کے بڑے پیر صاحب پیر فضل الدین میرے مُرشد خواجۂ کلیامی کی وجہ سے میرے ساتھ بہت ہی شفقت فرمایا کرتے تھے۔ ایک روز اُنہوں نے مجھے بلایا اور فرمایا کہ معلوم ہوا ہے تمہارے مُرشد راولپنڈی شہر آئے ہوئے ہیں اور میری ہمشیرہ کا بیٹا مہر علی شاہ ہندوستان سے علمِ دین حاصل کر کے آیا ہے۔ اِس کو اپنے مُرشد کے پاس لے جاؤ اور دعا کرانا اور ساتھ ہی دو سیر مِصری اور دو روپے نذرانہ بھی دیا اور فرمایا کہ اپنے مُرشد کو میری طرف سے سلام عرض کرنا اور یہ نذرانہ آپ کی خدمت میں پیش کرنا چنانچہ میں صاحبزادہ صاحب مہر علی شاہ کو لے کر راولپنڈی شہر تکیہ شاہو کے مقام پر پہنچا تو دیکھا کہ شہنشاہِ کلیام جلوہ افروز ہیں اور سب درویش حاضرِ خدمت ہیں تو میں نے سلام عرض کر کے نذرانہ پیش کیا آپ نے سلام کا جواب دیا اور کوئی بات نہیں کی۔ صاحبزادہ صاحب پیر مہر علی شاہ بھی دوزانوں ہو کر بیٹھ گئے۔ چنانچہ باباجی صاحب تمام حاضرین کی طرف متوجہ رہے لیکن مہر علی شاہ صاحب کی طرف توجہ نہ فرمائی تو میں دل میں پریشان ہوا کہ میرے مُرشد تو آپ کی طرف توجہ ہی نہیں فرما رہے ہیں اور وہاں پر ہی بیٹھے بیٹھے جب ظہر کی نماز کا وقت ہو گیا تو آپ نے مسجد میں جا کر نماز پڑھنے کی اجازت مانگی تو فرمایا جا پڑھ آ۔ جب نماز پڑھ کر واپس آئے تو پہلے کی طرح ادب کے ساتھ دوزانوں بیٹھ گئے اور پھر وہاں بیٹھے بیٹھے جب عصر کی نماز کا وقت ہوا تو صاحبزادہ صاحب نے پھر نماز کے لیے مسجد جانے کی اجازت مانگی تو فرمایا جاؤ خدا کا حق ادا کر آؤ۔ چنانچہ آپ گئے اور نماز پڑھ کر واپس آئے اور پہلے کی طرح باادب بیٹھ گئے۔ لیکن جب میں نے دیکھا کہ میرے مرشد نے ابھی تک صاحبزادہ صاحب کی طرف توجہ نہیں فرمائی تو میں سخت پریشان ہوا۔ اِسی طرح جب مغرب کی نماز کا وقت ہوا تو پھر اجازت مانگی تو فرمایا دل مانتا ہے تو پڑھ آجا تیری مرضی۔ آپ گئے نماز پڑھ کر واپس آئے اور پہلے کی طرح بیٹھ گئے۔ جب مغرب کے بعد حاضرین کے لیے کھانا آیا تو اُس وقت بھی آپ نے اِن کی طرف توجہ نہ دی۔ بہر حال میں نے پیر صاحب کے سامنے کھانا پیش کیا لیکن آپ نے پریشانی کے عالم میں چند لُقمے لیے اور چھوڑ دیا۔ اور جب عِشاء کا وقت ہوا تو سب مہمانوں میں بستر تقسیم

ہور ہے تھے جب میں نے بستر مانگا تو فرمایا پرسوں بنیں گے حالانکہ سخت سردی کا موسم بھی تھا پھر فرمایا

ستھر گاہ گاہ مسجد اندر ساری عمر گذاری

اَج میں اِسنوں سیج سوالاں مَت تیری کیوں ماری

چنانچہ باباجی صاحب کی یہ بات سُن کر میں بہت شرمندہ ہوا کہ عزّت دار آدمی کو ساتھ لے کر آیا ہوں اور آپ میری وجہ سے پریشان ہو رہے ہیں۔ بہرحال صبر کے سوا اور چارہ ہی کیا تھا۔ اِس کے بعد میں اور صاحبزادہ مہر علی شاہ صاحب دونوں اُٹھ کر مسجد کی طرف چلے گئے۔ عشاء کی نماز کے بعد پیر صاحب چراغ کے پاس بیٹھ کر کتاب پڑھنے لگے۔ جب میں نے دیکھا کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں تو میں نے عرض کی یا حضرت! سردی بہت زیادہ ہے اس لیے ایسا کریں کہ اپنا کمبل اور میرا کمبل جوڑ کر سو جائیں تو آپ نے فرمایا "بابا چُپ کر کے سو جا۔ مجھے آج کوئی بات بھی اچھی نہیں لگتی۔" چنانچہ پیر صاحب کو پریشان دیکھ کر میری بھی نیند اُڑ گئی۔ رات اِسی پریشانی میں گذار دی۔ پیر صاحب نے بھی تمام رات بیٹھے کتاب پڑھتے ہوئے گذار دی۔ جب صبح کا وقت ہوا تو فرمایا بابا آپ یہاں رہیں اور میں شاہ چن چراغ کی مسجد میں جا رہا ہوں وہاں نماز پڑھنی ہے اور سلام بھی کرنا ہے۔ چنانچہ صبح کی نماز کے بعد میں آپ کا انتظار کرتا رہا لیکن جب کافی وقت گُذر گیا اور آپ نہیں آئے حتیٰ کہ جب سورج نِکل آیا تو میں بہت پریشان ہوا کہ پیر صاحب ابھی تک واپس کیوں نہیں آئے تو میں آپ کا پتہ کرنے کے لیے حضرت شاہ چن چراغ کے مزار پر گیا تو دیکھا کہ

جاںؔ میں پُہتا شاہ دے روضے اگے پئے تڑفدے

وانگ پکھیرُو کُھٹے ہوئے اُٹھن ڈہن پھڑ کدے

پگڑی ہودر دُھسہ ہودر کتاب پئی رُلے

جھگ جاوے منہ میٹیا مُٹھیں راہ فقر دے کُھلے

چنانچہ آپ پر سماع کا شوق نہایت غالب تھا۔ حضرت شاہ چَن چراغ کے روضۂ مبارک پر کسی نے ستار بجا کر کوئی گیت گایا تو آپ وجد میں آ گئے۔ آپ پر وجدانی کیفیت اس قدر طاری تھی کہ آپ تڑپ رہے تھے۔ آپ کی پگڑی (عمامہ مبارک) اور کتاب علیحدہ پڑی ہوئی تھیں۔ چنانچہ میں نے آپ کی پگڑی و کتاب زمین سے اُٹھائیں اور اُسی بے ہوشی کے عالم میں آپ کو کندھے پر اُٹھا کر لے گیا اور اپنے مُرشد خواجۂ کلیامی کے سامنے لٹا دیا اور ہاتھ باندھ کر رات اور صبح والا واقعہ بیان کر دیا۔ میرے مُرشد لجپال حضرت خواجہ فضل الدین ہاشمی نے آپ کے سَر سے لے کر سینہ مبارک تک اُپنا دستِ مبارک پھیرا تو آپ فوراً کلمہ طیّبہ پڑھ کر بیٹھ گئے۔ میرے مرشد خواجۂ کلیامی نے ایک شعر پڑھ کر سنایا تو پیر صاحب نے بھی پڑھا۔ پھر آپ نے دوسرا شعر پڑھا تو پیر

صاحب نے بھی اُس کا صحیح جواب سُنایا۔ لیکن جب آپ نے تیسری مرتبہ دیوانِ حافظ کا شعر پڑھا تو آپ خاموش رہے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ خواجہ کلیامی نے آپ کے سر پشتوں پر شفقت کا ہاتھ پھیرا اور آپ کے لیے خصوصی دعا فرمائی اور فرمایا جاکر بیٹھ جاؤ (یعنی گولڑہ میں) اور آپ کے پاس مخلوقِ خدا اس طرح آئے گی جس طرح پرندوں کے غول ہوتے ہیں۔

تھاپڑا لاکے ٹورے صابر بیٹھ کے کرو بہاراں
در تیرے پر خلقت آسی بن بن مِثل اُڈاراں

بابا جی صاحب کے عیدا نامی مُرید بیان فرماتے ہیں کہ جب میں پیر صاحب کو لے کر واپس گولڑہ شریف پہنچا اور بڑے پیر صاحب پیر فضل الدین گولڑوی کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا واقعہ بیان فرمایا تو آپ نے فرمایا عیدا

پیر تیرے دا ثانی جگ وِچ نہ ہویا نہ ہوسی
پالے گا لج نام اپنے دِی نفسو نفس جاں روسی
ہکو ناں میرا تے اِس دا ایس گلوں شرما کے
میرا بیڑہ دُکھی جائیوں دیسی پار لنگھا کے

(گلزارِ فضل)

یا بحکمِ شرع در کارش فگن
یا بکلی در نمک سارش فگن

(یا شرع کے حکم کے لحاظ سے اس کو کام میں لگا یا پورے طور سے اِس کو نمک کی کان میں ڈال دے)

سچ نیکی ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور جھوٹ بدی ہے اور بدی دوزخ کی طرف لے جاتی ہے۔ (مسلم)

# مردِ قلندر درویش خواجہ فضل شاہ کلیامی فردِ زماں تھے

روایت ہے کہ مردِ قلندر درویش خواجۂ کلیامی کا ذکر ایک شخص نے ایسی مجلس میں شروع کیا جس محفل میں حضرت پیر سیّد فضل الدین گولڑوی موجود تھے تو وہاں پر ایک مولوی صاحب نے کچھ شِکوہ کیا اور کہا کہ وہ کیسا فقیر ہے کہ نماز نہیں پڑھتا اور ساز و قوالی سنتا ہے۔

سُندانت سرُود قوالاں پڑھدا نہیں نمازاں
سُن کے لوڑے راہ فُقر دا کر کر عُجز نیازاں

چنانچہ جب مولوی نے باباجی صاحب کے بارے میں یہ بات کی تو پیر صاحب کو غصہ آگیا اور فرمایا بس کر مولوی اُٹھ جا میری محفل سے تُو نے اُس مردِ خدا کا شکوہ میری محفل میں کیوں کیا ہے؟ وہ تو ایسا عاشقِ الٰہی ہے کہ آج روئے زمین پر اُس جیسا کوئی نہیں ہے۔

پھر فرمایا پیر صاحب نے عاشق اوہ مردِ ربّانی
لہندے چڑھدے قطب دکّھن وچ کوئی نہ اُس دا ثانی
بیعت کرن دے لائق اوہا سارے وِچ زمانے
نام فقیر اُسی دا ڈِٹھا اندر ایس زمانے
طالب اُسدے غالب دیکھے باقی اپر فقیراں
کِتنے اُسدے غالب اپر شیراں نال نظیراں

جب حضرت پیر سیّد فضل الدین گولڑوی نے خواجۂ کلیامی کی تعریف اِن سنہری الفاظ میں کی تو محفل میں موجود آپ کے ایک مرید راجہ شیر خان گکھڑ نے عرض کی یا حضرت اگر آپ اجازت دیں تو میں اپنے بیٹے لال خان کو بیعت کے لیے کلیام شریف بابا جی صاحب کے پاس لے جاؤں تو آپ نے فرمایا شیر خان میری طرف سے اجازت ہے جلدی لے جاؤ۔ چنانچہ راجہ شیر خان اپنے بیٹے لال خان کو کلیام شریف لے گئے اور فردِ زماں سلطان اُلعاشقین حضرت باباخواجہ فضل الدین کلیامی کے ہاتھ پر بیعت کرا دی اور آپ نے اُن پر ایسی نظرِ کرم فرمائی کہ لال خان اپنے وقت کے درویش ہو گذرے ہیں۔ (گلزارِ فضل)

پرِ تُوئے حُسنت گنج در زمین و آسماں
در حریم سیّنہ حیرانم کہ چُوں جا کردہ

ترجمہ: تیرے حُسنِ حقیقی کا پرتو زمین و آسماں میں نہیں سما سکتا مقام حیرت ہے کہ حریم سینہ میں کیسے سما گیا۔

# خوفناک سانپ اور باباجی صاحب کی مُریدنی کا واقعہ

مؤلف کتاب ہٰذا بیان کرتا ہے کہ یہ واقعہ ہمارے علاقہ میں بہت مشہور ہے۔ چنانچہ مجھ سے میرے والد محترم نے بیان کیا کہ تمہارے دادا یہ واقعہ سنایا کرتے تھے جو خود بھی خوفناک سانپ کو دُم کے ذریعہ پکڑ لیا کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ کسی گاؤں کی عورت جو حضور باباجی صاحب کی مُریدنی تھی روزانہ اپنے مُرشد کے لیے دودھ لے کر آیا کرتی تھی۔ ایک روز جب وہ حسبِ معمول دودھ لا رہی تھی تو اُسے دیر ہو گئی۔ رات کا وقت تھا کہ راستہ میں ایک خوفناک ناگ نے اُس کا راستہ روک لیا۔ وہ عورت ہرگز نہ گھبرائی اور سانپ کو مخاطب کر کے کہا

کالیا ناگا چھجلی والیا تُد کولوں کیوں ڈریئے

میّاں فضل جیئے مندروئی ہووَن سَپ لڑے کیوں مَریئے

سانپ نے فوراً سر جُھکالیا اور راستہ چھوڑ کر غائب ہو گیا۔ جب وہ عورت اپنے مُرشد لجپال خواجہ فضل الدین چشتی کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ اُسے دیکھ کر مُسکرائے اور فرمایا آج تمہارا راستہ کس نے روکا تھا تو اُس نے واقعہ بیان کر دیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ عورت موضع جاوا کی رہنے والی تھی۔ لیکن ایک مرتبہ میں کلیام سیداں کے ایک دوست سیّد حبیب حُسین شاہ کو ساتھ لے کر مورت گیا اور حضرت میاں ولایت حسین صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے بھی یہ مذکورہ شعر پڑھا اور واقعہ سنایا اور فرمایا وہ عورت کلیام ہی کی رہنے والی تھی۔ چنانچہ ہم ۱۳ اگست ۱۹۹۷ء کو مورت میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ آپ حضور باباجی صاحب کلیامی کے خلیفہ حضرت الحاج مولانا عبدالستار صاحب کے مُرید اور حضور باباجی صاحب کے مُرشد پاک کی اولاد میں سے تھے اور آپ کا مزار بھی موضع مُورت میں ہی مرجعٔ خلائق ہے۔ (مؤلف)

## حدیث شریف

حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ جو احتیاطیں تم کرتے ہو اِس کا دسواں حصہ بھی جو کرے گا اِس کے واسطے کافی ہو گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں۔ فرمایا تم نیک کاموں پر مددگار رکھتے ہو اِس سبب سے تمہارے اُوپر آسان ہے اور وہ لوگ یار و مددگار نہ رکھیں گے اور غافلوں میں وہ غریب ہوں گے۔ (حدیث بحوالہ کتاب امام غزالی)

# جو اللہ سے ڈرتا ہے ہر چیز اُس سے ڈرتی ہے

حضرت سُلیمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامات میں سے ہے کہ آپ مدائن سے تشریف لے چلے۔ ان کے ساتھ ایک مہمان بھی تھا۔ ہرن جنگل میں پھر رہے تھے۔ پرندے ہوا میں اُڑ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا "ایک ہرن اور ایک پرندہ میرے پاس آجاؤ کیونکہ میرے پاس ایک مہمان آیا ہے جس کی خاطر کرنی ہے۔" وہ آگئے تو اِس شخص نے کہا سُبحان اللہ! حضرت سلیمان فارسیؓ نے کہا کیا تم اِس سے تعجب کرتے ہو کیا تم نے کبھی ایسے بندہ کو دیکھا ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی ہو اور پھر کسی شے نے اُس کی نافرمانی کی ہو۔ (جمال الاولیاء)

مندرجہ بالا واقعات سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرے اور اُس کے احکامات پر عمل کر کے اُس کا قرب حاصل کر لے تو ہر چیز اُس کی فرمانبرداری کرتی ہے۔ حتیٰ کہ جانور، پرندے، سانپ اور درندے بھی سر تسلیم خم کر لیتے ہیں اور جو شخص اپنے آقا اپنے معبودِ برحق کی نافرمانی کرتا ہے تو پھر ہر چیز اُس کی نافرمان ہو جاتی ہے۔ حتیٰ کہ اُس کے اپنے بیوی بچّے بھی اُس کے نافرمان ہو جاتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ دنیا و آخرت کی پریشانیوں سے نجات کا راستہ بس ربِ کائنات کی فرمانبرداری ہے۔ (مؤلف)

# حضرت سلطان العارفین شیخ فضل الدین کلیامی رحمۃ اللہ علیہ اور پنجاب کا مہاراجہ رنجیت سنگھ

حضور باباجی صاحب کو متاعِ دنیا و دولت سے سخت نفرت تھی۔ اگر کوئی مُرید نذرانہ پیش کرتا تو آپ فوراً تقسیم کرنے کا حکم صادر فرماتے جو غرباء و مساکین اور معذور لوگوں کے حصہ میں آتا۔ مشہور ہے کہ پنجاب کا مہاراجہ رنجیت سنگھ آپ کے دربار میں حاضر ہوا اور ایک بڑی جائیداد نذرانہ کرنے کے لیے ایک کاغذ پیش کیا۔ آپ اُس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا تم مجھے متاعِ دنیا سے مرعُوب کرنا چاہتے ہو میری حکومت تو تمام رُوئے زمین پر ہے۔ تم بولو تمہیں کون کون سے علاقوں کی سَندِ حکومت دوں۔ چنانچہ رنجیت سنگھ اپنے عمل سے نادم ہوا اور دعا کے لیے درخواست کی۔ (انوارِ فضل شاہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو لوگوں کو عصبیت کی دعوت دے، عصبیت کے سبب جنگ کرے یا عصبیت کی حالت میں مرے۔ (مشکوٰۃ)

# محبّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور فقر

ایک مرتبہ ایک صحابیؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے آپ سے محبّت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھ کیا کہتا ہے۔ اُنہوں نے پھر یہی عرض کی۔ مجھے آپ سے محبّت ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر یہی ارشاد فرمایا جب تین مرتبہ یہ سوال وجواب ہوا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر تم اپنی بات میں سچے ہو تو فقر کے اوڑھنے بچھانے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اس لیے کہ مجھ سے محبّت رکھنے والوں کی طرف فقر اتنے زور سے دوڑتا ہے کہ جس طرح پانی کی رونچان کی طرف دوڑتی ہے۔ (اُسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم)

زِ راہِ میکدہ یاران عنان بگردانید
چرا کہ حافظ ازیں راہ رَفت و مُفلس شُد

(شراب خانہ کے راستہ سے اے دوستو پلٹ جاؤ کیونکہ حافظ اِس راستہ سے گیا اور مُفلس ہو گیا۔)

# ایک مُرغ ایک سو بیس آدمیوں نے سیر ہو کر کھایا

# کرامت شہنشاہ فضل شاہ چشتی صابری

یہ واقعہ حضرت میاں محمد حسین صاحب بیان فرماتے ہیں جو حضور باباجی صاحب کے خلیفہ تھے اور آپ کا مزار ضلع راولپنڈی کے گاؤں موضع ماڑی میں ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور باباجی صاحب موضع ڈنے کسی کے گھر تشریف لے گئے تو اُسی گاؤں کی ایک عورت جو سائیں عطِر کی بیوی تھی اُس نے اپنے خاوند کو کہا کہ باباجی کلیامی ہمارے گاؤں میں تشریف لائے ہیں تو میری دِلی خواہش ہے کہ اُن کی دعوت کروں۔ سائیں صاحب نے کہا ٹھیک ہے دعوت کا انتظام کرو۔ اُن کے گھر میں بمشکل ایک مرغ اور پانچ سیر آٹا تھا۔ بی بی نے کہا کہ باباجی کے ساتھ ستر آدمی ہیں اور پھر اُن کو ملنے والے بھی مزید آرہے ہیں۔ ایک مرغ اور پانچ سیر آٹا کیسے پورا ہو گا بہتر یہ ہے کہ گاؤں میں سے کسی سے قرض لے لیں۔ چنانچہ سائیں صاحب گئے لیکن پوا گاؤں گھومنے کے باوجود مشکل سے دو سیر گندم کے دانے مِلے۔ اَب اُنہوں نے چند لڑکیاں ساتھ لے کر جلدی جلدی سے دانے پیسے اور مُرغا وغیرہ ذبح کر کے دعوت کا انتظام کر لیا۔ جب کھانا تیار ہو گیا تو دستر خوان بچھا دیا گیا اور بی بی صاحبہ باباجی صاحب کو بُلانے گئیں اور جا کر عرض کی یا حضرت آپ تو ہمارے حال سے واقف ہیں ناں (یعنی آدمی زیادہ اور کھانے کا انتظام

کم) سب کو ساتھ لے کر ہمارے گھر تشریف لے آئیں۔ چنانچہ اُسی وقت ایک شخص آیا جس کے ساتھ چالیس آدمی تھے تو سائیں صاحب نے کہا حضرت جلدی چلیں شام کا وقت ہے پھر اندھیرا ہو جائے گا۔ آپ نے فرمایا پہلے یہ مہمان لے جاؤ اور اِن کو کھانا کھلاؤ۔ وہ شخص بولا کہ حضرت ہم کیا جائیں ہم تو چالیس آدمی ہیں اور وہاں تو ایک مُرغ پکا ہے اور وہ بھی آپ کی خاطر تو آپ نے فرمایا جاؤ اور پیٹ بھر کر کھاؤ بحث نہ کرو۔ چنانچہ وہ شخص آپ کا فرمان سُن کر چالیس آدمیوں کو ساتھ لے کر وہاں چلا گیا اور سب نے خوب سیر ہو کر کھانا کھایا۔ جب سب کھانا کھا چکے تو سائیں عطر نے کہا حضرت وہ سب آدمی کھانا کھا چکے ہیں اَب آپ بھی تشریف لائیں تو آپ نے فرمایا سب دوست اُٹھو اور جو مہمان آئے ہوئے ہیں وہ بھی ہمارے ساتھ چلیں اور جا کر کھانا کھائیں۔ جب آپ سب کے ساتھ وہاں پہنچے تو بہت لوگوں نے آپ کا استقبال کیا اور بی بی صاحبہ بھی بہت خوش ہوئیں اور عرض کی حضرت اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آپ نے ہمارے گھر میں قدم رکھا ہے۔ چنانچہ اُس وقت وہ شخص حاضر ہوا جس کے ساتھ چالیس آدمی تھے اور کہا یا حضرت مرغ تو ہم کھا چکے ہیں اور آپ کے ساتھ اتنے آدمی ہیں وہ کیا کھائیں گے تو خواجہ فضل شاہ لجپال نے فرمایا تم ذرا بیٹھ کر تماشہ تو دیکھو

ٹُرت جواب دِتّا صابر نے بہہ کے تک تماشہ
روٹی کھا کے حال سناساں رَتّی گھٹ نہ ماشہ
ہٹ بیٹھا اوہ امر مطابق ڈیرہ روٹی کھاوے
لاون روٹی بہت بتیرہ گھاٹہ کُجھ نہ آوے

چنانچہ ایک مرغ اور دس سیر آٹا ایک سو بیس آدمیوں نے سیر ہو کر کھایا جب سب لوگ کھانا کھا چکے تو آپ نے اِس شخص کو اپنے پاس بلایا اور ہانڈی کا ڈھکن اُتار کر تمام گوشت پرات میں اُلٹا دیا اور فرمایا اَب مُرغ کے سارے اعضاء گن لو کوئی کم تو نہیں ہے۔

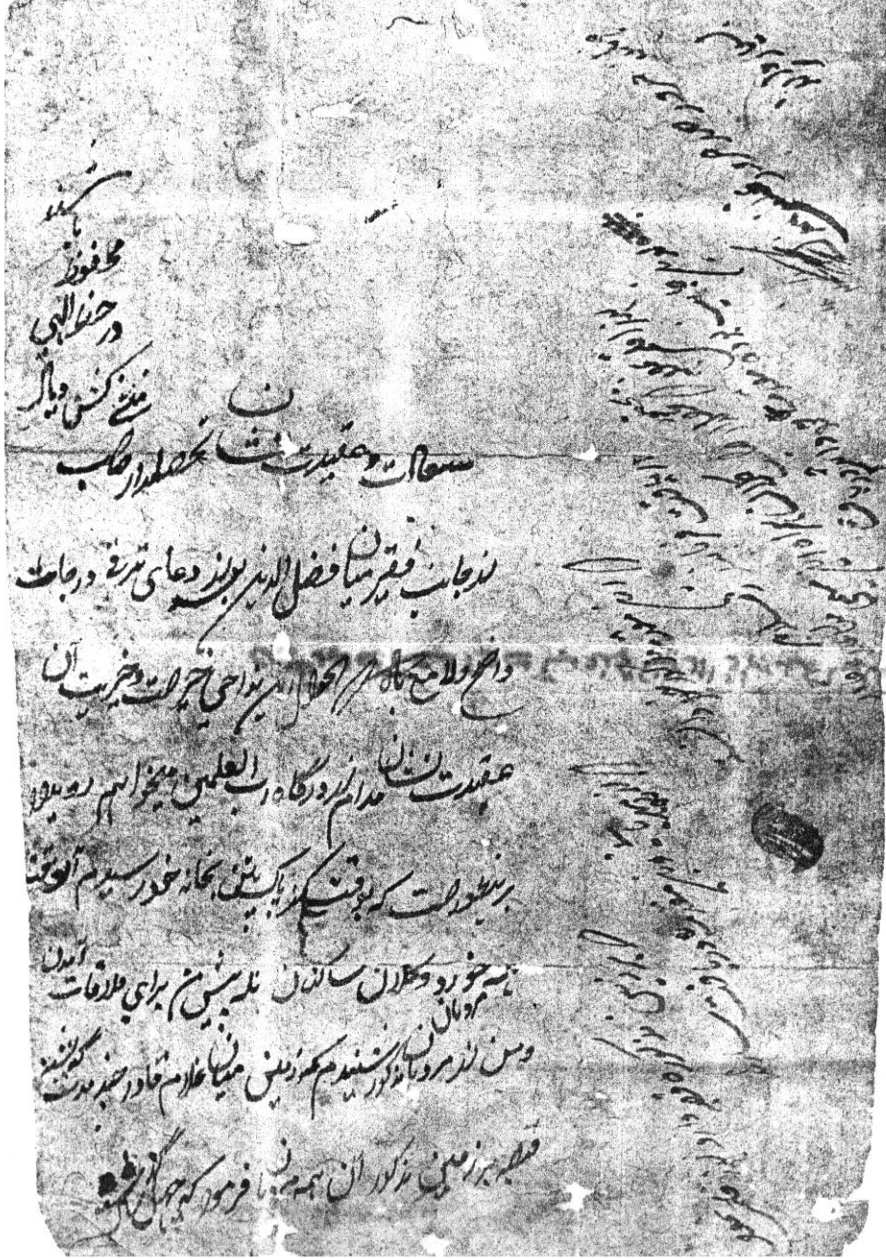
حکم دِتّا ہن اَنج ککڑ دے گِن لے میرے پیارے
سارے اَنج ککڑ دے پورے وِچ ترامی سارے

(گلزارِ فضل)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رِشوت لینے والے، رشوت دینے والے اور رشوت دِلوانے والے پر لعنت فرمائی ہے۔ (احمد و بیہقی)

رشوت دینے والا اور رشوت لینے والا دونوں دوزخ میں جائیں گے۔ (مشکوٰۃ شریف)

# باباجی صاحب کلیامی کے دستِ مبارک سے لکھی ہوئی تحریر مبارک کا عکس



یہ تحریر مبارک مجھے جناب عبد الحکیم ہاشمی صاحب نے عنایت فرمائی اور آپ حضرت حافظ میاں غلام قادر کے پوتے ہیں۔

(مؤلف)

# حضرت محمد حَسن ہاشمی پوتا شہنشاہِ کلیام وزوال تحصیلدار فتح جنگ

حُبِّ درویشاں کلیدِ جنت اَست
دُشمنِ ایشاں سزائے لعنت اَست

(درویشوں کے ساتھ محبّت رکھنا جنت کی چابی ہے ان سے دشمنی رکھنے والوں کی سزا لعنت ہے)

روایت ہے کہ تحصیل دار فتح جنگ جو کہ ہندو تھا کلیام شریف آیا اور باباجی صاحب کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر کسی کام کے بارے میں درخواست کی اور آپ نے اُس کے لیے دعا فرمائی۔ چنانچہ حضور باباجی صاحب کی دعا سے جب اُس کا کام ہو گیا تو دوبارہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور خوشی کے عالم میں عرض کی "یا حضرت اگر آپ کا کوئی کام ہو تو آپ کا حکم میرے سر آنکھوں پر۔" چنانچہ تحصیلدار کی یہ بات حاضرین نے دل میں رکھ لی کیونکہ کچہری میں اکثر لوگوں کے کام ہوتے ہیں۔ چنانچہ چھ سات مرتبہ ایسا ہوا کہ لوگ باباجی صاحب سے خط لے کر اُس کے پاس گئے تو اُس تحصیلدار نے خط کو چُوم کر آنکھوں سے لگایا اور کام بھی کر دیئے۔ اس کے بعد پھر ایک شخص آیا اور رو رو کر عرض کی یا حضرت! میں سخت پریشان ہوں میرا کچہری میں کام ہے آپ مہربانی فرمائیں اور تحصیلدار فتح جنگ کی طرف ایک سفارشی خط لکھ کر دیں تو آپ نے اُس کو بھی خط لکھ دیا۔ پھر اُس شخص نے عرض کی یا حضرت اُس حاکم کے پاس تو میرا پہنچنا مشکل ہے اس لیے آپ مہربانی فرمائیں اور اپنا کوئی قاصد روانہ کریں تو آپ نے اپنے بھتیجے حضرت غلام حسین کے صاحبزادے جناب محمد حَسن کو اس کام کے لیے منتخب کیا۔ اور یہ واقعہ صاحبزادہ محمد حَسن نے دربار شریف میں بیٹھے ہوئے سنایا کہ میں داداجان کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ آپ نے تین روپیہ گاڑی کا کرایہ اور خط میرے ہاتھ میں دیا اور فرمایا پیارے بیٹے یہ خط تحصیلدار کے ہاتھ میں دینا خواہ وہ عدالت میں ہو یا کہ گھر میں اور کسی قسم کا جھک جھکاؤ اُس کے سامنے ہرگز نہ کرنا۔

حضرت غلام حسین دے بیٹے محمد حَسن پیارے
ایہیّہ مذکور سنایا اونہاں بیٹھیاں وِچ دربارے
حاضر مجلس دادا صاحب بیٹھا سّاں میں بھائی
ترے روپے خرچ گڈی دا ملیا شہنشائی
خط پکڑاون تے فرماون لے جاتوں تحصیلاں
گھار ہو یا تاں گھار چا دیویں یا کچہری جاویں
جُھک جُھکا نہ کرنا پیارے حاکم دے ہتھ پانویں

جنابِ محمد حسن صاحبزادہ صاحب فرماتے ہیں کہ داداجان سے شاہی فرمان سننے کے بعد میں نے اپنے ایک دوست کو بھی ساتھ لے جانے کی درخواست کی تو آپ نے اجازت مرحمت فرمائی۔ چنانچہ ہم دونوں خط لے کر فتح جنگ روانہ ہو گئے اور وہاں تحصیلدار کی عدالت میں جا کر تحصیل دار کے سامنے وہ خط رکھ دیا۔ تحصیلدار نے خط پڑھ کر واپس کر دیا اور کہا پہلے بھی چھ سات آدمی اُن سے سفارشی خط لے کر میرے پاس آئے اور میں نے اُن کے کام کر دیئے۔ باباجی تو ہر دلعزیز فقیر ہیں جو بھی جاتا ہے اُن سے خط لکھوا کر لے آتا ہے اس لیے یہ کام میں نہیں کرتا۔ خط واپس کر دیا اور کہا باباصاحب کو کہنا کہ میں آئندہ کے لیے کسی قسم کا کام نہیں کروں گا۔ خیر جب میں خط لے کر واپس ہونے لگا تو وہ میرا دوست مجھے کہنے لگا

لے کے خط میں واپس ہویا بول پیا اوہ سنگی
تُوں اولاد شہنشاہ ہو کے کوئی دعا نہ منگی

اِتنے بڑے درویش کی اولاد ہو کر آپ نے تحصیلدار کو کوئی جواب نہیں دیا چنانچہ میں دوست کی بات سُن کر پھر تحصیلدار کی طرف متوجہ ہوا اور اُس کو کہا "تم نے میرے بابا کا حکم تو واپس کر دیا لیکن یاد رکھو کہ آٹھ دن بعد روتے پیٹتے آؤ گے اور معافی مانگو گے لیکن پھر گذرا ہوا یہ وقت واپس نہیں آئے گا اور تم اپنے کیے پر پچھتاؤ گے۔" چنانچہ میں نے یہ باتیں عدالت میں ہی تحصیلدار کو سُنائیں اور واپس حضور باباجی صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ بیان کر دیا تو آپ نے میری باتیں سُن کر ارشاد فرمایا "بیٹے! اچھا کیا ہے جو کچھ کہہ کر آئے ہو۔" چنانچہ اُس تحصیلدار کو اچانک ملازمت سے برطرف کر دیا گیا اور وہ آٹھ دن بعد ہی روتا چلّاتا ہوا آپ کے پاس حاضر ہوا اور قدموں میں گر پڑا۔ روایت ہے کہ وہ اتنا رویا کہ اُس کو دیکھ کر حاضرین مجلس لوگوں کو بھی ترس آ گیا اور سب نے کہا حضرت اس کا قصور معاف کر دیں لیکن آپ نے فرمایا یہاں پر تو اِس کو معافی نہیں ملتی اَب کسی اور ہی جگہ معافی کے لیے جائے۔ (بحوالہ گُلزارِ فضل)

بادشاہاں نوں تختوں سُٹے پکڑ بٹھاوے گاہیاںّ
مولا بخشا صابر سوہنے کھیڈاں عجب دکھائیاں

## محمد بہاؤالدین مجذوب اور ایک عالِم کا واقعہ

آپ ایک مرتبہ ولیمہ میں شریک تھے۔ آپ نے پانی والا گھڑا اُٹھایا اور پھینک دیا۔ وہاں ایک عالِم موجود تھے دیکھ کر فرمایا وہ گھڑا توڑ دیا۔ آپ نے کہا تم جھوٹ بولتے ہو اور پھر گھڑا صحیح سالم زمین پر آ گیا۔ یہ عالم چند سال بعد شیخ سے ملے تو فرمایا جھوٹے گواہ کو جس نے بغیر عِلم شہادت دی اَصلاً وسہلاً آپ کی وفات ۹۹۲ھ کو ہوئی یہ عزی کا بیان ہے۔ (جمال الاولیاء)

## اولیاءاللہ پر اعتراض سے بادشاہ کا سیکرٹری معزول

ایک بزرگ کے متعلق لکھا ہے کہ بادشاہ کے سیکرٹری ابن البازری نے دیکھا کہ آپ گھوڑے پر سوار ہیں اور بادشاہ کی ایک جماعت جلو میں ہے۔اِس پر اُس نے اعتراض کیا اور کہا یہ اولیاء کا طریقہ نہیں ہے ناظر خاص نے کہا اعتراض نہ کرو کیونکہ اولیاء کے حالات مختلف ہوتے ہیں۔ابن البازری نے کہا میں ضرور کسی کو بھیج کر یہ کہلواؤں گا جب قاصد حاضر ہوا اور حضرت کو یہ پیغام پہنچایا تو آپ نے فرمایا کہ آقا سے کہہ دو کہ تم ہمیشہ کے لیے معزول کر دیئے گئے ہو۔شاہ موئد بِاللہ نے اس کے پاس قاصد بھیجا اور فرمان دیا کہ بس اَب تم گھر بیٹھو یہاں تک کہ اُس بادشاہ نے اُس کو قتل کرادیا۔ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں بزرگوں کے انکار سے۔(جمال الاولیاء،ص:۱۶۴)

## حضرت محمد حَسن ہاشمی کو مرضِ جذّام سے شفاء

محمد حسن صاحبزادہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں مرضِ جذّام میں مبتلا ہو گیا تو میرے والد صاحب مجھے حضور بابا جی صاحب کے پاس لے آئے اور عرض کی "چچا جان! میرا بیٹا جذّام میں مبتلا ہے جس کی وجہ سے میں سخت پریشان ہوں۔" تو آپ نے فرمایا"اسے میرے پاس ہی چھوڑ جا کیونکہ ابھی دوا ختم ہو گئی ہے دوائی تیار کر کے اسے کھلاؤں گا۔" چنانچہ والد محترم مجھے حضور انور کے پاس چھوڑ کر خود واپس اپنے گھر کلیام سیداں چلے گئے۔باباجی صاحب پڑی مبارک پر بیٹھ کر عبادتِ الٰہی میں مشغول ہو گئے۔تھوڑی دیر کے بعد آپ نے حیات بخش سے پانی مانگا تو اُنہوں نے پانی کا ایک لوٹا بھر کر پیش کیا۔آپ نے اُس سے پانی نوش فرمایا اور لوٹے میں بچا ہوا پانی مجھے عنایت کر کے فرمایا کہ یہ پانی ایک ہی سانس میں پی جا اور واپس نہ کرنا۔چنانچہ میں نے حسب الحکم سرکار پانی پی لیا اور دو یوم تک اِسی طرح پانی پِلاتے رہے۔اور تیسرے روز اِسی طرح اپنا بچا ہوا پانی پِلا کر فرمایا "محمد حَسن! اپنی پشت سے قمیض اُٹھاؤ۔" چنانچہ جب میں نے قمیض اُٹھائی تو آپ نہایت شفقت کے ساتھ فرمانے لگے۔محمد حَسن تمہیں تو ذرّہ بھی مرض نہیں ہے تمہارا والد تو ویسے ہی اِتنا پریشان ہے اور اس سے پہلے بیماری کا یہ عالم تھا

اَگے اِس تھیں چار انداموں ہے سی پانی جاری
سُک گیا نظر نہ آیا ہو یا کرم غفّاری
اِس تھیں پچھے اَج دِن توڑی ویکھی نہ مرض کائی
چُھٹ گئے زخم سُکا سب پانی جُسّے ہوئی صفائی

(گلزارِ فضل)

# حضرت غلام حُسین ہاشمی کو دردِ شکم سے شفاء

یہ واقعہ بھی جناب محمد حَسن صاحبزادہ صاحب بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرے والد صاحب حضرت غلام حسین کو پیٹ میں درد ہوا اور تکلیف اتنی شدید تھی کہ پانچ روز تک تڑپتے رہے۔ چھٹے دِن حضور بابا جی صاحب کی خِدمت میں حاضر ہوا۔ چنانچہ شدید غم کی وجہ سے میری آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور بات کرنے کی بھی سکت نہ تھی۔ آپ نے حاضر مجلس درویشوں سے پوچھا کہ یہ لڑکا کیوں اتنا رو رہا ہے۔ اِس پر کیا مصیبت آئی ہے؟ تو اُنہوں نے عرض کی یا حضرت! آپ کے بھتیجے غلام حُسین صاحب کو شکم میں شدید تکلیف ہے اور آج چھ روز سے تڑپ رہے ہیں اور جو لوگ اُن کو دیکھ کر آئے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اُن کا بچنا مُشکل ہے۔ سخت موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا ہیں۔ چنانچہ آپ نے جب یہ بات سُنی تو نہایت شفقت کے ساتھ میری پشت پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا گھبراؤ نہیں تمہارے والد کا دردِ شکم بالکل ٹھیک ہو جائے گا لیکن جلدی جا کر اپنی گھوڑی کو چار چوتھایاں دانہ کھلاؤ۔ گھوڑی ابھی دانہ ختم نہیں کرے گی کہ تمہارے باپ کو صحت ہو جائے گی۔ چنانچہ میں دادا صاحب کا حکم سُن کر فوراً اپنے گاؤں کلیام سیّداں پہنچا اور اپنی گھوڑی کو دانہ کھلایا تو اللہ تعالیٰ نے میرے والد محترم کو صحت عطا فرمائی۔

حسب الحکم میں جلدی دانہ جا چڑھایا
صحت کیتی رَبّ باپ میرے نُوں صابر کرم کمایا
نہ کوئی ہویا نہ ہوسی آکھاں سچّ ایمانی
مولا بخش زبان صابر دی ہے سی قلم رَبّانی

(گلزارِ فضل)

# دل کے خیال پر خواجۂ کلیامی کا کشف

جنابِ راجہ مولا بخش صاحب بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضور بابا جی صاحب کے مُرشد خواجہ حافظ صاحب کے عُرس مبارک پر کلیام شریف گیا۔ شدید گرمی کا موسم تھا اور زائرین بھی کثیر تعداد میں آچکے تھے اور پانی کی اتنی قلّت ہو گئی کہ لوگ پریشان ہو کر واپس اپنے گھروں کو جانے لگے۔ چنانچہ میں اُس وقت حضور بابا جی صاحب کی محفل میں موجود تھا کہ میرے دل میں یہ خیال آیا کہ ایسے کمال ولی اللہ کی موجودگی میں لوگوں کا یہ حال کیوں ہو رہا ہے کہ لوگ پانی کو ترس رہے ہیں۔ جوں ہی یہ خیال میرے دل میں پیدا ہوا تو حضور بابا جی صاحب نے ایک قصّہ بطور مثال بیان فرما کر تقدیر کا راز سمجھا دیا۔ چنانچہ آپ نے میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا پیارے میری بات سُن۔ ایک مرتبہ چڑی ممولے نے سمندر کے کنارے درخت کی جڑ میں ایک

گھونسلا بنایا۔ گھونسلا بھی اِس قسم کا تھا کہ منہ اُس کا تنگ اور کھلا ہوا تھا۔ جب سمندر کے پانی کی لہر اوپر کو آتی تو وہ بے چارہ غوطے کھاتا اور جب پانی کی لہر پیچھے کو ہٹتی تو اُس کو سکون ملتا۔ اچانک ایک درویش کا وہاں سے گذر ہوا تو یہ منظر دیکھ کر وہ رُک گئے اور چڑی مموے کو مخاطب کر کے کہا بھائی چڑی مولیا ایک بات تو بتا کیا بات تیرے دل میں آئی اور کیا سوچ کر تُو نے اپنا گھر یہاں بنایا؟ کیا تمہیں کہیں زمین جنگل وغیرہ نظر نہیں آیا کہ خواہ مخواہ اپنی جان کو یہاں پھنسایا ہوا ہے۔ چنانچہ درویش کی باتیں سُن کر چڑی مموے نے عرض کی اے درویش اے خدا کے دوست میری بات غور سے سُنیے۔ یہ مصیبت جو آپ دیکھ رہے ہیں یہ میں نے کوئی خوشی سے قبول نہیں کی بلکہ روزِ ازل سے یہ میری تقدیر میں لکھی جا چکی ہے۔ اے درویش الٰہی! اگر آپ میں اتنی قوّت ہے کہ تقدیر کو بدل سکتے ہیں تو بدل دیں۔ تا کہ میں گھونسلا کسی اور جگہ بناؤں اور اس مصیبت سے مجھے نجات مِلے اور اگر ایسا نہیں کر سکتے ہو تو پھر خداوندِ قدّوس کے کام دیکھتے جاؤ۔ چنانچہ چڑی مموے کی باتیں سُن کر درویش نے کہا سچ ہے روزِ ازل سے جو تقدیر میں لکھا جا چُکا ہے وہ تو ہر گز تبدیل نہیں ہو سکتا بلکہ خوشیاں و غم و تکلیفیں جو تقدیر میں لکھ دیا گیا ہے وہ تو ہو کر رہتا ہے۔ (گُلزارِ فضل)

اس فقیر اگوں فرمایا اَزل لکھت نہ پرتے
غم خوشیاں یا سُکھ مصیبت ہر دے سر پر ورتے
جانؔ صابر ایہیّہ قِصّہ یارو با تشریح سمجھایا
وِچ خیال جو کیتا سی او سمجھ وِچ آیا
اِس خیال دے بدلے یارو صابر نے فرمایا
صاف جواب سی مولا بخشا دِل تیرے جو آیا

ذرّہ ذرّہ دہر کا پابستۂ تقدیر ہے
زندگی کے خواب کی یہی جامی تعبیر ہے

# تقدیر لکھ دی گئی ہے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا تم میں سے کوئی شخص نہیں مگر اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور اِس کا ٹھکانہ جنت ہے۔ لکھ دیا گیا ہے اُنہوں نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہم اپنے کیے پر بھروسہ نہ کریں اور عمل کرنا چھوڑ نہ دیں۔ فرمایا عمل کرو ہر اِک آسان کر دیا گیا ہے۔ اِس چیز کے واسطے جس کے لیے پیدا کیا گیا ہے جو شخص کہ ہو نیک بختی سے آسان کیا جاتا ہے نیک بختی کے عمل کے لیے اور جو ہو اہلِ بد بختی سے آسان کیا جاتا ہے۔ واسطے عمل بد بختی کے لیے یہ آیت پڑھی جس شخص نے دیا اور پرہیز گاری کی اور سچّا جانا اچھی بات کو اٰخیر آیت تک (مشکوٰۃ شریف، متفق علیہ جلد اوّل)

دنیا میں کوئی تکلیف کوئی مصیبت اللہ تعالیٰ کے ارادہ کے بدوں نہیں پہنچتی مومن کو اگر اِس بات کا یقین ہو جائے تو پھر کسی حال میں بھی پریشان ہونے کی ضرورت نہیں بلکہ ہر صورت مالکِ حقیقی کے فیصلہ پر راضی رہنا چاہیے بلکہ یُوں کہنا چاہیے۔

نہ شُد نصیبِ دشمن کہ شُد ہلاکِ تیغت
سرّ دوستاں سلامت کہ تُو خنجر آزمائی

اس طرح اللہ تعالیٰ مومن کو صبر و رضا کی راہیں بتلا دیتا ہے جس کے بعد عرفان و ایقان کی عجیب عجیب راہیں کھلتی ہیں اور باطنی ترقیات کا دروازہ مفتوح ہوتا ہے اور قناعت و غنائے قلبی سکون و طمانیّت ذکر اللہ کی لذّت حُبِّ الٰہی کا مزہ ادائے فرض عبودیت کی خوشی کامیاب مستقبل کا تصوّر حاصل ہوتے ہیں۔

بر عمل تکیہ مُکن خواجہ کہ در روزِ ازل
توچہ دانی قلم صنع بہ نامت چہ نوشت

(یعنی محض عمل پر بھروسہ نہ رکھو کیونکہ معلوم نہیں کہ قلم ازل نے تمہارے نام کے آگے کیا لکھا ہے۔)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ بندہ دوزخیوں کے کام کرتا رہتا ہے اور ہوتا وہ جنتی ہے اور جنتیوں کے کام کرتا رہتا ہے اور ہوتا وہ دوزخی ہے۔ معتبر وہ اعمال ہیں جو خاتمہ کے وقت سر انجام دیں۔ (مشکوٰۃ شریف، متفق علیہ) اسی لیے دعا کی جاتی ہے کہ اے اللہ میرا خاتمہ ایمان پر ہو اور توبہ میں دیر نہیں کرنی چاہیے کیونکہ موت کا وقت مقرر ہے جو کسی کے علم میں نہیں کہ کب، کہاں اور کیسے ہو گی؟ (مؤلف)

# کوڑھ کے مریض کو شفاء (کرامت) شہنشاہَ کلیام

روایت ہے کہ ایک مرتبہ جنگ نامی کوڑھ کا مریض حضور باباجی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا جو کلیام اعوان کے موہڑہ گوہڑہ کا رہنے والا اعوان قبیلہ کے ساتھ تعلق رکھتا تھا۔ رورو کر عرض کرنے لگا یا حضرت اِس بیماری کی وجہ سے اَب تو بیوی بچّوں نے بھی ساتھ چھوڑ دیا ہے۔ آپ نظر کرم فرمائیں کہ مجھے اس مرض سے نجات ملے۔ آپ نے فرمایا جمعہ کو بتاؤ وہ تمہیں دوادے گا اور جو پرہیز بتائے وہ بھی کرنا۔ چنانچہ ہاتھ باندھ کر عرض کرنے لگا "یاحضرت! دوا تو میں ہرگز نہیں کھاؤں گا بس آپ کی نظر کرم چاہیے۔" چنانچہ آپ نے نہایت شفقت کے ساتھ اُس کو اپنے پاس بٹھایا اور فرمایا گھر جا اور کوئی کپڑے کا ٹکڑا لے آ۔ جنگ فوراً اُٹھا، اور کپڑے کا ایک ٹکڑا لے کر آ گیا۔ اور آ کر شہنشاہِ عالم کے سامنے رکھ دیا۔ آپ نے اپنے دستِ مبارک بارگاہِ الٰہی میں اُٹھائے اور فرمایا سب حاضرین ہاتھ اُٹھاؤ اور اس کے لیے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اِس کو صحت دے۔ اس کے بعد آپ نے جنگ کو کہا کہ اپنا زخمی جسم میرے جسم کے ساتھ مَل اور میرے کنویں پر جا کر غُسل کر۔ انشاءاللہ ٹھیک ہو جاؤ گے۔ جب جنگ نے اپنا خون آلودہ بیمار جسم حضور انور کے جسم مبارک کے ساتھ مَس کیا تو اُس کو فوراً شفا حاصل ہو گئی جیسا کہ اِس کو کبھی جذام (کوڑھ) تھا ہی نہیں۔

خون آلودہ زخمی جُسّہ ملیا اِس بنا کے
پارس نے کردِتّا سونا لوہا نسل ملا کے
نہاتا کوڑھ گماتا پَل وِچ مڑیا کپڑے لا کے
وِچ پہچان نہ آوے یارو جاں مُڑ آیا نہا کے
جیویں بدلی تھیں نکلے چودھویں چن نورانی
مولا بخشا پیر میرے دا جگ وِچ کوئی ناں ثانی

(گلزارِ فضل)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے کہ تین دعائیں ایسی ہیں جو رد نہیں ہوتیں۔ (۱) باپ کی دعا اپنی اولاد کے لیے (۲) روزہ دار کی دعا (۳) مسافر کی دعا۔ (صحیح الجامع)

# نابینا مولوی صاحب کو بینائی مِل گئی

## (کرامت)

روایت ہے کہ ایک مولوی صاحب جو آنکھوں سے نابینا تھے ہندوستان سے بغرض نورِ چشم کلیام شریف میں حضور بابا جی صاحب کے چشمۂِ فیض پر حاضر ہوئے۔ آپ نے پوچھا کہ اِتنا طویل سفر طے کر کے آپ کس مقصد کے لیے یہاں آئے ہیں؟ اُنہوں نے جواباً حضرت موسیٰ علیہ السّلام کا واقعہ بیان کیا کہ ایک مرتبہ آپ ایک درخت کے نیچے تشریف فرما تھے کہ ایک کوّا چیخ کر بولا جب آپؑ کی نگاہ کوّے پر پڑی تو کوّا سیاہ سے سفید ہو گیا۔ جب وہ کوّا دوسرے کوّوں کے ساتھ جا بیٹھا تو وہ اُس کو سفید رنگ میں دیکھ کر مارنے لگے۔ وہ بے چارہ پہلے والی جگہ درخت پر آ کر بیٹھ گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السّلام سے عرض کی یا حضرت اَب تو دوسرے کوّے مجھے جان سے مار ڈالیں گے۔ چنانچہ جب آپ نے اُس کی طرف نگاہ فرمائی تو وہ موتی چگنے لگا۔ یہ واقعہ بیان فرما کر مولوی صاحب نے عرض کی یا حضرت مجھ پر نگاہِ کرم ڈالی جائے تا کہ میرا ظاہر و باطن درست ہو جائے، میں نفس و شیطان کے شر سے بچ جاؤں اور میری آنکھوں کی بینائی بھی بحال ہو جائے۔ چنانچہ جب حضور بابا جی صاحب نے یہ واقعہ سُنا تو بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ چند منٹ کے بعد ہوش میں آئے تو فرمایا تم نے نبی کے ساتھ میری مثال دی ہے۔ اَب یہاں سے چلا جا اور اپنے خادم نُور علی ساکن مُغل کو ساتھ بھیجا کہ اس کو راستہ دِکھا آؤ۔ چنانچہ نُور علی مولوی صاحب کو لے کر سڑک کی طرف گئے اور وہاں جا کر راستہ دکھا کر چھوڑ دیا کہ یہ آپ کا راستہ ہے۔ اب یہاں سے اِس طرف کو جاؤ تو مولوی صاحب نے بحالتِ مسرّت فرمایا نُور علی اَب مجھے چھوڑ دو شہنشاہِ عالم سے میں نے جو کچھ مانگا تھا وہ مِل گیا ہے۔ آپ کی نظرِ کرم سے اللہ تعالیٰ نے مجھے ظاہر و باطن کی روشنی عنایت فرمائی ہے۔

حافظ آکھیا جو کُجھ سوال کیتا مِلیا پلک اندر شاہِ مردان تھیں جی
ظاہر باطن دِی نظر عطا ہوئی ہویا فضل شاہِ سُلطان تھیں جی
ایہیّہ ذکر نُور علی نے تدوں کیتا کیتا صابر نے کُوچ جہان تھیں جی
مولا بخش راہ صابر دکھا دِتے نظر نکل گئیوس آسمان تھیں جی

(گلزارِ فضل)

فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔ (بنی اسرائیل)

# حضور باباجی صاحب نے فرمایا میں رُوحانی قوّت سے زندہ ہوں

روایت ہے کہ حضور باباجی صاحب آخری عمر میں آواز اونچی سنتے تھے۔ کسی حکیم نے آپ کے لیے دوا تجویز کی۔ چار مغز پستہ بادام اور ناریل مساوی الوزن لے کر کوٹیں اور اُس میں ایک سیر دودھ ڈال کر آگ پر چڑھائیں جب نصف رہ جائے تو ٹھنڈا کر کے سات یوم پلائیں۔ اِس سے دماغ کی خُشکی دُور ہو جائے گی اور قوّتِ سماعت بحال ہو جائے گی۔ کیونکہ شدید ترین جہادِ نفس کی وجہ سے آپ کے جسم مبارک کا خون جَل گیا ہے۔ اِس لیے خشکی پیدا ہو گئی ہے۔

چھریّاں مار جُسّے اُتے کل کل زخمی کیتا
تتی اِک پڑی پر چڑھ کے تَتا پانی پیتا
روٹی کھان کنوں بھی ہٹے کتنی مُدّت بھائی
رَت تراوت سڑ گئی ساری تاں ایہیّہ خشکی آئی

چنانچہ سائیں کالُو نے حکیم کی تجویز کردہ دوا تیار کروائی اور دو پیالے بھر کر شہنشاہ کے پاس لے آئے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ دوا تو میں استعمال نہیں کروں گا اور نہ ہی زندگی بھر مجھے اِس دوا کی ضرورت ہے لیکن جب آپ کے سمجھانے کے باوجود کالُو نے زبردستی دوا آپ کے منہ مبارک میں ڈالنے کی کوشش کی تو آپ نے کالُو کا وہ ہاتھ جس میں اُس نے پیالہ پکڑا ہوا تھا ایسی روحانی قوّت کے ساتھ دبایا کہ سائیں کی چیخیں نکل گئیں اور اُس نے فوراً پیالہ دوسرے ہاتھ میں پکڑ کر شدّت درد کی وجہ سے شور مچانا شروع کر دیا اور کالُو نے کہا کہ میں نے سمجھا کہ شاید میرے بازو کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے۔ تو شہبازِ لامکاں حضرت خواجہ فضل الدین ہاشمی نے فرمایا سُن کالُو

تاں پھر فرمایا جنابِ عالم مینوں ساہن بناویں
دودھ مغز دے کھوئے بنا کے کیوں توں آن پلاویں
اِس عاجز نوں روحی قوّت کھانے اَپرنا ئیں
ایہیّہ ہے دارو تیرے کارن کھا کھا لُٹ ہوائیں
چھوڑ دِتّا کر خوف خدا دا میں جِس نوں ہتھ پاواں
ہڈی ماس نوں آٹا کر کے تاں پھر ہتھ اُٹھاواں
پھر ایسی گل مول نہ کرنی مَت ایس تھیں سٹ کھاویں

دِل دیاں گلاں بھیت اندر دے ایہیّہ سارے او جانے

جو فقیر خدا دا ایہیّہ سب کچھ او پچھانے

آپ نے کالُو سے فرمایا"مجھے اللہ تعالیٰ نے روحانی قوّت عطا فرمائی ہے جس سے میں زندہ ہوں۔ اِن دنیاوی خوراکوں، مقویات اور دواؤں پر میرا ہر گز گذارا نہیں ہے۔ اور یہ دودھ مغز کے کھوئے تو تمہارے جیسے دنیاداروں کے لیے ہیں۔ اِن کو کھا کھا کر خوب مزے لوٹ۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا خوف کر کے آج تمہیں چھوڑ دیا ہے ورنہ میں جس کو ہاتھ ڈال لوں ہڈی اور گوشت کو آٹا بنا کر رکھ دیتا ہوں۔ آئندہ کے لیے ایسی بات ہر گز نہیں کرنی ورنہ مار کھاؤ گے۔ دِل کے حالات اور باطنی کیفیات سے فقیر باخبر ہوتا ہے۔ وہ خوب جانتا ہے۔ چنانچہ سائیں کالُو شرمندہ ہوا اور آپ سے معافی مانگی اور آئندہ کے لیے ایسا نہ کرنے کا عہد کیا۔ (گلزارِ فضل)

راتیں رَتی خواب نہ آوے دیہیّاں بہت حیرانی ہُو

عارف دِی گل عارف جانے کیا جانے نفسانی ہُو

(سلطان باہُو)

حضرت ذوالنون مصری فرمایا کرتے کہ پاک ہے وہ ذات جو عارفین کو دنیاوی وسائل سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ (بحوالہ جنت کا منظر)

باہُو اگرچہ دنیا زر نقش و نگار اَست

ہمچوں زیبا در چنانچہ پوست مار است

(باہو اگرچہ دنیا نہایت حسین و جمیل ہے مگر اس کا حُسن ایسا ہے جس طرح سانپ کے نقش و نگار)

(سلطان باہُو)

عِلم کا مقصود ہے پاکی عقل و خِرد

فقر کا مقصود ہے عِفت قلب و نِگاہ

علم فقیہہ و حکیم فُقر مسیح و کلیم

فُقر مقامِ نظر عِلم مقامِ خبر

فُقر میں مستی ثواب عِلم میں مستی گناہ

عِلم کا موجود اور فقر کا موجود اور

(اقبال)

# سُود خور سِکھ دوبارہ گاؤں میں داخل نہ ہوا، کرامت میّاں صاحب کلیامی

روایت ہے کہ بابا گوہر خان جو میرے خورد کے رہنے والے تھے اُنہوں نے موضع چکری کے ایک سکھ گلاب سنگھ سے کچھ قرض لیا اور اُس نے سُود در سُود لگا کر کئی ہزار رقم بنادی۔ جب ساہُو کار نے آکر اُس کو تنگ کرنا شروع کیا تو لوگوں نے اُس کو مشورہ دیا کہ تم کلیام شریف چلے جاؤ اور اُس سخی مردِ کامل درویش کو اپنا حال سناؤ۔ چنانچہ اُس نے ایسا ہی کیا۔ کلیام شریف گیا اور اُس مردِ قلندر درویش کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا حال بیان کیا اور کہا یا حضرت! اُس سکھ نے سُود در سُود اتنی رقم بنادی ہے کہ اگر میں تمام زمینیں اور بال بچّے بھی فروخت کر دوں تب بھی یہ رقم ختم ہونے والی نہیں ہے جس کی وجہ سے میں سخت پریشان ہوں۔ خدارا میری مدد فرمایئے۔ نگاہِ کرم کیجیے۔ چنانچہ جب آپ نے اُس کی دردناک داستان سُنی تو ایسی نظرِ کرم فرمائی کہ وہ ساہوکار دوسری مرتبہ میرے خُورد نہ آیا حالانکہ میرے خُورد میں کافی لوگوں کے ساتھ اس کا لین دین تھا لیکن اِس کے باوجود وہ اُس گاؤں میں داخل نہ ہوا۔ یہ تھا فیض بنو ہاشم کے چشم وچراغ کا۔

قادر قدرت نے کھیل دکھا دِتّی میرے آیا نہ دوجی وار یارو
قرضہ کُل اِس شہر دا مُک گیا نظر کیتی جاں صابر سردار یارو
زمّیاں بیع تے رہن بھی رہ گُیاں لا کے زور اوڑک بیٹھا ہار یارو
گوہر خان نے بھی شتر نظر کیتا مولا بخش پا کھڑے سنگار یارو

(گلزارِ فضل)

باریک کپڑا پہننے والی عورتیں اور لوگوں کے دلوں میں خواہش پیدا کرنے والی عورتیں اور غیر مردوں کی طرف خواہش رکھنے والی عورتیں یعنی بہت تکلّف اور بناؤ سنگھار سے رہنے والی عورتیں نہ تو جنت میں داخل ہوں گی اور نہ جنت کی خوشبو سونگھنے پائیں گی۔ (مسلم شریف)

# نوبت بجانے سے ہیضہ کی وبا ختم، کرامت سُلطان اُلعاشقین

حضور باباجی صاحب کے مرشد پاک حضرت خواجہ حافظ صاحب کا عرس مبارک قریب ہی تھا کہ کلیام میں ہیضہ کی وبا پھیل گئی۔ گرمی بھی شدید تھی۔ لوگوں نے عرض کی حضرت اِس شدید گرمی اور پھر ہیضہ کی وبا کی وجہ سے عرس پر تو کوئی نہیں آئے گا۔ اس لیے آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ کرم فرمائے۔ آپ نے فرمایا گھبراؤ نہیں۔ نوبت بجاؤ۔ نوبت کی آواز جہاں تک پہنچے گی وہاں تک اللہ تعالیٰ اِس آفت کو دُور فرمائیں گے۔ چنانچہ چند فقیر اُٹھے اور نوبت لے کر اُونچی جگہ پر چڑھ گئے اور پھر زور زور سے نوبت بجانا شروع کر دی۔ نوبت بجاتے ہی اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا۔ موسم ٹھنڈا اور خوشگوار ہو گیا اور ہیضہ کی وبا بھی ختم ہو گئی نیز عرس بھی دھوم دھام سے منایا گیا۔

## بے اولادوں کو اولاد.... کرامت

ایک روز پیر صابر چُونہ ساڑنے نوں گئے مغل موہڑے مشہور سائیں
لوگ جمع کیتے چُونہ ساڑن کارن بھٹی پتھراں نال بھر پور سائیں
بالن بالنا رات نُوں شروع کیتا کوئی مانگویں کوئی مزدور سائیں
بارہ آدمی بولے اونہاں ساریاں تھیں نہیں اولاد جس تھیں ہے دِل چُور سائیں
صابر پیر بولے گھریں جلدی پہنچو اللہ دیوسی پُتر ضرور سائیں
دس ہوئے ہمبستر دو رہ گئے ہے ایہیّہ گل مغلاں وِچ مشہور سائیں
دسّاں ہوئے پتر دو رَہے اوتر اے پرعورتاں تھیں رہے دُور سائیں
طے ازل تھیں اَصلی نصیب ہوندا مولا بخش نہیں ہو قصور سائیں

(گلزارِ فضل)

وہ شخص جنت میں نہیں جائے گا جس کا پڑوسی اُس کی ایذاؤں سے محفوظ نہ رہے۔ (بخاری و مسلم)

# شہتوت کا درخت ایک خوفناک آواز کے ساتھ بمعہ جڑ اُکھڑ کر باہر آگیا.... کرامت باباجی

روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور باباجی صاحب کو خیال آیا کہ لنگر خانہ کی بنیاد رکھنی چاہیے تاکہ دُور دراز سے آنے والے مہمانوں کو تکلیف نہ ہو اور اُن کے طعام و قیام کا انتظام ہونا چاہیے۔ اس مقصد کے لیے کوئی بڑا درخت ملے تاکہ اُس کی لکڑی کاٹ کر لنگر خانہ کی عمارت کے کام آئے۔ چنانچہ حاضرین میں سے کسی نے عرض کی یا حضرت موضع تل طوطا میں ایک بہت بڑا شہتوت کا درخت ہے اگر سرکار کا حکم ہو تو ہم کاٹ کر لے آئیں۔ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے ہم خود وہاں جاتے ہیں۔ سب تیاری کرو اور میرے ساتھ چلو۔ چنانچہ آپ اپنے مریدین کو ساتھ لے کر اُس گاؤں میں پہنچے اور جب اپنی آمد کی وجہ بیان فرمائی تو لوگوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ یہ درخت تو شاہ لطیف کا ہے لیکن اس درویش کے سامنے بھی انکار ممکن نہیں چونکہ درخت (شاملات) یعنی سب کا مشترکہ تھا۔ اس لیے سب نے آپس میں صلاح مشورہ کیا اور کہا آپ درخت کاٹ لیں۔ جب چند آدمی شہتوت کا درخت کاٹنے کے لیے آگے بڑھے تو اچانک ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اور کہنے لگا کہ میں تو یہ درخت ہرگز نہیں کاٹنے دوں گا۔ پیچھے ہٹ جاؤ۔ چنانچہ سب لوگ پیچھے ہٹ گئے۔ لوگوں نے اُس کو بہت سمجھایا لیکن اُس نے کسی کی بات نہ مانی۔ حضور باباجی صاحب نے فرمایا اُٹھاؤ پالکی اور واپس چلیں۔ جب آپ پالکی میں سوار ہوئے تو بابا موہرہ جو پھلینے کا رہنے والا اور آپ کا خاص منظور نظر خادم تھا اُس نے عرض کی یا مُرشد اگر تُوت کا درخت لے جانے کی طاقت نہیں تھی تو گھر سے ہی نہیں یہاں آنا تھا۔ چنانچہ اُس کی بات سُن کر آپ کچھ دیر کے لیے خاموش ہو گئے پھر تھوڑی دیر کے بعد آپ کے چہرۂ انور پر جلال کے آثار ظاہر ہوئے اور نسوار مانگی۔ کسی نے تمباکو مَل کر پیش کیا تو آپ نے تھوڑی سی نسوار لے کر ناک میں لگائی تو فوراً ایک زبردست اور خوفناک آواز پیدا ہوئی اور شہتوت کا وہ درخت ایک زوردار دھماکہ کے ساتھ بمعہ جڑیں اُکھڑ کر میدان میں آگرا اور وہ خطۂ زمین جس پر درخت تھا وہ بھی کانپنے لگا۔ چنانچہ یہ منظر دیکھ کر لوگ خوفزدہ ہو گئے اور تعجب کے ساتھ اُنگشت بدنداں ہو کر ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ تھوڑی ہی دیر میں وہاں پر بے شمار لوگ جمع ہو گئے اور گاؤں کے لوگ ہاتھ باندھ کر عرض کرنے لگے یا حضرت ہمیں معاف فرمائیں۔ ہم خود ہی درخت کاٹ کر کلیام شریف پہنچا دیں گے

سانوں رَکھ خدا دا واسطہ اِی دیساں تُوت پہنچا دربار یارو
کرے اِک تے پیش جہاں آوے سُنی ہوئی سی ایہیّہ گفتار یارو
ہون ویکھ لیا ہتھوں ہتھ اساں رکھے رَبّ ستار غفار یارو
رگڑن نک زمین تے لوگ سارے کرن توبہ توبہ استغفار یارو

چنانچہ شہنشاہ فضل شاہ ہاشمی راضی ہو کر روانہ ہوئے تو لوگوں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور سب گاؤں والوں نے مِل کر شہتوت کی لکڑی اور پتے بھی کلیام شریف پہنچادیئے۔ یہ تھی اُس مردِ قلندر درویش کی شان۔ (گُلزارِ فضل)

## شیشم کا درخت اچانک سُوکھ گیا.... کرامت پیر فضل الدین صابر

روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور باباجی صاحب کو لکڑی کی ضرورت پیش آئی تو کسی نے عرض کی یا حضرت پنڈ جھاٹلہ میں شیشم کے بیشمار درخت ہیں چنانچہ آپ چند خدّام کو ساتھ لے کر وہاں روانہ ہو گئے۔ وہاں کے لوگوں کو جب آپ کی آمد کی اطلاع ملی تو زائرین جوق در جوق آنا شروع ہو گئے۔ وہاں کے لوگوں نے آپ کا شاندار استقبال کیا۔ جب آپ نے اپنی آمد کی وجہ بیان فرمائی تو لوگوں نے ہاتھ باندھ کر عرض کی یا حضرت درخت تو یہاں بہت ہیں لیکن ہمارے بزرگوں نے ہمیں یہاں سے گیلا درخت کاٹنے سے منع فرمایا ہوا ہے۔ ہمارے باپ دادا کا قول ہے کہ جو کوئی یہاں سے گیلا درخت کاٹے گا وہ نقصان اُٹھائے گا۔ اس لیے ہم ڈرتے ہیں اور اپنے آباؤ اجداد کے فرمان کو نہیں توڑ سکتے۔ چنانچہ اِسی مجلس میں سے ایک شخص بولا کہ اگر خدا کے فقیر ہیں تو درخت خشک ہو جائے گا اور کاٹ لیں گے ورنہ خواہ مخواہ انہوں نے یہاں آنے کی تکلیف اُٹھائی ہے۔ چنانچہ لوگوں کی باتیں سُن کر آپ خاموش ہو گئے اور اِسی گاؤں میں رات گذارنے کا فیصلہ کیا۔ آپ کے ساتھ جانے والے مریدین پریشان ہوئے۔ بہر حال آپ نے رات وہاں ہی پنڈ جھاٹلہ میں گذاری۔ جب صبح ہوئی تو لوگوں نے دیکھا کہ وہ درخت جس کو باباجی نے لے جانے کا ارادہ فرمایا تھا اس طرح سُوکھ گیا تھا گویا کئی برس سے خشک ہے۔ چنانچہ یہ منظر دیکھ کر گاؤں کے لوگ آپ کے پاؤں میں گر گئے اور معافی مانگی۔ اور شیشم کا درخت کاٹ کر کلیام شریف پہنچادیا۔ (گُلزارِ فضل)

جس گھر سے لوگوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے رحمت اُس گھر کی طرف اتنی تیزی سے آتی ہے جس طرح چھری اونٹ کے کوہان پر۔ (حدیث نبوی ﷺ)

# دل کے خیال پر شہنشاہِ کلیام کا کشف

(درویش کی روحانی توجہ کا دلچسپ واقعہ)

راجہ مولا بخش مصنف کتاب گلزارِ فضل بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ میں کلیام شریف گیا اور حضور باباجی صاحب کی محفل میں موجود تھا کہ میرے دل میں اچانک یہ خیال پیدا ہوا کہ بیعت کے بعد ہر چھ مہینہ کے بعد اپنے مُرشد کی خِدمت میں حاضری کے لیے کلیام شریف آیا کروں گا۔ بس جُوں ہی یہ بات میرے دل میں آئی تو آپ نے میری طرف دیکھ کر ایک قصہ بیان فرمایا کہ ایک فقیر آبادی سے دُور کسی جگہ جُھگی میں زندگی بسر کر رہا تھا اور دُور دراز مختلف جگہوں سے لوگ اُس کے پاس آکر فیض پاتے تھے۔ چنانچہ فقیر کی جُھگی سے چند میل کے فاصلہ پر ایک بستی کا آدمی فقیر کا مرید ہوا۔ اُس نے اپنے مرشد سے عرض کی یاحضرت! میں رات کا کھانا عمر بھر آپ کو پہنچاؤں گا تو فقیر نے کہا بھائی گھر سے یہاں آنے کا راستہ بھی زیادہ ہے اور پھر تمہارے اور دُنیاوی کام کاج بھی ہوں گے تو وہ مرید طالب ہاتھ باندھ کر عرض کرنے لگا یاحضرت اگر آپ کی مدد (خصوصی توجہ) شامل حال ہوئی تو اِنشاءاللہ عمر بھر پہنچاؤں گا۔ حضرت بَس یہ میری خواہش ہے تو فقیر صاحب نے اُس کی دِلی محبّت اور خلوص دیکھ کر اُس کی یہ بات منظور کرلی۔ خیر اِس نے طویل سفر روزانہ طے کرکے رات کا کھانا فقیر کو پہنچایا۔ ایک دن اُس طالب کے دل میں فخر آگیا کہ میں کتنا باہمت اِنسان ہوں کہ اتنا لمبا سفر طے کرکے اتنے عرصہ تک فقیر کو کھانا پہنچا رہا ہوں اور پھر دِن کو اپنے کام کاج بھی کرتا ہوں جب طالب کے دِل میں اپنی ہمت کا فخر آیا تو فقیر نے اپنی کشش (روحانی توجہ) واپس لے لی اور دوسرے روز ہی وہ کھانا نہ لے جاسکا اور اپنے مرشد کے ساتھ جو اُس کو محبّت تھی وہ بھی جاتی رہی اور نہ ہی وہ ذوق وشوق رہا۔ اِسی طرح وہ جب سات دن تک کھانا نہیں لے جاسکا تو اُس نے آٹھویں روز توبہ کی اور کھانا لے کر جب گھر سے نِکلا تو شدید بارش اور طوفان کی وجہ سے راستہ بھول گیا اور اُس فقیر کی جُھگی کے باہر جانوروں کی طرح چھپنے لگا۔ لیکن یہ نہ سمجھ سکا کہ یہ میرے پیر کا ہی چھپر ہے۔ شدید بارش کی وجہ سے اِس کے کپڑے تو گیلے ہوگئے تھے لیکن روٹی کو گیلا ہونے سے بچانے کی کوشش کر رہا تھا۔ خدا کی قدرت کہ گاؤں کے کسی شخص کا گدھا بھاگا تو گدھے کا مالک بھی اُس کے پیچھے پیچھے بھاگتا ہوا فقیر کی جُھگی تک جا پہنچا۔ اَب شدید بارش اور طوفان کی وجہ سے یہ نہ سمجھ سکا کہ گدھا کدھر گیا اور جب بجلی چمکی تو اُس کی نظر طالب کے سفید کپڑوں پر پڑی جو چھپر کے ساتھ لپٹا ہوا تھا۔ چونکہ اُس کے گدھے کا رنگ بھی سفید تھا تو اُس نے سمجھا شاید یہ میرا گدھا ہی ہے جو چھپر کے تنکے کھا رہا ہے۔ اُس نے غصہ میں آکر کہا کیوں گھر کا گھاس کڑوا لگتا ہے کہ ادھر فقیر کے چھپر کے تِنکے کھا رہے ہو اور ساتھ ہی ایک ڈنڈا زور سے اُس کے سر پر دے مارا تو طالب نے زور سے چیخ ماری اور کہا بھائی میں تمہارا گدھا نہیں فقیر کا گدھا ہوں۔ فقیر نے جب اندر سے آواز سنی تو اُن کو ترس آگیا اور جُھگی کا دروازہ کھولتے ہوئے فرمایا واہ بھائی تیری تو بہت ہمت ہے تو

طالب توبہ کرنے لگا۔ عرض کی یا مُرشد مجھے معاف فرمائیں آئندہ کبھی بھی ایسا خیال دل میں نہیں لاؤں گا تب فقیر نے دوبارہ طالب پر نظرِ کرم فرمائی۔ راجہ مولا بخش صاحب فرماتے ہیں کہ میرے مرشد خواجۂ کلیامی نے جب یہ واقعہ بیان فرمایا تو میں نے با آوازِ بلند توبہ توبہ کہہ کر کانوں کو ہاتھ لگایا۔ (گُلزارِ فضل)

## ایک فقیر کی کلیام شریف آمد اور خواجۂ کلیامی سے ملاقات

راجہ مولا بخش صاحب بیان فرماتے ہیں کہ میں کلیام شریف حضور باباجی صاحب کی محفل میں موجود تھا کہ آپ نے شیر علی سے فرمایا تم جلہاری والے کَس (نالہ) میں جاؤ اور وہاں پر ایک فقیر ہو گا جو مجھے ملنے کے لیے آ رہا ہے اُس کی نظر بھی کمزور ہے اور راستہ بھی بھول گیا ہے۔ اُس کو یہاں لے آؤ۔ شدید سردی کا موسم تھا اور بارش بھی تیز تھی۔ دو آدمی گئے اور فقیر کو وہاں سے لے آئے۔ شدید سردی میں اُس کے جسم پر صرف ایک کپڑا تھا۔ حضور باباجی صاحب نے اُس کا حال دریافت کیا اور فرمایا کافی عرصہ سے آپ کے ساتھ ملاقات نہ ہو سکی اس لیے آپ کی محبّت نے یہاں تک پہنچایا ہے۔ آپ نے فقیر سے کہا کہ آپ شدید سردی اور بارش میں سفر کر کے آئے ہیں اس لیے حجرے کے اندر چلے جائیں اور اپنے جسم کو بستر سے ڈھانپ لیں۔ فقیر کہنے لگا آپ میری فکر نہ کریں۔ بہر حال چند آدمی فقیر کو پکڑ کر حجرہ کے اندر لے گئے اور وہ پھوہڑ پر بیٹھ گیا۔ جب لوگوں نے دیکھا کہ شدید سردی میں بھی اُس کے ماتھے سے پسینہ ٹپک رہا ہے تو بہت حیران ہوئے اور حضور باباجی صاحب کو بتایا تو آپ نے فرمایا دریائے چناب کے کنارے تنکوں کی ایک جھونپڑی اِس کا گھر ہے جب میں چھوٹی عمر میں پاک پتن جایا کرتا تھا تو کئی کئی روز اِس کے پاس گذار دیتا تھا۔ یہ میرا بہت پیارا اور پرانا دوست ہے اور یہ جو اس کو پسینہ آیا ہوا ہے یہ اِس وجہ سے ہے کہ یہ دوزخ کی آگ پر ہمیشہ نظر رکھتا ہے اس لیے اس کا یہ حال ہے۔ (گلزارِ فضل)

زِمہرش سینہ ہا جولانگہ برق
دل ہر ذرّہ دَر جوشِ انا الشرق

ذاتِ حق کی محبّت سے عاشقوں کے قلوب پر بجلیاں گر رہی ہیں اور ہر ذرّہ محبّت کے جوش میں انا الشرق (میں آفتاب ہوں) کا نعرہ لگا رہا ہے۔

بُری صحبت سے تنہائی اچھی ہے اور تنہائی سے نیک صُحبت اچھی ہے۔ (بیہقی)

# دریائے چناب میں ڈوبتی ہوئی بیڑی تیرنے لگی

(خواجۂ کلیامی کی دعا)

ایک مرتبہ خواجہ فضل شاہ کلیامی پاک پتن شریف میں حضرت بابا فرید الدّین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے عرس مبارک پر گئے اور جب واپسی پر کشتی میں سوار ہونے کے لیے دریائے چناب کے کنارے پہنچے تو شدید طوفانی بارش شروع ہو گئی اور ملّاح نے کہا اس بارش اور طوفان میں تو کشتی نہیں چل سکتی۔ چنانچہ وہاں پر کثیر تعداد میں لوگ موجود تھے۔ جب اُنہوں نے ملّاح کی بات سُنی تو بہت پریشان ہوئے کیونکہ ان میں سے اکثر مسافروں کے پاس تو مزید اخراجات کا انتظام بھی نہ تھا اور کئی مسافر تو رو بھی رہے تھے۔ جب حضور باباجی صاحب نے لوگوں کو پریشان اور روتے دیکھا تو ملّاح سے فرمایا اللہ کا نام لے کر کشتی دریا میں چلا دو۔ ملّاح نے کہا لیکن حضرت اِس طوفانی بارش میں کشتی کیسے چلے گی۔ مسافر ملّاح کی بات سُن کر اور پریشان ہوئے اور ملّاح کو کہا کہ توکّل کر کے کشتی دریا میں ڈال دو۔ جب ملّاح نے مسافروں کے اصرار پر کشتی دریا میں ڈال دی تو گنجائش سے زیادہ مسافر کشتی میں سوار ہو گئے۔ جب کشتی نے دریا میں ایک میل کا فاصلہ طے کر لیا تو لڑکھڑانے لگی اور اُس میں پانی بھر گیا۔ مسافر اپنی کوشش کر کے بیڑی سے پانی باہر نکال رہے تھے لیکن پانی اور بھر جاتا تھا۔ یہ منظر دیکھ کر سب مسافر سخت پریشان ہوئے کہ سامنے موت نظر آ رہی تھی۔ اُن میں سے ایک مسافر نے حضور باباجی صاحب سے عرض کی حضرت آپ فقیر درویش آدمی نظر آتے ہیں اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اِس مصیبت سے نجات ملے۔

چلن تیرا فقیراں والا سُندر تیرا ڈیرہ
ہتھ اُٹھا کے منگ دعائیں ڈُبیا جاندا بیڑہ
پُت مانواں دے تے بھائی بہناں دے لے آئیوں سنگ آپے
مانواں بہناں رو رو کر سن کر سن پیّاں سیاپے

چنانچہ حضور باباجی صاحب کلیامی نے بارگاہِ الٰہی میں دعا فرمائی تو ڈوبتی ہوئی بیڑی تیرنے لگی اور تمام مسافر صحیح سلامت منزلِ مقصود پر پہنچ گئے اور سب نے اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا۔ (گُلزارِ فضل)

# حضرت بابا فرید گنج شکر کی اولاد و سجادہ نشین کے صاحبزادہ کی شادی اور خواجۂ کلیامی کا چشمۂ فیض

دیوان صاحب جو کہ حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے تھے اور آپ بابا فرید صاحب کے مزار پُر انوار پر سجادہ نشین بھی تھے۔ اُنہوں نے حضرت بابا فرید کے ساتھ محبّت و عقیدت رکھنے والے سب بُزر گوں کو اپنے بیٹے کی شادی پر دعوت دی۔ چنانچہ حضور باباجی کلیامی کی طرف بھی ایک قاصد بھیجا اور آپ کو خصوصی طور پر دعوت میں شامل ہونے کے لیے بُلایا گیا۔ آپ نے اپنے سب دوستوں کو بلایا اور فرمایا پاک پتن شریف میں دیوان صاحب کے بیٹے کی شادی پر ہم سب نے جانا ہے۔ لٰہذا عمدہ لباس پہن کر اور خُوب بن سنور کر چلنا ہے۔ جب آپ سب دوستوں کو لے کر پاک پتن شریف پہنچے تو دیوان صاحب آپ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا حضرت بس صرف آپ کا ہی انتظار تھا۔ اجازت ہو تو بارات روانہ ہو۔ چنانچہ حضور باباجی صاحب نے اجازت مرحمت فرمائی اور برات روانہ ہو گئی۔ بارات نہایت شان و شوکت کے ساتھ روانہ ہوئی جس میں کئی اولیائے کرام اور سجادہ نشین حضرات بھی موجود تھے۔ ہاتھی گھوڑے اور اونٹ بھی کافی تعداد میں تھے۔ بارات کے آگے حضور خواجۂ کلیامی کی پالکی تھی جو خدّام نے اُٹھا رکھی تھی۔ چنانچہ بارات میں سے کسی شخص نے دیوان صاحب کو کہا حضرت یہ پالکی بارات کے آگے اچھی نہیں لگتی۔ اِس لیے بابا صاحب کلیامی کو کہیں کہ ٹھہریں اور دیوان صاحب آگے چلیں تو آپ نے کہا ٹھیک ہے۔ ایک شہسوار کو کہا جاؤ اور بابا صاحب کو کہو رُکیں۔ جب شہسوار نے جانے کا ارادہ کیا تو دیوان صاحب نے خود ہی منع کر دیا اور فرمایا بابا فرید نے خود ہی آپ کو آگے کیا ہے ذرا غور تو کرو کہ اِس طویل سفر میں تو گھوڑے ہاتھی اور اونٹ بھی تھک گئے ہیں لیکن باباجی کی پالکی اُٹھانے والے بالکل ترو تازہ نظر آتے ہیں۔ آپ کی پالکی گھوڑے اونٹ اور ہاتھیوں کے آگے ہوا کی طرح چل رہی ہے۔ بس اس میں بھی کوئی راز ہو گا۔ چنانچہ جب بارات اُس شہر میں پہنچی تو وہاں پر چیچک کی شدید وبا پھیلی ہوئی تھی اور لوگ مَر رہے تھے۔ شہنشاہِ کلیام نے جب لوگوں کو اس مصیبت میں مُبتلا دیکھا تو فرمایا جو میرے پاس آئے اور چاول کے سات دانے مجھ سے دَم کرا کے کھائے گا اللہ تعالیٰ اُس کو اِس بیماری سے شفا بخشیں گے۔ چنانچہ بیشمار لوگ آپ کے چشمۂ فیض سے فیضیاب ہوئے۔ اُس شہر کے اکثر لوگ جو کرامات اولیاء کے منکر تھے وہ بھی قائل ہوئے اور بیشمار لوگوں نے آپ کے دستِ مبارک پر بیعت بھی کی تو دیوان صاحب نے یہ منظر دیکھ کر فرمایا لو گو اَب دیکھ لو کہ آپ کا بارات سے آگے آگے چلنے کا کیا راز تھا۔ اِسی لیے تو بس میں نے شہنشاہِ کلیام کا ایک ہفتہ انتظار کیا تھا۔

کُل گدیاں دے حاضر اَیتھے صابر تے نظامی
ہور کسے دی پچھ نہ تکی نام جپن کلیامی

حضرت پیر کالا بن سلطان محمود فیروزپُوری جو حضرت بابا فرید گنج شکر کی اولاد میں سے تھے اور سرکاری ملازم گرداور یا ذیلدار کے عہدہ پر فائز تھے آپ بھی اِس برات میں شریک تھے۔ خواجۂ کلیامی کے چشمۂ فیض کا منظر دیکھ کر بہت متاثر ہوئے اور نوکری سے استعفیٰ دے کر حضور باباجی صاحب کے ساتھ ہی کلیام شریف آ گئے تھے۔ حضور باباجی نے آپ کو خلافت عطا فرمائی اور اَب آپ کا مزار پُر انوار فیروزپور اِنڈیا میں مرجعِ خلائق ہے۔

تکو اَج ظہورا یارو متّھا لاٹاں مارے
صابر سخی سخاوت کیتی گھر گھر فیض کھلارے
کالا پیر بھی نالے آہے جانجی سَن سرکاری
عِشق فضل دے گھائل کیتے دِل وچ مار کٹاری
دے استعفیٰ نالے آئے رہساں صابر نالے
ایہیّہ لجپال ہاشمی قریشی لایا ندی لجپالے

## جب خدا کسی بندہ کو پیار کرتا ہے

صحیح مُسلم شریف کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب خدا کسی بندہ کو چاہتا ہے تو فرشتہ خاص جبرائیل علیہ السّلام سے اُس کا تذکرہ کرتا ہے کہ میں فلاں بندہ کو پیار کرتا ہوں تو جبرائیل علیہ السّلام بھی اُس کو پیار کرتے ہیں اور آسمان میں پکار دیتے ہیں کہ خدا اِس بندہ کو پیار کرتا ہے تم بھی پیار کرو تو آسمان والے بھی اُس بندہ کو پیار کرتے ہیں اور زمین میں اُس کو ہر دِلعزیزی اور حُسنِ قبول حاصل ہوتا ہے۔

# شہنشاہِ کلیام کی حضرت بابا فرید گنج شکر کے ساتھ محبّت

## کرامت فیروز پُور اِنڈیا

حضرت پیر کالا ابن سلطان محمود فیروزپوری حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے تھے۔ خواجۂ کلیامی کی کرامت سے متاثر ہو کر گرداور یا ذیلدار کے عہدہ سے استعفٰی دے کر آپ کے ساتھ ہی کلیام شریف آ گئے۔ پیر کالا تو مرید و خادم بن کر آپ کے ساتھ آئے تھے لیکن حضور باباجی صاحب نے بابا فرید گنج شکر کے ساتھ محبّت و عقیدت کی وجہ سے آپ کا اتنا خیال رکھا جو بیان سے باہر ہے۔ چنانچہ آپ نے اپنے خدّام کو حکم فرمایا کہ یہ بابا فرید گنج شکر کی اولاد میں سے ہیں اس لیے ان کا بہت خیال رکھنا۔ چنانچہ کلیام شریف میں آپ نے اُن کو ایک علیحدہ کمرہ جس میں خوبصورت پلنگ بچھا ہوا تھا اور آپ کی خدمت کے لیے ایک خادم بھی دیا۔ کچھ عرصہ تک یہاں مقیم رہے۔ ایک روز آپ نے اپنے مرشد خواجۂ کلیامی سے اجازت طلب کی اور سیر کے لیے نکلنے کی خواہش ظاہر کی۔ آپ نے اُن کو ایک خادم اور گھوڑا بھی عنایت فرمایا۔ چنانچہ آپ پھرتے پھراتے فیروزپور جا پہنچے۔ فیروزپور کے لوگ اُس وقت ایک بڑی مصیبت میں مبتلا تھے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ دریا میں طغیانی آجاتی اور لوگوں کا جانی و مالی نقصان ہوتا۔ جب وہاں کے لوگوں کو آپ کی آمد کی اطلاع ملی کہ حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کے بزرگ یہاں تشریف لائے ہیں تو وہ جوق در جوق آپ کے پاس آنے لگے۔ لوگوں نے عرض کی حضرت آپ ایک بہت بڑے درویش کے پوتے ہیں۔ دعا فرمائیں کہ یہ دریا کا پانی پیچھے ہٹ جائے اور ہمیں اس مصیبت سے نجات ملے۔ آپ نے فرمایا ابھی اس وقت سب لوگ چلے جائیں۔ صبح کو کچھ کروں گا۔ چنانچہ جب سب لوگ اُٹھ کر چلے گئے تو آپ نے خادم سے مشورہ کیا اور کہا بھائی ہم میں تو اِتنی روحانی قوّت ہے نہیں کہ دریا پیچھے ہٹ جائے۔ بہتر یہی ہے کہ رات کو ہی یہاں سے نکل جائیں۔ خادم نے عرض کی حضرت نیند سخت آئی ہوئی ہے۔ اور تھکاوٹ بھی ہے۔ بہتر یہ ہے کہ تھوڑی دیر آرام کریں نصف شب کے بعد اُٹھ کر چلے جائیں گے۔ چنانچہ آپ نے خادم کی تجویز منظور کر لی اور پریشانی کے عالم میں سو گئے۔ جب آنکھ بند ہوئی تو قسمت جاگ اُٹھی کہ مُرشد لجپال خواجۂ کلیامی نے خواب میں اپنے دیدار سے مشرف فرما کر فرمایا حضرت کیوں پریشان ہیں آرام کے ساتھ سو جائیں۔ آپ نے کہا مُرشد کیسے سو جاؤں۔ گاؤں دریا میں گر رہا ہے اور یہاں کے لوگ مجھے بابا فرید کی اولاد کا درویش سمجھ کر دعا کراتے ہیں۔ اور دریا پیچھے ہٹ جانے کی اُمید رکھتے ہیں۔ لیکن ہم میں یہ قوّت کہاں؟ میں تو یہاں سے جلدی چلا جاؤں گا۔ مرشد لجپال حضرت خواجہ فضل شاہ ہاشمی نے فرمایا:

آرام کر تُوں بچڑے میرے میں دلگیر نہ تکاں
تھکا بیٹھیاں رات گذاریں ایہیّہ گَل تک نہ سکاں

اے میرے بیٹے پریشان نہ ہو۔ آرام کے ساتھ سو جا اِتنی تھکاوٹ کے باوجود کیسے بیٹھ کر رات گزاروگے۔ یہ تو میں نہیں دیکھ سکتا۔ یعنی آپ نے نہایت شفقت کے ساتھ باتیں کیں اور خواب میں ہی تعویذ کا طریقہ سکھلایا اور فرمایا صبح کو ایک بکرا منگواؤ اور اُس کو ذبح کر کے یہ تعویذ بکرے کے سینگ کے ساتھ باندھ دو اور پھر بکرے کا سَر دریا میں ڈال دو۔ دریا آگے نہیں آئے گا۔ چنانچہ صبح ہوئی تو آپ نے حسب الارشاد مُرشد ایسا ہی کیا تو قدرت الٰہی سے دریا کا پانی پیچھے کو ہٹ گیا اور لوگوں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ یہ منظر دیکھ کر لوگ آپ کے معتقد ہو گئے۔ پھر کچھ دن وہاں پر گذارنے کے بعد آپ واپس کلیام شریف اپنے مُرشد کے درِ اقدس پر حاضر ہوئے اور قدموں میں گر پڑے۔ آپ نے اُن کے لیے دعا کی اور خلافت عطا فرما کر دوبارہ فیروز پور بھیج دیا۔ اَب حضرت پیر کالا بن سلطان محمود کا مزار مبارک بھی فیروز پور انڈیا میں ہے۔ یہ اشعار حضرت پیر کالا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مُرشد کے بارے میں فرمائے ہیں۔ (گُلزارِ فضل)

ہور نہ کسے دی لوڑ مینوں آکھاں تد تھیں قسم قرآن کر کے
یاری لا کے توڑ نبھاساں میں مَرساں تُد تھیں جان قربان کر کے
کرے کوہڑیاں رَبّ جبّار مینوں جے کر پھراں عہد و پیمان کر کے
کالا پیر جے فضل تھیں کنڈ موڑاں مارے رَبّ مینوں بے ایمان کر کے

## بارانِ رحمت برسنے کا انوکھا واقعہ

## کرامت مردِ قلندر درویش خواجۂ کلیامی ..... راولپنڈی شہر

عاشق و معشوق رَمزے اَست
کراماً کاتبین راہم خبر نیست

(عاشق و معشوق میں ایسی رمز ہوتی ہے جس کی فرشتوں کو بھی خبر نہیں ہوتی)

حضور باباجی صاحب ایک مرتبہ اپنے چند دوستوں کو لے کر راولپنڈی شہر تشریف لائے اور (راولپنڈی شہر کا وہ مقام جہاں آپ تشریف لائے تھے اُس زمانہ میں تکیہ شاہو کے نام سے مشہور تھا اور یہ جگہ راولپنڈی شہر میں مری روڈ کے نزدیک واقع ہے)

طویل عرصہ تک بارانِ رحمت نازل نہ ہونے کی وجہ سے قحط سالی کا خطرہ تھا اور لوگ پریشان تھے۔ چنانچہ کلیام اعوان سے آپ کے چند مخلص دوست وعقیدت مند بھائی فیضؒ، جہانہ اور بابادر گاہی نمبر دار آپ کے پاس راولپنڈی آئے اور عرض کی یا حضرت آپ تو اپنے چند دوستوں کو ساتھ لے کر یہاں آ گئے ہیں لیکن ہم کہاں جائیں چار مہینے سے بارش نہیں ہوئی۔ فصلیں تباہ ہو رہی ہیں۔ قحط سالی کا بھی خطرہ ہے۔ ہم لوگ کیا کھائیں گے؟ سب لوگ بہت پریشان ہیں۔ آپ دعا فرمائیں کہ بارش ہو۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہیں ہونا چاہیے۔ وہی سب کا خالق مالک و رازق ہے جس نے پیدا فرمایا وہی بارش بھی برسائے گا۔ لیکن جب آپ نے دعا کے لیے ہاتھ نہ اُٹھائے تو سب دوست پریشان ہو گئے۔ چنانچہ جب شام ہوئی تو آپ نے ایک پیلو نامی شخص کو اپنے پاس بلایا جو کوڑھ کا مریض اور انتہائی خوش مزاج قسم کا آدمی تھا۔ آپ نے اُس کو اپنے پاس بٹھا کر کہا یار پیلو آج دل بہت تنگ ہے کوئی بات تو سُنا تو اُس نے کہا حضرت پھر سُنیں ایک آدمی کی دو بیویاں تھیں ایک کا نام رحمت اور دوسری کا حشمت تھا۔ حشمت رحمت کو تنگ کیا کرتی تھی۔ ایک روز اُس نے تنگ آ کر خاوند سے شکایت کی کہ حشمت مجھے بہت تنگ کرتی ہے۔ کام بھی بہت کرواتی ہے اور مجھے مارتی بھی ہے۔ آپ میرے بھی تو خاوند ہیں۔ اِس کو کچھ نصیحت کریں۔ یہ رات دن مجھ پر ظلم کرتی رہتی ہے۔ آخر میں بھی تو آپ کی بیوی ہوں۔ آپ کو میری پرواہ ہی نہیں ہے تو خاوند نے اُسے جواب دیا بس ٹھیک ہے آئندہ اگر وہ تمہارے ساتھ ایک بات کرے تو تم آگے سے اُس کو سو بات سنانا۔ وہ کہنے لگی مجھ بے چاری کی اتنی قدر کہاں ہے کہ میں اسے جواب دوں۔ اگر میں نے اسے جواب دیا وہ تو مجھے جوتے مارے گی اور آپ تماشہ دیکھیں گے۔ اُس وقت خاوند نے رحمت سے کہا میں ایمان سے کہتا ہوں کہ میں تیرا دل سے ساتھی ہوں اب اگر حشمت نے تمہارے ساتھ کوئی بات کی تو اسے پکڑ کر تجھ سے مرواؤں گا۔ چنانچہ دوسرے دِن جب کوئی بات ہوئی تو رحمت نے حشمت کو کوئی تلخ جواب دے دیا تو حشمت نے جُوتی اُتاری اور رَحمت کو کہنے لگی آج خاوند کے کہنے پر تم نے مجھے جواب دیا ہے۔ اَب میں تمہارا بندوبست کرتی ہوں اور جوتی لے کر اُس کو مارنے لگی جب خاوند نے دیکھا کہ حشمت رحمت کو مار رہی ہے تو اُس کو غصہ آ گیا اور اُس نے حشمت کو پکڑ کر زمین پر لٹا دیا اور رحمت کو کہا اَب تُو اِس کے اوپر چڑھ جا اور اِس کو خوب مار۔ جب رحمت حشمت کے اوپر چڑھ کر مارنے لگی تو خاوند نے رحمت کو کہا

تکڑی رحمت تکڑی ہویں مار چنڈالی تائیں
دَب رکھیں تے چھوڑیں نائیں سنگی ہاں تے سائیں

چنانچہ جب پیلو نے تکڑی تکڑی رحمت والی بات کی تو مردِ قلندر درویش شہنشاہِ کلیام تڑپ کر اُٹھے اور حالتِ وجد میں رقص کرنے لگے۔ بس جوں ہی آپ پر یہ کیفیت طاری ہوئی تو آسمان پر بادل نمودار ہوئے اور بارش برسنے لگی۔ قوال بھی فوراً اُٹھے اور

اِسی مصرعہ کی تکرار کرنے لگے۔

تکڑی ہویں تکڑی رحمت خصم تیرا ہے سنگی

جوں جوں قوال اِس مصرعہ کی تکرار کرتے تو بارش بھی اتنی تیزی سے برستی اور آپ کی وجدانی کیفیت میں بھی ہر لمحہ اضافہ ہی ہوتا جاتا۔ چنانچہ اسی حالت میں آپ باہر تشریف لائے اور قوال بھی آپ کے ساتھ باہر آگئے اور برابر اُس مصرعہ کی تکرار کرتے رہے اور یہ وجدانی کیفیت تقریباً چھ یا سات گھنٹہ تک آپ پر طاری رہی اور بارش میں بھی رقص کرتے رہے چنانچہ پہلے اَندر رقص کرنے سے سب کو پسینہ آیا ہوا تھا اور پھر اچانک باہر آکر بارش میں دیر تک لوگ کھڑے رہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کوئی بھی بیمار نہ ہوا۔ اِس کے بعد شہنشاہ کو اُٹھا کر اندر لے گئے اور بارش بھی رُک گئی۔ جب آپ ہوش میں آئے تو لوگوں نے عرض کی یا حضرت بہت بارش ہوئی ہے تو فرمایا اگر ہم بس نہ کرتے تو بارش بھی بس نہ کرتی اور گز گز پانی چڑھ جاتا چنانچہ موسم بھی خوشگوار ہو گیا اور لوگوں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ (گلزارِ فضل)

مَنْ لَّمْ یَبِتْ وَالْحُبُّ حَشْوُ فُؤَادِہٖ
لَمْ یَدْرِ کَیْفَ تَفَتَّتُ الْاَکْبَادُ

جس شخص نے ایسی حالت میں رات بسر نہیں کی کہ اُس کے دِل میں محبّت کی چنگاری سُلگ رہی ہو وہ نہیں سمجھ سکتا کہ جگر کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے کی کیفیت کیا ہوتی ہے۔ (حضرت سِری سقطی)

ہری شاخِ مِلّت تیرے نَم سے ہے
نفس اِس بدن میں تیرے دَم سے ہے
تڑپنے پھڑکنے کی توفیق دے
دِلِ مرتضےؓ سوزِ صدیقؓ دے (اقبال)

شیخ نمی رقصد عِشق می رقصد
ہر جا کہ عِشق اَست او جا رقص اَست

# فقراء کا رقص حرام نہیں.... حضرت امام غزالی

رقص مباح ہے۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ تم مجھ سے ہو اور میں تم میں سے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اِس کی خوشی میں رقص کیا اور کئی بار پائے مبارک زمین پر مارا جیسے کہ عرب کی عادت ہے کہ خوشی و نشاط کی حالت میں کیا کرتے ہیں اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ صورت و سیرت میں تم میری مانند ہو اُنہوں نے بھی خوشی سے رقص کیا تو جو شخص رقص کو حرام کہتا ہے وہ خطا کرتا ہے۔ (کیمیائے سعادت امام غزالی)

# خدّامِ فضل شاہ نے جنّی کو گرفتار کر لیا بحکم خواجہ فضل شاہ کلیامی

یہ واقعہ جناب ملک غلام علی گھڑیالی بیان فرماتے ہیں جو حضور باباجی صاحب کے خدّام خاص میں سے تھے اور آپ کی آخری آرامگاہ بھی حضورِ انور کے روضہ مبارک کے ساتھ ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ غلّہ کی قلّت پیدا ہو گئی اور آٹا دانہ وافر مقدار میں مِلنا بھی دشوار ہو گیا۔ ۳۵ سیر آٹا روزانہ لنگر میں پکتا تھا اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کبھی کمی واقع نہیں ہوئی تھی لیکن پھر ایسا وقت آ گیا کہ آٹا بھی اُتنا ہی ۳۵ سیر پکتا اور کھانے والے بھی پہلے کی طرح تقریباً اُتنے ہی ہوتے لیکن طعام پورا نہ ہوتا بلکہ لوگ بھوکے رہ جاتے۔ یہ ماجرہ دیکھ کر لنگر کے منتظمین بہت پریشان ہوئے اور باباجی صاحب سے بیان کیا۔ آپ نے فرمایا آئندہ کے لیے جب روٹی تقسیم کرو گے تو دائیں بائیں نظر رکھنا اور اگر روٹی والے ٹوکرے میں جس طرف سے بھی کوئی ہاتھ نظر آئے پکڑ لینا اور ہرگز نہ چھوڑنا۔ چنانچہ جب لنگر تقسیم کرنے لگے تو روٹیوں والے ٹوکرے میں اچانک ایک ہاتھ نمودار ہوا تو باباجی صاحب کے خادم جناب ملک سائیں ہست نے اسے پکڑ لیا تو پکڑتے ہی اُس کا باقی جسم بھی ظاہر ہو گیا۔ وہ جنّی یعنی مادۂ جِن تھی تو اسے پکڑ کر شہنشاہ کے سامنے پیش کر دیا تو باباجی صاحب کے دریافت کرنے پر اُس نے عرض کی حضرت میرا خاوند مر گیا ہے اور میرے چھوٹے چھوٹے بچّے ہیں۔ اس لیے سخی درویش کے لنگر پر گذارا کرتی ہوں۔ جب آپ نے یہ داستان سنی تو فرمایا اگر تم پر کوئی مصیبت آئی ہے تو اپنے حصّہ کا طعام لے جاتی یہ تو نہیں کہ سارا طعام اُٹھا کر لے جاؤ اور مسافر بے چارے بُھوکے رہ جائیں۔ خیر اُس جنّی کی باتیں سُن کر آپ نے اُس کو معاف کر دیا۔ اُس نے کہا یا حضرت آئندہ کے لیے میں نہیں آؤں گی اور آپ نے اُس کے لیے دعا فرمائی کہ خدا تجھے رزق کے معاملہ میں کسی کا محتاج نہ کرے اور پھر وہ دوبارہ نہ آئی۔ (گُلزارِ فضل)

جس گھر میں تصویر یا کُتّا ہو اُس میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ (ترمذی)

قیامت کے روز جان دار کی تصویر بنانے والوں کو سخت عذاب ہو گا۔ (بخاری و مسلم)

# اَولیاءاللہ محبتِ الٰہی کی دُلہنیں ہیں (بایزید بسطامی)

ارشادِ الٰہی ہے: ”اِنَّ اَوْلِیَآئِیْ تَحْتَ قَبَائِی لَایَعْرِفُھُمْ غَیْرِیْ“

میرے ایسے دوست بھی ہیں جو میری قباء کے نیچے ہیں جن کو میرے سوا کوئی نہیں جانتا۔

حضرت بایزید بسطامی فرماتے ہیں اولیاءاللہ محبت الٰہی کی دُلہنیں ہیں جہاں ان کے محرم کے سوا کسی کی رسائی نہیں۔یعنی اللہ کے دوستوں کو اللہ ہی پہچان سکتا ہے جیسا کہ ہم میں سے ہر کسی نے اپنے علم و عقل کی روشنی میں یا پھر جو کچھ مشاہدہ کیا حضور باباجی صاحب کلیامی کے مقام و مرتبہ کے بارے میں بیان کیا ہے لیکن حقیقت کا علم تو صرف اللہ تعالیٰ کو ہی ہے اور پھر اولیائے کرام کے حالات مختلف ہوتے ہیں۔ایک بزرگ فرماتے ہیں اگر کسی درویش پر کوئی حال درویشی کا غالب ہو اور وہ کوئی بات تمہارے خیال میں دین کے خلاف کرتا ہو تو اُس پر طعنہ مت کرو۔لیکن اولیائے کرام کے ہر اُس عمل کی تقلید جائز ہے جو شریعت محمدیؐ کے مطابق ہو۔حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلوی فرماتے ہیں کہ گذرے ہوئے سالکوں میں سے بعض حالتِ سکر میں اور بعض علاج کے ارادے سے کچھ کر بیٹھے تو نادانوں نے اِس پر عمل شروع کر دیا اور وہ یہ سمجھ بیٹھے کہ اللہ سے ملانے والے یہی طریقے ہیں۔لہٰذا خواجۂ کلیامی کے ہر اُس عمل کی تقلید جائز ہے جو شریعت کے مطابق ہو اور غیر شرعی عمل اگر اُنہوں نے کیا تو اُن کے لیے جائز اور ہمارے لیے اگر ہم نے اُس پر عمل کیا تو بدعات یعنی گناہ۔اللہ و رسول کی نافرمانی میں شامل ہو گا۔(مؤلف)

فقر میں مستی ثواب عِلم میں مستی گناہ
عِلم کا موجود اور فقر کا موجود اور (اقبال)

# بیان داروغہ جنگل برائے علاج

# (کرامت)

(آمدن حضرت خواجہ فضل الدین کلیامی راولپنڈی شہر)

راجہ مولا بخش بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ جنگل کا داروغہ کہیں سے تبدیل ہو کر ہمارے گاؤں موضع مُورت کے جنگل میں تعینات ہوا اور اتفاق سے میری اُس کے ساتھ ایک دعوت پر ملاقات ہو گئی۔دورانِ گفتگو اُس نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کہاں پر بیعت ہیں۔میں نے بتایا کہ میرے مرشد کا اِسمِ گرامی خواجہ فضل الدین ہے اور آپ کلیام شریف میں رہتے ہیں۔چنانچہ جب اُس نے یہ بات سُنی تو بہت خوش ہوا اور دوبارہ میرے ساتھ مصافحہ کیا اور کہنے لگا اُن کا ایک واقعہ میں آپ کو سناتا ہوں۔ایک

مرتبہ میرے گھٹنے میں اِتنا شدید درد پیدا ہوا کہ میں ڈاکٹروں اور حکیموں سے علاج کرواکر عاجز آگیا۔ لیکن افاقہ نہ ہوا۔ بلکہ بیماری بڑھتی ہی گئی۔ میرے دِل میں خیال آیا کہ کوئی اللہ کا نیک بندہ ہو تو اُس کی خدمت میں جاکر عرض کروں۔ اِسی اثناء میں کسی نے بتایا کہ کلیام شریف کے بہت بڑے درویش یہاں راولپنڈی شہر میں تشریف لائے ہوئے ہیں۔ جن کا اسمِ گرامی حضرت خواجہ شیخ فضل الدین چشتی صابری ہے۔ اور جُملہ امراض کے مریض آپ کے پاس جاتے ہیں اور پھر آپ کے چشمۂ فیض سے صحتیاب ہو کر خوشی خوشی اپنے گھروں کو لوٹتے ہیں۔ چنانچہ میں نے آپ کی دعوت کا انتظام کیا اور آپ کے ساتھ ساٹھ (۶۰) آدمی اور بھی تھے۔ میں نے مختلف اقسام کے کھانے تیار کرائے۔ میرے ملازموں نے خوبصورت قالین پر دستر خوان بچھایا اور اس پر مختلف اقسام کے کھانے رکھ دیئے اور جب انتظام مکمل ہو گیا تو میں نے ایک قاصد آپ کی طرف روانہ کیا کہ باباجی صاحب کو بلالائے۔ چنانچہ تقریباً ایک گھنٹہ کے بعد جب آپ تشریف لائے تو دیکھ کر میں بہت خوش ہوا کہ آپ نے میری دعوت قبول فرمائی اور میرے گھر میں تشریف لائے۔ میں نے اللہ کا لاکھ شکر ادا کیا اور عرض کی حضرت مجھے معاف کرنا کہ تکلیف کی وجہ سے میں چارپائی سے اُٹھ نہیں سکتا تو آپ نے فرمایا بھائی پریشان نہ ہوں بس لیٹے رہیں۔ جب سب مہمان کھانا کھا رہے تھے تو میں نے دیکھا کہ آپ خاموش بیٹھے ہیں اور ایک نوالہ بھی نہیں لیا۔ میں نے عرض کی حضرت اگر آپ کو یہ کھانا پسند نہیں ہے تو بتائیں جو چیز آپ کی پسندیدہ ہو وہ تیار کرا دیتے ہیں۔ اُنہوں نے فرمایا بھائی وہم نہ کر بس دوستوں نے کھایا تو سمجھو میں نے کھایا۔ میں نے عرض کی یا حضرت ایک نوالہ تو لیں تاکہ میرا دل خوش ہو۔ آپ نے فرمایا بھائی یہ میری غذا نہیں ہے۔ ایسا کرو ایک چھٹانک سرخ مرچ پیس کر دہی میں ڈال کر لے آؤ چنانچہ حسب الحکم شہنشاہ ایسا کیا گیا۔ آپ نے خوشی کے ساتھ نوش فرمایا۔ جب میں نے باباجی کو ایک چھٹانک سُرخ مرچ دہی میں ڈال کر پیتے دیکھا تو بہت حیران ہوا کہ اگر یہی غذا کوئی اور آدمی کھائے تو اُس کا کیا حال ہو۔ بہر حال میں نے ملازموں کو کہا کہ مجھے سہارا دے کر آپ کے پاس لے جاؤ تاکہ میں اپنے دِل کا حال بیان کر سکوں۔ چنانچہ میرے نوکر مجھے سہارا دے کر آپ کے پاس لے گئے اور میں نے کچھ نذرانہ بھی پیش کیا اور پھر آپ کے پاؤں پکڑ کر عرض کی حضرت گھٹنے میں سخت درد ہے جس کی وجہ سے رات دن روتا رہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا عصر کے بعد میرے ڈیرے پر آنا۔ پس میں نے عرض کی حضرت میں تو چارپائی سے ہل بھی نہیں سکتا تو وہاں کیسے پہنچوں گا؟ آپ نے فرمایا بھائی اگر دم کرانا ہے تو گھوڑی پر چڑھ کر آجانا۔ میں آپ کی بات سُن کر خاموش ہو گیا اور آپ دعا مانگ کر اپنے ڈیرے (جہاں آپ کا قیام تھا) چلے گئے۔ خیر میں نے اپنے ملازموں کو کہا اور وہ مجھے گھوڑی پر آہستہ آہستہ آپ کے ڈیرے پر لے گئے۔ وہاں مجھے ایک بستر پر لٹادیا۔ جب کافی دیر گذر گئی تو میں نے ملازموں کو کہا کہ جاکر باباجی صاحب کو بتائیں کہ مجھے بہت تکلیف ہے اس لیے آکر دم کریں۔ جب ملازموں نے آپ کو بتایا تو آپ نے فرمایا بھائی لوگوں کا رش بہت ہے اس لیے اِس کو واپس لے جاؤ ابھی مجھے فرصت نہیں ہے۔ فجر کے بعد اس کو لے آنا تو دَم کروں گا اور جب فجر کے بعد میرے ملازم مجھے وہاں لے کر گئے تو میں نے عرض کی حضرت مجھے

اتنی زیادہ تکلیف ہے اور کتنے چکر کاٹ رہا ہوں لیکن آپ کو تو میری پرواہ ہی نہیں ہے اور یہ لوگوں کا رش تو کم نہیں ہوتا۔ آپ نے فرمایا بھائی ظہر کے وقت آنا اُس وقت لوگوں کا رش بھی کم ہو گا میں فارغ ہوں گا اور تمہیں دم کر دُوں گا۔ آپ کی باتیں سُن کر میرے دل میں خیال آیا کہ شاید میری تکلیف باقی لوگوں سے زیادہ ہے۔ اس لیے آپ چاہتے ہیں کہ کسی فارغ وقت میں علاج کروں۔ جب ظہر کے وقت گئے تو فرمایا بھائی صبح کے وقت آنا کوئی دَم دوا کریں گے۔ بَس میرے ملازم مجھے واپس گھر لے گئے اور مجھے طعنہ دینے لگے کہ یہ فقیر تو ویسے ہی صبح و شام چکر کٹوا رہا ہے نہ تو کوئی دَم دوا کرتا ہے نہ کچھ، خیر میرے ملازم مجھے صبح کے وقت وہاں لے گئے اور جب ہم آپ کے ڈیرے پر پہنچے تو پتہ چلا کہ آپ تو یہاں سے کھنّہ شاہ عبد اللہ چلے گئے ہیں۔ جب میں نے یہ بات سنی تو مجھے بہت غصہ آیا اور ملازموں کو کہا مجھے جلدی سے وہاں لے چلو اور پھر میں اُس سے پوچھتا ہوں کہ صحت تو خدا نے دینی تھی کم از کم دَم تو کر دیتا اور جو میں نے اُس کی دعوت پر خرچ کیا ہے اور نذرانہ دیا ہے ایک ایک پائی کا حساب اُس سے لُوں گا۔ دَم کرنے کے بجائے اُلٹا چکر لگوا تا رہا۔ چنانچہ ملازم مجھے گھوڑی پر بٹھا کر وہاں کھنہ شاہ عبد اللہ لے گئے اور میں نے کہا جلدی سے مجھے نیچے اُتارو تا کہ میں اُس کے ساتھ بات کروں۔ جب میں گھوڑی سے نیچے اُترا تو شہنشاہِ کلیام اُس وقت جلوہ افروز تھے۔ میں نے اُترتے ہی کہا حضرت عجیب آپ کی فقیری دیکھی ہے کہ وعدہ کر کے بھول جاتے ہو۔ بس یہ ہی بات میں نے زبان سے نکالی تو پھر مجھ میں اور بات کرنے کی ہمت نہ رہی اور میری زبان بند ہو گئی اور میں ہر گز نہ بول سکا۔ آپ نے فرمایا اِس کو میرے سامنے لٹاؤ۔ جب مجھے مردِ قلندر درویش کے سامنے لٹایا گیا تو آپ نے فرمایا تم نے بہت تکلیف اُٹھائی ہے اور پھر میرے گُھٹنا کی وہ جگہ جہاں درد تھا پکڑ کر ایک قصّہ بیان فرمایا کہ میرے مرشد خواجہ حافظ صاحب نے ایک مرتبہ مجھے چِلّہ کا حکم فرمایا اور جب میں چالیس دِن تک مُرشد کا دیدار نہ کر سکا تو میں سوکھ کر تنکا ہو گیا۔ (یعنی بہت کمزور ہو گیا) جب میں چِلّہ سے فارغ ہو کر مُرشد کی خِدمت میں حاضر ہوا تو اُس وقت میرے مُرشد جلوہ افروز تھے اور مائی صاحبہ چَرخہ کات رہی تھیں۔ جب میں نے اپنے مُرشد کا دیدار کیا تو دیکھتے ہی بے ہوش ہو کر گر پڑا اور گرتے وقت چرخے کا تَرکلہ میری ٹانگ میں اِتنی زور سے لگا کہ دوسری طرف سے نِکل گیا۔ میرے مرشد نے فوراً اُٹھ کر وہ ترکلہ نکال دیا اور زخم پر ہاتھ کا انگوٹھا رکھ کر جب دبایا تو سارا درد جاتا رہا۔ چنانچہ قصّہ بیان فرماتے وقت آپ نے میرے گھٹنے میں درد کی جگہ پر اپنا دستِ مبارک رکھا ہوا تھا اور قصّہ ختم کرتے وقت جب لفظ دبایا پر پہنچے تو آپ نے بھی میرے گھٹنے میں درد کی جگہ پر رکھے ہوئے ہاتھ کو دبایا تو میرا سارا درد فوراً ختم ہو گیا۔ (گلزارِ فضل)

| | |
|---|---|
| کن پکڑ کے توبہ کیتی پیر مبارک نَپّے | واہ صابر دھن کمائی کم اللہ دے تکے |
| سُنیا ڈِٹھا نائیں ایسا مردِ الٰہی | جَو دَر آیا مولا بخشا پا گیا بھلیائی |

# نفس کی پسندیدہ اشیاء کو ترک کرنا پیرانِ عظام کا طریقہ ہے

**ما تحت ظل السماء من الٰہ یعبد من دون اللہ اعظم عند اللہ من ھو متبع** (طبرانی)

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس آسمان کے نیچے اللہ کے سوا جتنے بھی معبود پُوجے جاتے ہیں ان میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین معبود وہ خواہشِ نفس ہے جس کی پیروی کی جائے۔

حضرت شیخ عطا اللہ اسکندری "عطرِ تصوّف" میں فرماتے ہیں کہ عید خوشی و مسرّت کے دن کو کہتے ہیں اور مسرت انسان کی طبع کے مطابق شے ملنے سے حاصل ہوتی ہے۔ پس عوام کی عید تو اُس روز ہے جس روز اُن کو دِل کے مطابق خواہ کپڑا، کھانا یا دُنیاوی عزّت و آبرو ملے لیکن جو اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہیں، جن کا دِل اللہ تعالیٰ کے ساتھ وابستہ ہو گیا ہے اور سچا تعلق ان کو ذاتِ باری تعالیٰ کے ساتھ ہو گیا ہے اُن کی عید اپنے نفس کی آرزویں نہ ملنے سے ہوتی ہے۔ اس لیے کہ اِن کی خوشی کا سارا دارومدار اِس پر ہے کہ قلب اغیار اور ماسوا کی کدُورت سے پاک وصاف رہے اور نفس کو جب اُس کے موافق شے ملتی ہے اور اُس کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اِن کے صفائے قلب میں کدُورت آجاتی ہے اور جب اِن کی خواہش پوری نہیں ہوتی تو ان کے قلوب حق تعالیٰ کی طرف رجوع ہوتے ہیں اس حالت میں ان کو حلاوت اور نورِ چین آتا ہے۔ انوار و معارف اسرار الٰہی کے قلب پر وارد ہونے کا مدّار نفس کے خلاف خواہش ہونے پر ہے تو اگر نماز، روزہ اس حالت میں ہوں کہ نفس کو اس کی خواہشات مل چکی ہوں مثلاً کھانا مزے دار، لباس فاخرہ اور صحتِ بدن کو حاصل ہے تو اِس نماز، روزہ میں اس قدر انوار و معارف اور اسرار الٰہی قلب پر وارد نہ ہوں گے جس قدر فاقوں اور نفس کے خلاف حوادثات آجانے میں ہوں گے۔ (بحوالہ عطرِ تصوّف)

حضرت پیرانِ پیر سیّد عبد القادر جیلانی فرماتے ہیں تصوّف خالی قِیل و قال سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ بھُوک اور نفس کی پسندیدہ اشیاء کو ترک کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ (فتوح الغیب)

# حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا فقر

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے سب ہی واقف ہیں۔ خلفائے راشدین کے بعد انہی کا شمار ہے۔ اِن کی بیوی عبد الملک بادشاہ کی بیٹی تھی۔ باپ نے بہت سے زیورات و جواہرات دیئے تھے اور ایک ایسا ہیرا بھی دیا تھا جس کی نظیر نہیں تھی۔ آپ نے بیوی سے فرمایا دو باتوں میں سے ایک اختیار کر یا تو وہ سارا زیور اللہ واسطے دے کہ میں اس کو بیت المال میں داخل کر دوں یا مجھ سے جدائی اختیار کر لے۔ مجھے یہ چیز ناگوار ہے کہ میں اور وہ مال ایک گھر میں جمع رہیں۔ بیوی نے عرض کیا وہ مال کیا چیز ہے میں اس سے بھی کئی چند زیادہ پر آپ کو نہیں چھوڑ سکتی۔ یہ کہہ کر سب بیت المال میں داخل کر دیا۔ آپ کے اِنتقال کے

بعد عبد الملک کا بیٹا جب بادشاہ بنا تو اِس نے بہن سے دریافت کیا اگر تم چاہو تو تمہارا زیور تم کو واپس دے دیا جائے۔ فرمانے لگیں جب میں اِن کی زندگی میں اِس سے خوش نہ ہوئی تو اُن کے مَرنے کے بعد اِس مال سے کیا خوش ہوں گی۔ مرض الموت میں آپ نے لوگوں سے پوچھا کہ اِس مرض کے مطلق کیا خیال کیا جاتا ہے۔ کسی نے عرض کیا لوگ جادو سمجھ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ نہیں۔ پھر ایک غلام کو بلا لیا اور اِس سے پوچھا مجھے زہر دینے پر کس چیز نے تجھ کو آمادہ کیا؟ اس نے کہا سو دینار دیئے گئے اور آزادی کا وعدہ کیا گیا۔ آپ نے فرمایا وہ دینار لے آ۔ اِس نے پیش کیے۔ آپ نے بیت المال میں داخل کرادیئے اور غلام سے فرمایا تُو کسی ایسی جگہ چلا جا جہاں سے تجھ کو کوئی نہ دیکھے۔ انتقال کے وقت مسلمہ رحمۃ اللہ علیہ اِن کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا آپ نے اولاد کے ساتھ ایسا کیا جو کسی نے بھی نہ کیا ہو گا۔ آپ کے تیرہ (۱۳) بیٹے ہیں اور اِن کے لیے نہ روپیہ چھوڑا نہ پیسہ۔ آپ نے فرمایا۔ ذرا مجھے بٹھلا دو۔ بیٹھ کر فرمایا میں نے اِن کا کوئی حق نہیں دبایا۔ اور جو دوسروں کا حق تھا وہ اِن کو دیا نہیں۔ پس اگر وہ صالح ہیں تو اللہ جلّ شانہٗ خود ان کا کفیل ہے۔ قرآنِ پاک میں ارشاد ہے۔ ”وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ﴿۱۹۶﴾“ (الاعراف) (وہی متولی ہے صُلحاء کا) اور اگر گنہگار ہیں تو اِن کی مجھے بھی کچھ پرواہ نہیں۔ (فضائل الاعمال)

# شہنشاہِ کلیام اور حضرت سیّد سخی معظم دریا

## واقعہ دیو

حضرت سیّد سخی معظم شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجذوب درویش اور سادات حسینی کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کا مزار پُر انوار کلیام اعوان کے ساتھ ہی گاؤں موضع جلہاری شریف میں ہے اور آپ خواجۂ کلیامی کے رفیق خاص بھی تھے۔ راجہ مولا بخش صاحب بیان فرماتے ہیں کہ میرے ایک بھائی جو نہایت متقی و عبادت گزار تھے اور موضع ڈھلیاں میں مقیم تھے گرمیوں کی سخت دھوپ میں پتھر کی سل پر جہاد نفس بھی کرتے تھے اُنہوں نے یہ واقعہ مجھ سے بیان فرمایا کہ جب لوگ سو جاتے تو میں اُٹھ کر مسجد چلا جاتا تھا اور یہ میرا روزانہ کا معمول تھا اور صبح کو اشراق کی نماز پڑھ کر واپس آتا۔ ایک روز جبکہ سخت گرمی کا موسم تھا اور ہم سب گھر والے مکان کی چھت پر سوئے ہوئے تھے تو میں حسبِ معمول رات کو اُٹھ کر مسجد چلا گیا۔ سحری کے وقت آندھی آئی تو مجھے بچّوں کی فکر لاحق ہوئی پھر سوچا اللہ وارث ہے۔ اَب اِشراق کی نماز پڑھ کر ہی گھر جاؤں گا۔ جب میں اشراق پڑھ کر مسجد سے گھر گیا تو دیکھا کہ ایک لڑکا کھیل رہا ہے لیکن دوسرا نظر نہیں آرہا۔ تو میں نے بیوی سے پوچھا۔ کہنے لگی اوپر ہی سویا ہوا ہے جاکر اُسے جگائیں۔ چنانچہ جب میں اسے جگانے کے لیے مکان کی چھت پر گیا تو دیکھا کہ وہ بے ہوش پڑا ہے اور اُس کے منہ

سے جھاگ نکل رہی ہے۔ میں اُسے اٹھا کر نیچے لے آیا اور چارپائی پر ڈال دیا۔ بیوی اپنے بچّے کو دیکھ کر رونے لگی اور اُس نے مجھ سے کہا جلدی کلیام شریف جائیں اور باباجی صاحب کو بتائیں۔ میں پیدل کلیام شریف کے لیے روانہ ہوا اور تقریباً چھ سات گھنٹہ میں وہاں پہنچا۔ جب میں کلیام شریف پہنچا تو دیکھا کہ حضور باباجی صاحب شدید گرمی اور دھوپ میں پڑی مبارک پر لیٹے ہیں تو میں نے اُن کے پاؤں مبارک چُومے اور تمام واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا بھائی میرے پاس تو وقت نہیں ہے جلہاری معظم شاہ کے پاس چلے جاؤ۔ چنانچہ میں جلہاری گیا اور حضرت سخی سیّد معظم شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا وہ خود تو پڑی پر سویا ہوا ہے اور تمہیں میری طرف بھیج دیا۔ وہ کوہِ قاف میں چلا گیا ہے۔ اَب میں اُس کو کیسے واپس کروں۔ یعنی دیو یا جنّ وغیرہ لڑکے کی یہ حالت کر کے چلا گیا۔ چنانچہ آپ چند گلے شکوے کی باتیں کر کے تخت مبارک سے نیچے اُترے (پُرانے کپڑے بستر وغیرہ اکٹھے کر کے اوپر بیٹھتے تھے بس وہ ہی شہنشاہ کا تخت تھا۔) اور ایک تیر دستِ مبارک میں لیا اور دیو کو مخاطب کر کے فرمایا

نال صلاح مُڑ آویں نالے رُوح پرتیں　　ہے کوہ قاف چپے پر پینڈا کِس طریقے چھپّیں
جے کر چھپیں چھوڑ نہ جاساں لوڑ آگے دھر لاساں　　جدّ تیری نُوں ماراں زِندہ چھوڑ نہ جا ساں
تیرے بیرے ہڈیاں کٹ کے آتش وِچ جلاساں　　ایسی کرساں کسے نہ کیتی کُل کوہ قاف ستاساں
گھر گھر پٹنا پا کے ویساں اپنی چیز بھی کھڑّساں　　چنگے مندے بھلے بُرے دے سر چڑساں نہ اڑساں

چنانچہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ باتیں انتہائی غصہ و جلال میں کہہ کر دوبارہ تخت مبارک پر جلوہ افروز ہوئے اور فرمایا" ونج او مہمد ونج" یعنی مہمد جلدی گھر جاؤ تمہارا کام ہو گیا ہے تو میں آپ کا حکم سُن کر فوراً کلیام شریف باباجی صاحب کے پاس حاضر ہوا اور قبلہ شاہ صاحب کا واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا شاہ صاحب نے بڑی مشکل سے تمہارے بچّے کی جان بچائی ہے اَب تم گھر جاؤ تمہارا بچّہ خوشی کے ساتھ کھیل کُود رہا ہے۔ چنانچہ جب میں واپس گھر پہنچا تو میرا بیٹا گھر کے صحن میں خوشی خوشی کھیل کُود رہا تھا۔

اِک آدم دے کاہندے چڑھ کے کرن سواری　　دوجے مانن تخت رنگیلا بیٹھے وِچ جلہاری
ایتھے راز اوکھیرا دسے ہوء نہ اگیرے　　لاکھاں غرق ہوئے اندر اِس وِچ دریا ڈونگیرے
شاہ کلیامی شاہ جلہاری راز اِکو اِک جُسّہ　　مولا بخشا مہمد پہنچیا تُرت مٹایا غصہ
(گُلزارِ فضل)

# پیر صابر دیاں سوہنیاں اکھیّاں موتی ہار پروون

## واقعہ وصال سخی معظم قلندر

روایت ہے کہ حضرت سیّد سخی معظم شاہ صاحب نے جب وصال فرمایا تو اُس وقت باباجی صاحب کلیامی موضع رائکہ میراجو چک بیلی خان کے نزدیک ہے تشریف فرما تھے۔ دیگر خدّام، مریدین وغیرہ عشاء کے وقت کھانا کھانے کی تیاری کر رہے تھے کہ آپ نے اچانک ارشاد فرمایا کہ مجھے جلدی گھر پہنچاؤ مجھ پر بہت مصیبت آگئی ہے۔ لوگوں نے عرض کی یا حضرت کیا ہم سے کوئی گستاخی ہوگئی ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں بس آگے سے کوئی بات نہ کرے میں ابھی کچھ نہیں بتا سکتا۔ چنانچہ سردی کا موسم تھا اور بارش بھی خوب برس رہی تھی لیکن اِس کے باوجود آدھی رات کے وقت جب موضع کھینگر پہنچے تو وہاں پر لوگوں نے عرض کی حضرت بارش بھی شدید ہے اور سردی بھی اور ہم لوگ بھُوک سے نڈھال ہو رہے ہیں۔ آخر کوئی بات تو بتائیں کہ بات کیا ہے۔ تو اُس وقت آپ نے با چشمِ پُرنم فرمایا کہ میرا جگری دوست آج دنیا سے رُخصت ہو گیا ہے۔ چنانچہ موضع کھینگر میں آپ کی آمد کی اطلاع جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ لوگ جوق در جوق اکٹھے ہونے شروع ہو گئے۔ وہاں پر غلام علی کشمیری نے بتایا کہ حضرت سیّد سخی معظم دریا رحمۃ اللہ علیہ دنیا سے اِنتقال فرما گئے ہیں۔ موضع کھینگر میں ہی سب نے کھانا کھایا اور روانہ ہو گئے اور جب خواجہ کلیامی جلہاری میں حضرت سیّد سخی معظم شاہ صاحب کے پلنگ مبارک کے پاس پہنچے اور آپ کے رُخِ انور کا دیدار کیا تو آپ پر حالتِ وجد کی شدید کیفیت طاری ہو گئی اور رقص کرنے لگے۔ جب کافی دیر کے بعد آپ ہوش میں آئے تو پتہ چلا کہ اہلِ تشیع حضرات نے شاہ صاحب کو غسل دے کر آپ کا جنازہ پڑھا دیا ہے تو آپ نے سُنیوں کو حکم فرمایا کہ میرے یار کو دوبارہ غسل دے کر جنازہ پڑھو۔ چنانچہ حضور باباجی صاحب کے حکم پر شیعہ و سُنی دونوں مسلک کے لوگوں نے عمل کیا اور سب نے اتفاق سے دوبارہ غُسل دے کر نمازِ جنازہ ادا کی اور حضور باباجی صاحب نے بھی آپ کی نمازِ جنازہ پڑھی اور جب شاہ صاحب کے جسدِ اطہر کو پلنگ مبارک سے اُتار کر صندوق میں رکھا گیا تو اُس وقت پھر آپ پر وجدانی کیفیت طاری ہو گئی اور آپ ابھی تک اُسی کیفیت غلبۂ حال میں ہی تھے کہ لوگ سخی معظم دریا کے جسدِ خاکی کو دفنانے کے لیے قبرستان لے گئے۔ چنانچہ صندوق کو جب قبر شریف میں رکھنے لگے تو قبر دو دو انگشت تنگ نظر آنے لگی اور صندوق قبر سے بڑا تو لوگوں نے صندوق کو اُٹھا کر ایک طرف رکھا اور قبر کو کُھلا کیا اور پھر دوبارہ صندوق کو اُٹھا کر قبر میں رکھنے کی کوشش کی تو قبر مبارک پہلے سے بھی زیادہ تنگ اور صندوق قبر سے بڑا نظر آنے لگا۔ لوگوں نے پھر صندوق کو اُٹھا کر علیحدہ رکھ دیا اور چند زور دار آدمی آگے بڑھے اور اُنہوں نے خوب کھود کر مٹی نکالی اور قبر تقریباً چھ چھ اُنگشت کھلی کر دی لیکن جب صندوق مبارک کو اُٹھا کر قبر میں رکھنے کی کوشش کی تو پھر

پہلے والا ہی منظر دکھائی دیتا تھا۔ چنانچہ ایک بار پھر لوگوں نے خوب زور دار ہاتھوں سے کھود کھود کر مٹی کا ڈھیر لگا دیا اور قبر کو ہر طرف سے کافی بڑا کیا اور پھر صندوق کو اُٹھا کر قبر میں رکھنے کی کوشش کی لیکن آپ کے جسدِ اطہر والا صندوق جب قبر میں نہ جا سکا تو سب بہت پریشان ہوئے اور حیرت زدہ اُنگشت بدنداں ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ سب نے صلاح کی کہ باباجی صاحب ہوش میں آئیں تو اُن کو بتائیں۔ چنانچہ حضور باباجی صاحب کلیامی جب ہوش میں آئے تو لوگوں نے گذرا ہوا منظر بیان کیا۔ شہنشاہ نے فرمایا اے لوگو ہمیشہ یار یاروں کو مِل کر جاتے ہیں لیکن تم لوگ تو میرے ملنے کے بغیر ہی میرے دوست کو الوداع کر رہے تھے اور فرمایا اَب صندوق کو اُٹھا کر قبر میں رکھو اور اِس سلطان ولی کو نہایت ادب کے ساتھ دفناؤ۔ چنانچہ جب آپ نے بسم اللہ شریف پڑھ کر صندوق کو اُٹھا کر قبر مبارک میں رکھا تو قبر چاروں طرف سے ایک ایک بالشت کھلی نظر آنے لگی اور حضرت سیّد سخی معظم شاہ صاحب کو نہایت ادب کے ساتھ دفنایا گیا۔

کیتی سخت حیرانی لوکاں کر فریاد رووَن
پیر صابر دیاں سوہنیاں اکھیّاں موتی ہار پرووَن

واہ نصیبا اِس مِٹی دا جھہڑی اِس قبر دی
روز اَزل تھیں نُور ہے نازل برسے رحم اَبر دی

کر کے دفن دعائیں منگیاں خلقت رُخصت ہوئی
نام اللہ دا باقی رہسی ہور نہ رہسی کوئی

پاک حقیقی عاشق صادق نہیں مردے نہیں مردے
مولا بخشا پاس مولا دے جھیڑے سَر نوں دھر دے
(گلزارِ فضل)

گُناہ کی مدد بھی گُناہ ہے۔(مشکوٰۃ)

# ایک عالمِ دین پر خواجۂ کلیامی رحمۃ اللہ علیہ کی نِگاہ کرم

## عِشق کلیجہ ایویں پھٹیا جیویں درزی دیاں لیرّاں

تیرا امام بے حضور تیری نماز بے سُرور
ایسی نماز سے گُذر ایسے امام سے گُذر
(بالِ جبریل)

راجہ مولا بخش صاحب فرماتے ہیں کہ ایک روز میں اپنے دوستوں کو ساتھ لے کر کلیام شریف گیا اور حضرت خواجہ حافظ محمد شریف خاں صاحب دہلوی (مُرشد خواجۂ کلیامی) کے عرس مبارک کی تقریبات شروع تھیں۔ حضور باباجی صاحب نے ختم قرآن پاک کے لیے لوگوں کو بلایا ہوا تھا۔ اِس محفل میں بلند مرتبہ علمائے کرام اور حفّاظ حضرات بھی موجود تھے اور حضور بابا جی خود بھی اِس محفل میں جَلوہ افرز تھے۔ مُورت کے رہنے والے حافظ صاحب قرآنِ پاک پڑھ کر بیٹھے خوش طبعی کے ساتھ باتیں کر رہے تھے۔ اِسی دوران ڈھوک وہاب کے رہنے والے مولوی صاحب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارک پڑھی اور لوگوں کو سمجھانا شروع کر دیا۔ حدیث شریف کا ترجمہ کر کے لوگوں کو بتایا کہ آج کل لوگ نماز نہیں پڑھتے اور مسلمان کہلاتے ہیں۔ شریعت محمدی کی حد توڑ کر شِرک وبدعات پھیلا رکھی ہیں۔ اس زمانے کے مولوی لوگ بھی شِرک و بدعات کی رسومات کو پسند کرتے ہیں۔ قبروں کو سجدے کیے جا رہے ہیں اور گانے بجانے والوں کو پیسے دیتے ہیں اور اس کے باوجود عالم حافظ اور قاضی مفتی کہلا رہے ہیں۔ الغرض آپ نے شریعت کی ایسی ایسی باتیں کیں کہ تمام عُلماء خاموش ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد پیر کمال بھی شیرینی لے کر نوبت بجاتے اور نعرہ لگاتے ہوئے آگئے۔ چنانچہ فیض علی کو شیرینی تقسیم کرنے کی اجازت دے کر فرمایا کہ پہلے قرآن پاک پڑھنے والوں کو شیرینی دو۔ جب شیرینی تقسیم کرنے لگے تو مُورت کے حافظ صاحب کہنے لگے پہلے ڈھوک وہاب کے مولوی صاحب کو شیرینی دو کیونکہ اُن کی باتیں آپ کو اچھی نہیں لگی تھیں اور انہوں نے کہا کہ اِنہوں نے بہت طعنے دیئے ہیں۔ فیض علی نے حضور باباجی صاحب سے شکایت کی کہ اِس مولوی کی زبان کچھ زیادہ ہی چلتی ہے۔ چنانچہ شہنشاہِ کلیام نے جب ڈھوک وہاب کے مولوی صاحب کا واقعہ سنا تو آپ کی طرف جوں ہی نگاہِ کرم فرمائی آپ بے ہوش ہو کر گر پڑے اور پھر دو تین گھنٹہ تک اسی بے ہوشی کے عالم میں پڑے رہے۔ اِس کے بعد ایک شخص نے حضور باباجی صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی یا حضرت وہ جو ڈھوک وہاب کے مولوی صاحب ہیں وہ تو تڑپ تڑپ کر مَر جائیں گے۔ ان کا جسم زخمی ہو گیا ہے اور اُن کے جسم کے کپڑے بھی پھٹ گئے ہیں۔ اگر حکم ہو تو اُن کو لے آؤں تو شہنشاہِ عالم نے

فرمایا لے آؤ اور میرے سامنے لٹاؤ تاکہ میں اُس کو دَم کروں چنانچہ دو آدمی گئے اور اُن کو اُٹھا کر لے آئے اور شہنشاہِ کلیام کے سامنے لٹادیا گیا تو آپ نے اُن کے سینہ پر اپنا دستِ مبارک پھیرا اور خصوصی توجہ فرمائی تو آپ عشقِ الٰہی کی بلندیوں پر پرواز کرنے لگے اور جب ہوش میں آئے تو آپ کے مرید وخادم ہوئے اور آپ کا قلب عِشقِ الٰہی سے اِس طرح منوّر ہوا کہ پھر حضور قلب کے ساتھ نمازیں پڑھنے لگے اور بعض اوقات حالتِ نماز میں اس قدر مستغرق ہو جاتے کہ

ہوش آئی تے طالب ہوئے بُھل گیّاں تدبیراں
عِشق کلیجہ ایویں پھٹیا جیویں دَرزی دیاں لیرّاں

باقی عمراں وچ نمازاں جے بے ہوشی آوے
قیام رکوع و سجود یا قعدہ اُتھے ہی بُھل جاوے

پچھے جو مُقتدی ہووَن پھیر سلام اوہ جاندے
اِسے حالت رہن کھلوتے دو تِن دِن لنگھاندے

بعضے دِن ہوش وچ ہوندے پوریاں پڑھن نمازاں
ہو امام قرأت پڑھدے نال بلند آوازاں

(گلزارِ فضل)

اے سوختۂ جاں کیا پھونک دیا میرے دل میں
ہے شعلۂ زن آگ کا دریا میرے دل میں

## سَبق

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے **لَاصَلٰوۃَ اِلَّا بِحَضُوْرِ الْقَلْبِ** (حدیث) حضوری قلب کے بغیر نماز نہیں ہوتی یعنی حقیقی نماز حضورِ قلب کے بغیر نہیں ہوتی اور نماز میں یہ کیفیت عِشق کے بغیر پیدا نہیں ہو سکتی۔ اور عِشق حاصل کرنے کے لیے مدتوں مجاہدے اور ریاضتیں کی جاتی ہیں۔ لیکن ایک مردِ کامل خواجۂ کلیامی کی ایک نظرِ کرم نے ایک عالمِ دین کو عشقِ الٰہی کی بلندیوں پر پہنچادیا۔ اَب سوچنا یہ ہے کہ خدّامِ فضل کہلوانے والوں کو جو نعمت نہ مِل سکی تو مولوی صاحب کو کیسے عطا ہو گئی اور پھر اُس محفل

میں اور بھی بلند مرتبہ علمائے کرام اور حفّاظ بھی موجود تھے لیکن یہ نعمتِ عظمیٰ صرف اِن ہی کے حصّہ میں کیوں آئی؟ حالانکہ اِن مولوی صاحب کی تو باباجی صاحب سے شکایت بھی کی گئی کہ اُنہوں نے جُرم کیا ہے غلطی کی ہے۔ معلوم ہوا کہ باباجی صاحب کے علم کے مطابق اُنہوں نے کوئی گستاخی نہیں کی بلکہ یُوں محسوس ہوتا ہے کہ باباجی صاحب نے آپ کی قوّتِ ایمانی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ کے ساتھ محبّت اور اُس پر عمل کی بدولت اُن پر ایسی نظرِ کرم فرمائی کہ وہ عشقِ الٰہی کی بلندیوں پر پرواز کرنے لگے۔ چنانچہ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں میں غیبی اِسرار موجود ہیں اور اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں کو منکشف ہوتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ علاوہ اِن اِسرار کے اللہ تعالیٰ کی عنایت اور حدیث پڑھنے کی برکت اور اُس پر عمل کرنے کے سبب غیبی بھید بھی طالبانِ حق پر کُھل جاتے ہیں۔ چنانچہ اِن غیبی اِسرار کو وہی جان سکتے ہیں جو قلبی آنکھیں رکھتے ہوں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔ (مؤلف)

کور چشم کہ بہ بیند آفتاب
کور را از آفتابش صد حجاب

اندھی آنکھ آفتاب کو کیسے دیکھ سکتی ہے اندھے کو اِس آفتاب کے سوپردے ہیں۔

## پیر صاحب موہڑہ شریف اور شہنشاہِ کلیام

## واقعہ ترکِ نماز

یہ واقعہ راولپنڈی کی تحصیل کوہ مری میں واقعہ موہڑہ شریف کے بُزرگوں کا ہے کہ جب آپ ہندوستان سے عِلم دین حاصل کر کے آئے تو دِل میں خیال آیا کہ اب کسی مُرشد کامل کی تلاش کرنی چاہیے۔ چنانچہ آپ نے گوجر خان میں ایک شَب بسر کی اور وہاں پر کسی نے آپ کو بتایا کہ کلیام شریف میں ایک بہت بڑے درویش ہیں جو راگ سُنتے ہیں اور نماز نہیں پڑھتے تو آپ کے دل میں خیال آیا کہ چلو اُس جوان سے جا کر پوچھتے ہیں کہ اِتنا بڑا عالم فاضل اور درویش ہو کر نماز کیوں نہیں پڑھتا

موہڑے والے جوہن فقیر صاحب کر تحصیل آئے ہندوستان تھیں جی
آن پہنچے پوٹھوہار تے خیال آیا لوڑو مرد کوئی دِل و جان تھیں جی
گوجر خان دے وِچ جو رات آئی پتہ مِلیا اِس مکان تھیں جی
اِک ہے درویش کلیام اَندر اِس وقت مشہور جہان تھیں جی

زُہد گر عارف پارسا وڈا عالم فاضل وَدھ جہان تھیں جی

سُنے راگ سُرود ہمیش عاشق چھوڑ دِتّی نماز دھیان تھیں جی

چنانچہ جب آپ کلیام شریف پہنچے تو حضور خواجۂ کلیام سے پوچھا کہ چشتی خاندان کا فقیر ہو کر نماز کیوں نہیں پڑھتے ؟ تو آپ نے فرمایا بھائی قصور وار تو میں ہی ہوں لیکن میں معذور ہوں تو مولوی صاحب نے کہا آج تو آپ چاہے آسمان پر بھی پرواز کرنے لگیں لیکن میں آپ کو نماز پڑھا کر ہی چھوڑوں گا نہیں تو پھر میری نماز بھی آپ کے ذِمّہ ہو گی۔ اور پھر کہا کہ اُٹھ کر میرے ساتھ مسجد چلیں چنانچہ مولوی صاحب کے اصرار پر آپ اُن کے ساتھ مسجد چلے گئے۔ مولوی صاحب نے دو لوٹے پانی کے وضو کے لیے بھرے ایک اپنے لیے اور ایک بابا جی صاحب کے لیے اور جب بابا جی صاحب نے لوٹا اُلٹا کیا تو خالی تھا۔ آپ نے فرمایا مولوی صاحب لوٹا خالی تو نہ دو مجھے۔ اس پر مولوی صاحب نے جلدی سے دوسرا لوٹا بھر کر پیش کیا لیکن جب آپ نے دوبارہ پانی والا لوٹا اُلٹا کیا تو اس میں سے بھی پانی کا ایک قطرہ نہ ٹپکا۔ یہ عجیب منظر دیکھ کر مولوی صاحب پریشان ہو گئے۔ اس پر مردِ قلندر درویش شہباز لامکاں نے اپنی ریش مبارک پر ہاتھ پھیرا تو پانی کی پھوہار نکلی اور فرمایا مولوی صاحب تمہیں تو میرے وضو کی بھی خبر نہیں ہے اور میری نمازوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہو۔ میری نمازیں چشمِ باطن سے دیکھی جا سکتی ہیں نہ کہ ظاہری آنکھوں سے۔ اور فرمایا کہ کہئیں والے فقیر کے پاس جاؤ وہ کچھ میرے باطنی حالات سے واقف ہے۔

میرے وضو دی خبر جے نہیں تینوں میرے نال کی تیرا تکرار یارو

اکّھیں ہون تینوں حال نظر آوے خفیہ راز نہیں ہوندا اظہار یارو

کہئیں پہنچ تے پُچھ فقیر کولوں اَوہ کُجھ ہے میرا رازدار یارو

میرا دئیں سلام تُوں اُس تائیں اَوہ تے جاندا ہے میری کار یارو

چنانچہ مولوی صاحب پہاڑی علاقہ کا سفر طے کرتے ہوئے کہئیں والے بابا کے پاس پہنچ گئے اور آپ نے بابا صاحب کو خواجۂ کلیامی کا سلام پیش کیا اور تمام گذرا ہوا واقعہ بیان فرمایا تو بابا صاحب نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ خواجۂ کلیامی نے مجھے یاد فرمایا اور محترم مولوی صاحب پر بہت شفقت فرمائی اور بیعت کر لیا۔ (گلزارِ فضل)

عاشق پڑھن نماز پرم دی جیں وچ حَرف نہ کوئی ہُو

جہیا کہیا نیت نہ سکے اوتھے درد منداں دِل ڈھوئی ہُو

اکھیں نیر تے خون جگر دا اوتھے وضو پاک کریوئی ہُو

باہُو جیونہ ہلے تے ہونٹ نہ پھڑکن خاص نمازی سوئی ہُو

# حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی اور شہنشاہِ کلیام

## (واقعہ ترکِ نماز بحوالہ پیر سیّد نصیر الدین گولڑوی)

حضرت پیر سیّد نصیر الدین صاحب فرماتے ہیں حضرت خواجہ اللہ بخش صاحب تونسوی جو پیر پٹھان مشہور تھے اُن کے بارے میں میرے دادامہر علی شاہ کے ملفوظات میں ہے کہ میں نے ہندوستان میں حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی جیسا کوئی شخص نہیں دیکھا جس کی نظر میں دنیا کے مال و دولت کی قیمت رتّی بھر نہ ہو۔ اتنا مستغنی آدمی اتنا بڑا شیخ اللہ کے نزدیک جو اُن کا مرتبہ تھا وہ تو میں نہیں جانتا (یعنی اللہ ہی جانتا ہے) لیکن دنیاوی اُن کا جو جاہ و جلال تھا اُس کو میں جانتا ہوں۔ بہت سخت تھے بڑے بڑے مشائخ کو نماز نہ پڑھنے پر اتنا پٹوایا کہ وہ مُریدوں سمیت بھاگ گئے۔ دہلی کے دو چار صاحب سلسلہ مشائخ کو پٹوایا۔ میں اُن کے نام نہیں لینا چاہتا۔ بُہت مروایا حضرت خواجہ اللہ بخش صاحب نے فرمایا پیر بنتا ہے اور نماز نہیں پڑھتا۔ اتنا پابندِ شریعت لیکن چڑھ گیا ہتھے عارف کے حضوری کے ہاتھ چڑھ گیا۔ وہ چار مشائخ تو اور جیسے انداز کے تھے اندر کا حال تو اللہ ہی جانتا ہے لیکن فضل کلیامی درد کا ایک سرمایہ اور پیکر ہے۔ اُس وقت عرس مبارک حضرت بابا فرید گنج شکر کے سارا ہندوستان آتا تھا اَب تو اِتنے آدمی نہیں ہوتے ہیں۔ رَش تو بہت ہوتا ہے لیکن کام کے آدمی تھوڑے ہوتے ہیں۔ صِرف رَش کو نہیں دیکھنا چاہیے۔ کام کے آدمی کو دیکھنا چاہیے۔ سارے مشائخ حاضر چنانچہ خواجہ اللہ بخش تونسوی نے خواجۂ کلیامی کے ڈیرہ پر اپنا ایک خادم بھیجا کہ اُس کو میرا پیغام پہنچاؤ آؤ کہ ظہر کی نماز میں فلاں مسجد میں پڑھاؤں گا اگر تم نے میرے پیچھے آکر نماز نہ پڑھی تو میں تمہیں بہت خوار کروں گا۔ لیکن آپ نہیں آئے۔ عصر کے وقت بھی دیکھا دونوں طرف آپ نہیں آئے۔ پھر پیغام بھیجا مغرب کے وقت نہ آئے تو تمہیں پیٹتا ہوا لاؤں گا۔ بابا ٹَس سے مَس نہ ہوا۔ جب عشاء کا وقت ہوا تو حضرت خواجہ اللہ بخش صاحب نے جب دیکھا نہیں آئے تو سارے مشائخ حاضر۔ آپ سخت غصہ میں کہ اب میں جاکر اس کو خوب پیٹوں گا۔ جب آپ نے نماز پڑھا کر دائیں طرف سلام پھیرا تو میاں صاحب دائیں طرف بیٹھے ہوئے اور جب بائیں طرف سلام پھیرا تو اِدھر بھی بیٹھے ہوئے۔ خواجہ اللہ بخش صاحب کانپ گئے کہ میں نے ہاتھ تو ڈال دیا دہلی والے پیر سمجھ کر لیکن یہ تو کوئی اور ہی بندہ ہے۔ چنانچہ حضرت خواجہ اللہ بخش صاحب ایسا جاہ و جلال والا شیخ خود اُٹھ کر اُن کے ڈیرہ پر گئے تو دیکھا کہ میاں صاحب (کلیامی) جو صابر صاحب کے حجرہ مبارک کے باہر مٹی پر پڑے تھے "اللہ اکبر مٹی پر" اور کیا کہہ رہے تھے "لا بٹھایا تیرے کوچے میں خدا نے ہم کو" اوہ میرے پیر صابر کلیری

لا بٹھایا تیرے کوچے میں خدا نے ہم کو
نہ اُٹھیں حشر میں بھی جو اُٹھانے آئے ہم کو

اتنابڑا شیخ ہلا دینے والا شیخ اللہ بخش صاحب حاضر ہو گئے کھڑے ہیں۔ عرض کر رہے ہیں "سائیں میں معذرت کریندا ہاں" معذرت کریندا ہاں بڑی بات تھی خواجہ اللہ بخش پہاڑ جیسا دِل جو سلاطینِ وقت کہہ رہے ہیں سائیں میں بُھل تھیّا بُھل تھیا چنانچہ اللہ وحدہٗ لاشریک کی ذات کی وحدانیّت کے سمندر میں فناہ فضل کلیامی نے جب آنکھ اُٹھائی تو دیکھا کہ ایک بہت بڑا شہنشاہ شیخ کھڑا ہے جس کے رُعب سے طریقت کی دنیا کانپتی ہے۔ کہنے لگے اوے اللہ بخش اَوے اللہ بخش تیرے دادا کا لحاظ مجھے مارتا ہے۔ شاہ سلیمان تونسوی جب پاکپتن حاضر ہوتے تو مجھ پر شفقت کا ہاتھ رکھتے۔ اُس ہاتھ کا مجھے لحاظ ہے اور اُس پاک چہرے کا لحاظ ہے ورنہ تجھے ایسا ناچ نچاؤں کہ دنیا دیکھے کہ تم نے ہاتھ کس کو ڈالا ہے پھر ایک اور جملہ فرمایا اللہ بخش صاحب خاموش پھر اُنہوں نے ایک اور جملہ فرمایا جو میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہا اللہ بخش دنیا میں کچھ ایسے بے نمازی ہیں جو اللہ کی حضوری کی صَف میں سے پہلی صَف میں بیٹھنے والے ہیں اور کچھ وہ نمازی ہیں جو تمہیں نظر آئیں گے۔ مسجدوں میں نماز پڑھتے ہوئے لیکن اُن کے دِل غافل ہیں۔ ریا کی نماز پڑھتے ہیں (نصیر الدین صاحب فرماتے ہیں) کہ فضل کلیامی ہمیں کیا کہہ رہے ہیں

جے تُوں پریم نماز نہ نیتی ہُو　　کی واجب کی فرض تیرے
اونہاں کدی قضا نہ کیتی ہُو　　جنہاں دے دِل وچ یار وَسے
جَد اندر لکھ پلیدی ہُو　　وضو تیرے دا کی فائدہ
جس بے پیمانے پیتی ہُو　　دسّے بھید نہ مستی دا
نہیں محتاج مسیتی ہُو　　جنہاں نصیر حضوری پائی

## ایک بہت بڑے قاضی و مفتی حضور باباجی صاحب کی نمازِ جنازہ پڑھانے والے پر فتویٰ صادر کرنے کے لیے خچر پر کتابیں لاد کر کلیام شریف آئے

حضرت سیّد پیر نصیر الدین نصیر فرماتے ہیں کہ حضرت میاں فضل الدین کلیامی کے متعلق مشہور تھا کہ وہ ظاہر نماز نہیں پڑھتے تھے۔ اُن کو نماز پڑھتے ہوئے کسی نے نہیں دیکھا تو فقہ کے مطابق جس کو کبھی نماز پڑھتے ہوئے نہ دیکھا گیا ہو تو اُس کی نماز جنازہ نہیں ہوتی تو ماڑی دانشمند اں جو اُن کے قریب جگہ ہے وہاں کے بہت بڑے قاضی تھے وہ خچر پر کتابیں لاد کر لائے تھے کہ جو اِس کی نمازِ جنازہ پڑھائے گا میں اُس پر فقہ کا فتویٰ صادر کروں گا۔ کوئی ایک آدمی بھی اِس کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھے گا تو باوا

صاحب نے فرمایا مولوی تم ایک آدمی کی بات کرتے ہو میرے جنازہ میں تو دہلی کے لوگ بھی شامل ہوں گے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا تھا مجھے نہلا دُھلا کر کفن پہنا کر میری چارپائی کو رکھ دینا۔ ایک شہسوار آئے گا وہ میری نمازِ جنازہ پڑھائے گا۔ میرے دادا مہر علی شاہ گئے اور فرمایا جس کو میاں فضل الدین کلیامی کے ایمان میں شک ہو وہ مناظرے کے میدان میں اُترے۔ دس منٹ تک میرا دادا کھڑا رہا کوئی نہیں اُترا۔ آخر آپ نے ہی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ چنانچہ (حضور باباجی صاحب کے فرمان کے مطابق) ایک قافلہ آیا جو دہلی سے آیا تھا اور پشاور جارہا تھا۔ دوچار سو آدمی وہ بھی آپ کی نمازِ جنازہ میں شریک ہوگئے۔ پیر صاحب فرماتے ہیں کہ صاحبِ حال کے وجد کے منکر پاک پتن شریف میں دروازہ گذرتے وقت اگر میرے پاس ہوتے تو میں ان کو بتاتا کہ فضل کلیامی کی پالکی جب گذرتی تھی تو اُن کے ایک ایک انگ سے ذِکرِ ذات ھُو کی جو آواز آتی تھی اور جو تڑاک تڑاک ہوتی تھی (یعنی باباجی کی ہڈیوں سے) اُس کو میں سنتا تھا گواہی مہر علی شاہ صاحب دے رہے ہیں کوئی مولوی صاحب نہیں۔ یہ وہ فضل کلیامی ہے۔

## حضرت مولٰنا عبدالحکیم (سجادہ نشین) کاکا صاحب نوشہرہ اور شہنشاہِ کلیام......... واقعہ ترکِ نماز

راجہ مولا بخش صاحب فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ حضور شہنشاہِ کلیام کے خاص منظورِ نظر درویش جناب خان جہانداد صاحب نے بیان فرمایا ہے اور آپ پوٹھوہار میں جٹے کے نزدیک موضع کھینگر کے رہنے والے تھے۔ اُنہوں نے ہی مجھے اجازت عنایت فرمائی تو میں نے یہ کتاب (گلزارِ فضل اَصلی پرانی) تیار کی۔ فرماتے ہیں کہ مولوی عبدالحکیم صاحب نوشہرہ کے درویش کاکا صاحب کے سجادہ نشین اور آپ کی اولاد میں سے ہیں۔ اُن کے مرید وطالب ہمارے اِس علاقہ میں بہت تھے جس کی وجہ سے یہاں ان کی آمدورفت رہتی تھی۔ چنانچہ آپ نے جب خواجہ کلیامی کی تعریف سنہری الفاظ میں لوگوں سے سنی اور یہ بھی سنا کہ آپ نماز نہیں پڑھتے ہیں تو آپ اپنے دو دوستوں کو ساتھ لے کر کلیام شریف حضور باباجی صاحب کے پاس پہنچ گئے اور آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی یا حضرت آپ کچھ دیر کے لیے اِن سب لوگوں کو یہاں سے ہٹائیں اور میرا ایک سوال سُن کر اُس کا درست جواب عنایت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا مولوی صاحب اتنے لوگوں کو جو اُٹھنے کی تکلیف دیں گے تو بہتر یہ ہے کہ ہم دونوں اُٹھ کر چلے جاتے ہیں اور بات کر لیتے ہیں۔ چنانچہ مولوی عبدالحکیم صاحب نے سب لوگوں سے علیحدہ ہو کر انتہائی ادب کے ساتھ عرض کی یا حضرت بس میرا ایک سوال ہے کہ آپ نماز کیوں نہیں پڑھتے ؟ آپ نے فرمایا مولوی صاحب آپ تو فقراء کی اولاد میں سے ہیں اور عالمِ دین بھی تو پھر سُنیں میرا جواب

سُن لو ایہیّہ میرے تھیں ایہیّہ وجود جو میرا
نہ عبادت لائق سمجھاں مالک حق او کھیرا
دو جا ہور وجود بنا کے پنجے پڑھاں نمازاں
رَبّ اَپنے دِی کراں عبادت نال ادب نیازاں

فرمایا کہ یہ جو میرا جسم ہے اِس کو میں اپنے معبود کی عبادت کے لائق نہیں سمجھتا اس لیے میں دوسرا وجود بنا کر اُس کے ساتھ باقاعدہ پانچ وقت کی نمازیں ادا کرتا ہوں اور نہایت ادب کے ساتھ اپنے رَبّ کی عبادت کرتا ہوں اور میں ہر روز رات کو اٹھارہ ہزار بار اسمِ ذات کا ذکر کرتا ہوں۔ چنانچہ جب مولوی عبدالحکیم صاحب واپس موضع کھینگر آئے تو لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ باباجی صاحب کلیامی نماز کے بارے میں کیا کہتے ہیں تو آپ نے باباجی صاحب کے خاص منظورِ نظر درویش حضرت خان جہانداد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا آپ کے مُرشد کامل اولیاء اللہ ہیں اور جو جواب آپ نے نماز کے بارے میں دیا ہے ایسا جواب اور کسی سے مِلنا مشکل ہے اور آپ موجودہ زمانہ کے فردِ زمّاں ہیں اور آپ کی شانِ عالی یہ ہے کہ ایک لمحہ کے لیے بھی وصالِ الٰہی سے غافل نہیں ہیں۔ چنانچہ آپ کے ساتھ جس طرح سوال کیا جاتا ہے آپ اُسی طرح سے جواب بھی عنایت فرما کر سائل کو مطمئن کر دیتے ہیں۔

جہانداد خان اصلی پچھیں کامل مُرشد تیرا
جو جواب دِتّا اوس عاشق ایسا مِلن اوکھیرا

فردِ زمّاں ڈِٹھا میں جا کے خاصہ مردِ حضوری
عین کمال وصال الٰہی اِک لحظہ نہیں دُوری

عالی شان سرکار ہے صابر صفت نہ کیتی جاوے
دنیا سب اَوصافاں کر دی وِچ حساب نہ آوے

جس طرح دے ہون ایویں دین جواباں
سائل دی کر دین تسلی باہجھ شمار حساباں
(گلزارِ فضل)

# اُمتِ محمدیہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم میں باہوش تارک الصّلوٰۃ درویش کی گنجائش نہیں

## خواجۂ کلیامی نماز پڑھتے تھے

روزِ محشر کہ جاں گداز بُود
اوّلیں پُرسشِ نماز بُوَد

چنانچہ عوام میں یہ بات مشہور ہے کہ باباجی صاحب کلیامی مجذوب درویش تھے اور نماز نہیں پڑھتے تھے یہاں مجھے اپنی کم سنی کا ایک واقعہ یاد آگیا کہ اِسلام آباد جنگل میں ایک باریش عمر رسیدہ بابا رہتا تھا جو اپنے آپ کو منشی فاضل اور عربی فاضل وغیرہ کا تعلیم یافتہ ظاہر کرتا تھا تو اُس وقت میں بھی وہاں نزدیک ہی ایک مکان میں رہائش پذیر تھا۔ جب مجھے معلوم ہوا کہ اُس کے پاس لوگ جاتے ہیں اور اُس سے دعائیں کراتے ہیں تو میں بھی چند مرتبہ وہاں گیا۔ ایک روز دورانِ گفتگو میں نے بابا کو بتایا کہ "میں کلیام شریف کا رہنے والا ہوں تو بابا کہنے لگا وہاں پر ایک بہت بڑے درویش خواجۂ فضل الدین کا مزار ہے تو میں نے کہا وہ بزرگ ہمارے ہی آباؤاجداد میں سے تھے تو بابا بہت خوش ہوا اور میرے ساتھ شفقت کرنے لگا۔ ایک روز بابا اکیلا بیٹھا ہوا تھا تو میں نے اُس سے پوچھا بابا آپ نماز کیوں نہیں پڑھتے تو بابا کو غصّہ آیا اور کہنے لگا کہ مجذوبوں کی اولاد ہو کر تمہیں اتنا بھی عِلم نہیں ہے تمہارے باباجی کلیامی بھی تو نماز نہیں پڑھتے تھے۔ خیر میں نے چند باتیں اُس کے ساتھ کیں اور واپس آگیا اور پھر دوبارہ اُس کے پاس نہیں گیا اور بعد میں مجھے کسی نے بتایا کہ وہ بابا درویش نہیں تھا بلکہ منشیات کا عادی تھا اور یہاں سے بھاگ گیا ہے۔ یعنی بعض لوگوں کے دِلوں میں یہ بات پختہ بیٹھ چکی ہے کہ بے نمازی بھی ولی اللہ ہو سکتا ہے اور کئی لوگ خواجۂ کلیامی کو دلیل پیش کر کے اپنی معذوری کے لیے حجت قائم کرتے ہیں۔ حالانکہ جو پیرانِ پیر ہیں جنہوں نے یہ ارشاد فرمایا کہ میرا یہ قدم اَللہ کے ہر ولی کی گردن پر ہے اور آپ کا یہ ارشاد مبارک سُن کر مشرق سے مغرب تک سب اولیاء اللہ کی گردنیں ادب کے ساتھ جُھک گئی تھیں، آپ تو ارشاد فرماتے ہیں قرآن وحدیث پر عمل ہی کی وجہ سے بندہ ولایت، ابدالیت، اور غوثیت جیسے بلند مقامات کی طرف پرواز کرتا ہے۔ اور قرآن وحدیث میں بیشمار جگہ نماز کی فرضیت اور اُس کی اہمیت وفضیلت ظاہر ہے۔ حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعی کے نزدیک بے نماز واجب القتل ہے۔ ہمارے امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک اُسے قید کر کے سخت سزا دی جائے اور اُسے اتنا مارا جائے کہ اُس کے بدن سے خُون بہنے لگے یہاں تک کہ توبہ کرے یا اُسی حالت میں مَر جائے۔ (دُرِّ مختار) حضرت پیرانِ پیر شیخ سیّد عبد القادر جیلانی کے نزدیک بے نماز مُرتد ہے اگر مَر جائے تو اُس کی نمازِ جنازہ نہ پڑھی جائے۔ نہ اُسے مسلمانوں میں دفن کیا جائے بلکہ کسی کھڈ میں پھینک دیا جائے (غنیہ) کیا اب ہم ان بزرگوں کے اقوال پڑھ کر اور اِن پر غور وفکر کرنے کے باوجود بھی کہہ سکتے ہیں کہ خواجۂ کلیامی نماز نہیں پڑھتے تھے۔ نعوذ بِااللہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ

آپ ظاہری طور پر نماز نہیں پڑھتے تھے نماز تو ہوتی ہی ظاہری ادائیگی سے مکمل ہے خواہ لوگوں کے سامنے پڑھی جائے یا کہیں بند کمرے میں بس جب نماز حضوری قلب کے ساتھ پڑھی جائے تو اُس کی باطنی ادائیگی بھی ہو جاتی ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ کامل عقل و شعور رکھنے والے پر نماز ظاہری کو فرض کیا گیا ہے اور حضور باباجی صاحب کلیامی کامل عقل و شعور رکھتے تھے۔ البتہ مجذوب محض درویش جو غلبۂ عشقِ الٰہی میں اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھتے ہیں اور دیوانے ہوتے ہیں۔ اُن پر شریعت عائد نہیں ہوتی جیسا کہ کوئی بادشاہ پر عاشق ہو اور اُس کے آدابِ سلطانی بجالانے کے بغیر ہی اُس کے پاس چلا جائے تو حضور باباجی صاحب کلیامی کی پاکیزہ زندگی کی شمع کی چند کرنیں ملاحظہ ہوں۔ آپ نسبی لحاظ سے ہاشمی تھے اور آپ کا سلسلۂ نسل حضرت سیّدنا علی حیدرِ کرّار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ جاملتا ہے۔ آپ کے والد محترم حضرت فناء اللہ صاحب حافظِ قرآن بلند مرتبہ عالمِ دین اور صاحبِ کشف ولی اللہ تھے اور کلیام سیّداں کی مسجد میں درس و تدریس اور امامت کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔ آپ کی والدہ محترمہ بھی ولی اللہ تھیں اور آپ مادر زاد ولی پیدا ہوئے۔ آپ کے دادا محترم دونوں بھائی سب حافظِ قرآن اور فقیر لوگ تھے۔ طریقت میں آپ کا تعلق چشتیہ صابریہ سلسلہ سے تھا اور آپ کے مرشد قطب زماں بہت بڑے درویش تھے جن کا اِسمِ گرامی حضرت خواجہ حافظ محمد شریف خاں صاحب دہلوی ہے اور خواجۂ سیّد مظہر علی شاہ جلال آبادی نے حکم فرمایا تھا کہ خطۂ پوٹھوہار میں ایک پاکیزہ روح تشریف لانے والی ہے جن کا اسم گرامی فضل الدین ہوگا اور جن کے جہادِ نفس کا یہ عالم ہوگا کہ اپنے جسم مبارک کا گوشت کاٹ کر چیلوں کو کھلائیں گے اور پھر زخموں پر مرچیں چھڑکیں گے وہاں جائیں اور اُن کی تربیت کریں۔ بچپن ہی سے آپ کی کرامات کا ظہور شروع ہو گیا تھا جس کی وجہ سے گاؤں کے لوگ آپ کا بہت ادب کرتے اور ڈرتے تھے کہ کہیں آپ کی گستاخی نہ ہو جائے۔ گرمیوں کی سخت دھوپ میں اپنے جسم مبارک کو گرم پتھر کی سِلوں پر مَلنا اور لوٹے کا دھوپ سے اُبلا ہوا گرم پانی پینا اور سخت سردی میں اپنے سر پر ٹھنڈے پانی کی دھار ڈلوانا مجاہدہ تھا خوراک کا یہ عالم تھا کہ ایک روز رفیقِ خاص خواجہ مہر علی شاہ گولڑوی سے فرمایا میں نہیں جانتا کہ کس پھل کا ذائقہ کیسا ہوتا ہے اور میٹھا کسے کہتے ہیں دال کے چند گھونٹ خوراک کے طور پر پی لیا کرتے تھے اور بعض اوقات سرخ مرچیں ایک چھٹانک پیش کر دہی میں ملا کر بھی نوش فرماتے تھے۔ بچپن میں گاؤں کے لڑکوں کے ساتھ جانور چَرانے جنگل کی طرف جاتے اور وہاں کے کَس (نالہ) میں لڑکوں کو کہتے قبر کھودو۔ لڑکے آپ کے لیے ریت میں قبر کھودتے تو آپ اُس میں لیٹ جاتے اور لڑکوں کو کہتے اَب اوپر ریت ڈال کر قبر بنادو۔ چنانچہ لڑکے ایسا ہی کرتے تو آپ بعد میں باہر نکل آتے۔ خار دار جھاڑیوں پر لیٹے رہتے۔ طویل عرصہ جنگلوں، پہاڑوں اور ویرانوں میں گذارا۔ آپ انتہائی خوبصورت تھے۔ خوبصورت لباس زیب تن فرماتے اور گیروی رنگ کا عمامہ زیب سر فرماتے تھے۔ آپ کی ریش مبارک اور ذو لفیں سنّت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق تھیں۔ آپ کی مونچھیں بالکل باریک سُنت کے مطابق تھیں۔ آپ کے جس فوٹو میں مونچھیں ہیں وہ قطعی جھوٹ ہے۔ آپ کے زمانہ کے بلند مرتبہ اولیائے کرام نے آپ کے بلند مرتبۂ ولایت کا اقرار کیا۔ بہت سے اولیاء اللہ نے آپ سے فیض بھی حاصل کیا۔ کئی جیّد علمائے کرام اور حفّاظ

حضرات آپ کے مرید و خادم تھے اور آپ کے تمام خلفاء صوم و صلوٰۃ کے پابند اور اورادِ چشتیہ صابریہ پر کاربند تھے۔ سوائے چند ایک کے جو مجذوب ہو گئے تھے۔ آپ کی کرامات شمار سے باہر ہیں۔ غیر مسلموں نے بھی آپ کے دستِ مبارک پر اسلام قبول کیا۔ بیشمار راہِ حق سے بھٹکے ہوئے لوگ آپ کی نظر کرم کے فیض سے فیضیاب ہوئے۔ چنانچہ کلیام اعوان میں ایک بڑا رُوحانی و جسمانی شفاء خانہ قائم تھا۔ بے شمار اقسام کی موذی بیماریوں مثلاً کوڑھ، جذّام کے مریض باؤلے کتّے کے کٹے اور سانپ کے ڈسے ہوئے اور کئی بیماریوں میں مبتلا لوگوں کو چارپایوں پر اُٹھا کر کلیام شریف لایا جاتا اور وہ آپ کے چشمۂ فیض سے صحتیاب ہو کر خوشی خوشی گھروں کو لوٹتے تھے۔ اکثر ایسا بھی ہوتا ہے بعض بزرگ جس جگہ پیدا ہوتے ہیں یا ابتدائی زندگی گذارتے ہیں وہاں کے رہنے والے لوگ اُن کی ولایت اور بلند درجات پر فائز ہونے کا اقرار کم کرتے ہیں لیکن حضور باباجی صاحب کلیامی کے ساتھ تمام اہلِ کلیام دِل و جان سے پیار کرتے ہیں حتیٰ کہ ہم گنہگار و سیاہ کار باباجی صاحب کے قدموں کی خاک بھی نہیں ہیں۔ لیکن حضور باباجی صاحب کے خاندان ہونے اور اُن کے ساتھ ہمارا ایک خونی رشتہ ہونے کے سبب عاشقانِ فضل ہمیں بھی عِزت و احترام کے ساتھ ملتے ہیں اور کہتے ہیں یہ باباجی صاحب کی اولاد سے ہیں۔ حقیقت میں جو لوگ کسی ولی اللہ کی محبّت کی وجہ سے اُس کے ساتھ نسبت رکھنے والی کسی چیز سے جو محبّت کرتے ہیں تو یہ حقیقت میں اُس ولی اللہ سے ہی محبّت کرتے ہیں اور اگر کسی ولی اللہ کی اولاد یا اُن کے گدی نشین حضرات کے دِل میں یہ خواہش پیدا ہو کہ میں تو فلاں بُزرگ کی اولاد سے ہوں یا اُن کا سجادہ نشین ہوں اس لیے لوگ میری عزّت کریں یا بُزرگ کی اولاد ہونے یا گدی نشین ہونے کی وجہ سے میرا بڑا مرتبہ ہے کہ سب لوگ میری عزّت کرتے ہیں تو یہ تباہی ہے۔ اُس کے ایمان کے لیے۔ اِسے کہتے ہیں حُبِّ جاہ۔ حضرت امام غزالی کی کتاب "مکاشفتہ القلوب" میں ایک حدیث شریف درج ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا بکریوں کے گلّہ میں دو خونخوار بھیڑیئے اس قدر فساد نہیں کرتے جس قدر مسلم آدمی کے دِل میں مال و جاہ کی محبّت نقصان کرتی ہے۔ حُبِّ مال سے بھی خطرناک بیماری حُبِّ جاہ ہے۔ جھوٹی اَنا پرستی، جُھوٹے مقام و مرتبہ کی تمنّا کے لیے جو لوگ لڑ جھگڑ کر گدی نشین یا سیاست سے پیر بَن گئے ہیں اُن سے بہتر تو ہمارے اکثر پاکستانی سیاست دان ہیں جو حُبِّ مال اور حُبِّ جاہ کی خاطر لڑ جھگڑ کر حکمت و سیاست سے وزیر، مشیر اور سربراہِ مملکت بن جاتے ہیں کیونکہ یہ لوگ کم از کم دینِ الٰہی کے نام پر تو لوگوں کو دھوکہ نہیں دیتے اور جھوٹے پیر اور جھوٹے سجادہ نشین دینِ الٰہی کا بڑا نقصان کرتے ہیں۔

## حضور باباجی پر نماز نہ پڑھنے کا اعتراض کیوں

حضرت خواجہ اللہ بخش صاحب تونسوی کا واقعہ جو حضرت پیر نصیر الدین صاحب گولڑوی نے بیان فرمایا ہے اُس واقعہ سے بھی یہ ثبوت مِلتا ہے کہ حضور باباجی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے یہ روحانی قوّت عطا فرمائی تھی کہ آپ مختلف جسموں میں منتقل ہو جاتے تھے۔ اچانک نظروں سے غائب ہو جاتے اور اچانک طویل ترین سفر طے کر لیتے تھے۔ جیسا کہ پیر صاحب نے بیان فرمایا

کہ حضرت خواجہ اللہ بخش صاحب نے نماز پڑھا کر دائیں طرف سلام پھیرا تو میاں صاحب دائیں طرف بیٹھے ہوئے اور جب بائیں طرف سلام پھیرا تو اِدھر بھی بیٹھے ہوئے اور جب اُٹھ کر صابر صاحب کے حجرہ پر گئے تو اُدھر بھی موجود۔ جب بابا جی صاحب کا مختلف جسموں میں منتقل ہونا ایک دم طویل ترین مسافت کاٹ کر لینا اور اچانک نظروں سے غائب ہو جانا کو تسلیم کر لیا گیا تو پھر ظاہری طور پر نماز نہ پڑھنے کا اعتراض کیا معنی؟ بس معلوم ہوا کہ آپ کے مثالی جسم پر ہندوستان میں اعتراضات ہو رہے ہوتے تھے جبکہ آپ کا حقیقی جسم مدینہ منوّرہ مسجدِ نبوی ﷺ میں سر بسجود ہوتا تھا۔ (مؤلف)

آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشا دیکھے
دیدۂ کور کو آئے نظر کیا دیکھے

## شہنشاہِ کلیام پانچ وقت کی نمازیں مدینہ منوّرہ مسجدِ نبویؐ میں ادا کرتے اور کلیام شریف بھی موجود ہوتے تھے

دوجا ہور وجود بنا کے پنجے پڑھاں نمازاں
رَبّ اپنے دِی کراں عبادت نال اَدب نیازاں

پشاور کے رہنے والے ایک عمر رسیدہ بزرگ یہ واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرے دِل میں حج کا شوق پیدا ہوا۔ میں نے اپنے بیوی بچّوں کے ساتھ مشورہ کیا تو بیوی نے پوچھا واپس کب آئیں گے؟ میں نے کہا کہ اِتنا عرصہ تک میرا انتظار کرنا اور میں سات حج کر کے واپس آجاؤں گا اور اگر اتنے عرصہ میں واپس نہ آسکا تو تمہیں اختیار ہے کہ تم اور شادی کر لینا۔ تو بس یہی سمجھنا کہ کہیں مَر گیا ہے۔ چنانچہ میں حج کا شوق و جنون دل میں لیے ہوئے پیدل مکّہ معظمہ کی طرف روانہ ہوا اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے وہاں پہنچ گیا اور سات حج ادا کرنے کے بعد جب میں مدینہ منورہ روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہوا تو اس قدر خوشی محسوس ہوئی کہ گویا میں جنّت میں پہنچ گیا ہوں اور وہاں مجھ پر ایسا جذب و شوق طاری ہوا کہ اپنا ملک وطن سَب بھول گئے لیکن بیوی کے ساتھ جو قول و قرار کیا تھا وہ پرچی پر لکھ کر اپنے پاس محفوظ کر لیا تھا۔ ایک روز میں نے اچانک دیکھا تو وہ تاریخ گزر چکی تھی جو میں نے اپنی بیوی کے ساتھ واپسی کا وعدہ کیا تھا۔ میں سخت پریشان ہوا کہ اگر اَب واپس جاؤں تو ہو سکتا ہے کہ میری بیوی نے اور نکاح کر لیا ہو تو پھر وطن جا کر مجھے لوگوں کے سامنے شرمندگی ہو گی۔ چنانچہ میں اِس پریشانی کے عالم میں روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہوا اور دست بدستہ رَو رَو کر عرض کی اے اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم میری مدد فرمایئے میں سخت پریشان ہوں تو روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر مجھے روتا چیختا ہوا دیکھ کر مسجد نبوی کے امام صاحب نے مجھ

سے پوچھا بھائی تمہیں کیا ہوا تو میں نے اُن کو اپنی دَرد بھری داستان سنائی تو کہنے لگے اَب رونے دھونے کا کیا فائدہ پہلے چلا جاتا۔ پھر آپ نے فرمایا:

ہاں اِک مرد ہے ملک تیرے دا پنجے پڑھے نمازاں
میرے پچھے نال جماعتاں سوہنا قدر درازاں
مخمل اِطلس ٹوپی اُس دی عجب نُورانی چہرہ
جے کر ہتھ او تیرے آوے ہووے مطلب تیرا
اوّل صف وِچ سجے پاسے بچھے آن کھلوے
پھیر سلام میں سجے ویکھاں تاں اوہ بیٹھا ہووے
کھبّے پھیر سلام میں ویکھاں مُڑ نظر نہ آوے
فارغ ہو نمازاں کولوں ذرا ڈِھل نہ لاوے

ایک آدمی جو شکل وصورت اور لباس سے تمہارے ملک کا نظر آتا ہے اور اُس کے چہرہ کی نُورانیت سے پتہ چلتا ہے کہ وہ کوئی مردِ کامل ہے اور ہر نماز میں وہ میرے پیچھے پہلی صف میں دائیں جانب آکر کھڑا ہوتا ہے اور جب میں سلام پھیرتا ہوں تو باقاعدہ دائیں جانب بیٹھا ہوتا ہے اور جب میں بائیں طرف سلام پھیر کر دائیں دیکھتا ہوں تو پھر وہ مجھے ہرگز نظر نہیں آتا۔ ہوسکتا ہے کہ وہ تیری کوئی مدد کر سکے۔ تو میں نے عرض کی حضرت کوئی طریقہ بتائیں تاکہ میں اُس کے ساتھ مِل سکوں۔ آپ نے فرمایا ایسا کر کہ نماز کے وقت پہلی صف میں دائیں طرف آکر کھڑے ہو جانا اور سلام پھیرنے کے فوراً بعد اُن کو پکڑ لینا۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا کہ جب آپ نے سلام پھیرا تو فوراً آپ کو پکڑ لیا۔ اُنہوں نے کہا بھائی تمہیں کیا ہو گیا ہے میں تو تمہیں پہچانتا بھی نہیں ہوں۔ کیا تمہاری کوئی چیز گم ہو گئی ہے جو میں نے چُرائی ہے؟ آخر بات کیا ہے۔ میں نے جب آپ کو اپنی داستانِ غم سنائی بلکہ سُنا ہی رہا تھا کہ مسجدِ نبویؐ کے امام صاحب بھی تشریف لے آئے تو اُنہوں نے کہا اے مردِ خدا اِس بچارے کی مدد کر اور اِس کے لیے دعا کرو کہ اِس کی عورت نے اور نکاح نہ کیا ہو اور یہ گھر پہنچ جائے تو فرزندِ کلیامی نے فرمایا ٹھیک ہے۔ اِس کو میرے ساتھ بھیج دو اکٹھے چلے جاتے ہیں۔ آپ کی بات سُن کر میں بہت خوش ہوا اور آپ سے اجازت لے کر سرکارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے دربارِ اقدس میں حاضر ہوا الوداعی سلام کیا اور دوستوں کو مل کر آگیا اور خواجۂ کلیامی کے ہمراہ وطن جانے کے لیے روانہ ہو گیا۔ چنانچہ آپ تھوڑا چل کر پھر بیٹھ جاتے اور جب مدینہ منوّرہ سے پیدل چلتے چلتے چھ گھنٹے کا سفر طے کر لیا تو راستہ میں ایک نالہ آیا وہاں پر آپ نے وضو کر کے ظہر کی نماز ادا فرمائی اور کچھ دیر کے بعد رفع حاجت کا بہانہ کر کے دُور چلے

گئے۔ میں کافی دیر تک آپ کا انتظار کرتا رہا لیکن جب آپ واپس نہ آئے تو میں سخت پریشان ہوا اور دل میں خیال آیا میں تو اُس کو درویش سمجھ کر اِس کے ساتھ چل پڑا لیکن یہ تو کوئی دھوکے باز نکلا۔ مجھے راستہ میں چھوڑ کر خود کہیں چلا گیا۔ چھ گھنٹہ کا سفر طے کر کے یہاں پہنچا ہوں اور آگے راستہ بھی پتہ نہیں ہے۔ کیا پھر واپس مدینہ منوّرہ چلا جاؤں، اسی سوچ اور پریشانی میں تھا کہ آگے ایک لڑکا نظر آیا۔ میں نے اُس سے پوچھا بیٹے یہ کون سی جگہ ہے؟ اُس نے کہا کہ یہاں سے اِس راستہ پر اُوپر جائیں گے تو فلاں گاؤں آئے گا۔ چنانچہ وہ میرا ہی گاؤں تھا۔ جب اُس لڑکے کی بات سنی تو بہت متعجب ہوا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے کہ جِس مردِ کامل نے پیدل چھ گھنٹہ میں مدینہ منوّرہ سے پشاور میرے گاؤں پہنچا دیا وہ شہباز ہاتھ سے نکل گیا۔

اوہا کس اساڈے والا اوہا رستے گاڑاں
ہتھ وِچوں شہباز کھڑایا رواں کپڑے پھاڑاں
جس پہنچایا لکھ کوہاندے چھ گھنٹے وِچ پینڈے
ویلا لنگھیا ہتھ نہ آوے واہ نصیبے مہنڈے

چنانچہ جب میں گھر پہنچا، بیوی بچّے مِلے، عزیز و اقارب سے ملاقاتیں ہوئیں، لوگ ملنے کے لیے آئے۔ خوشیاں منائی گئیں اور دیگیں پکائی گئیں۔ لیکن اُس مردِ کامل درویش ہمسفر کی یاد اور جدائی کے غم نے بے حال کر دیا۔ چنانچہ کھانا پینا عیش و آرام کچھ بھی اچھا نہ لگے۔ بس اُس ہمسفر کی یاد تڑپاتی رہے تو میں دیوانگی کے عالم میں اُس مردِ خدا کو تلاش کرنے کے لیے گھر سے نِکلا اور پھرتا پھراتا جب میں کلیام شریف پہنچا تو میں نے یہاں پر اپنے ہمسفر درویش کو موجود پایا اور پہچان لیا کہ یہ وہی مردِ کامل ہے جس نے مدینہ طیّبہ سے پشاور مجھے چھ گھنٹے میں پہنچایا تھا اور آپ کا دیدار کیا تو میرا قلب مطمئن ہوا اور سکون مِلا۔ چنانچہ جب بابا نے یہ واقعہ حضور باباجی صاحب کی محفل میں بیان کیا تو آپ نے فرمایا بابا کیوں جھوٹ بولتے ہو وہ مُلک تو میں نے کبھی دیکھے بھی نہیں ہیں۔ مجھے کیا خبر وہاں کی ویسے ہی قصّے جوڑتے ہو۔ (یعنی آپ اِس راز کو ظاہر نہیں کرنا چاہتے تھے)۔ بابا ہاتھ باندھ کر عرض کرنے لگا کہ یا حضرت اگر میں جھوٹ بولوں تو خدا مجھے ایمان نہ دے اور دوزخ کی آگ میں جلائے۔ خدا کی قسم میں تو وہی کچھ بیان کر رہا ہوں جو کچھ مجھ پر بیتی اور آنکھوں نے دیکھا۔ بس خدا ہی واقف ہے اِس اِسرار سے چنانچہ باباجی صاحب کے انکار کے باوجود جب وہ قسم کھا کر واقعہ بیان کرنے لگا تو آپ نے فرمایا اَب چُپ بھی کر کیوں قسمیں کھا رہے ہو۔ بس یہ بات آپ کی زبان مبارک سے نکلنا ہی تھی کہ وہ چُپ ہو گیا۔ رونے لگا اور گونگا ہو گیا۔ کوئی بات نہ کر سکا۔ (گلزارِ فضل)

روَن لگا چُپ چپاتا پھر جواب نہ کیتا
چُپ آکھن تھیں گُنگا ہویا صبر پیالہ پیتا

عجب تماشہ دَسّے خواجہ خلقت اکھیں تکے
مولا بخشا صابر سوہنا صفت کرن توں ڈَکے

سجودے دے کہ اَز سوز و سرورش
بوجد آرام زمین و آسماں را

(اے اللہ مجھے ایسے سَجدہ کی توفیق دے کہ جس کے سوز و سرُور سے میں زمین و آسمان کو وَجد میں لے آؤں۔)

## خواجۂ کلیامی کے مثالی جِسم پر کلیام شریف میں عُلماء کے اعتراضات اور حقیقی جِسم کا مسجدِ نبویؐ میں سر بسجود ہونا

جیسا کہ پہلے بیان ہو چُکا ہے کہ مختلف علاقوں کے رہنے والے علمائے کرام آپ کے پاس آتے رہے اور نماز کے بارے میں اپنے اپنے علم و عقل کے مطابق اعتراضات یا سوالات کرتے رہے ہیں۔ حتیٰ کہ آپ کی آخری عمر میں کچھ مقامی عُلماء بھی آپ کے پاس آئے اور کہا کہ ہم آپ کی نماز جنازہ نہیں پڑھائیں گے تو آپ نے اُن کو جواب دیا کہ میرا جنازہ علمِ شریعت کا اِتنا بڑا شیر آ کر پڑھائے گا کہ تم لوگوں کو مجبوراً شریک ہونا پڑے گا اور ایسا ہی ہوا کہ جب غوثِ زماں حضرت خواجہ سیّد پیر مہر علی شاہ صاحب آپ کی نمازِ جنازہ پڑھانے کے لیے کلیام شریف پہنچے تو معترض مولوی صاحبان باچشمِ پُرنم جنازہ میں شریک ہوئے۔ اعتراض اور سوال میں فرق ہوتا ہے۔ اعتراض اور شے ہے اور سوال اور شے۔ کسی نے تو آپ کے پاس آ کر ادب کے ساتھ سوال کیا اور آپ کی نماز کے بارے میں معلومات حاصل کیں اور کسی نے توہین آمیز لہجے میں اعتراض کیا اور کسی نے اعتراض کرتے وقت بھی ادب کا لحاظ رکھا۔ بہر حال جس کسی نے جس طریقہ سے نماز کے بارے میں آپ سے بات کی آپ نے اُس کا جواب بھی اُسی طرح سے ہی دیا اور ہر کسی کو مطمئن کر دیا۔ ایسا کبھی نہ ہوا کہ کوئی شخص نماز کے بارے میں آپ سے سوال کرے یا اعتراض تو آپ غصّہ میں آ کر اُس کی بے عزّتی کر دیں اور وہ واپس چلا جائے۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ حضرت مولٰنا عبدالحکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ (سجادہ نشین و اولاد) حضرت کا کا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سب لوگوں سے علیحدہ ہو کر اَدب کا لحاظ رکھتے ہوئے نہایت ہی محبّت کے ساتھ آپ سے سوال کیا اور نماز کے بارے میں پوچھا تو آپ نے اُن کو نہایت شفقت کے ساتھ فرمایا مولوی صاحب آپ تو فقرا کی اولاد سے بھی ہیں اور عالمِ دین بھی تو پھر سُنیں جواب میرا، اور یہ جواب عنایت فرمایا:

سُن لو ایہیّہ میرے تھیں ایہیّہ وجود جو میرا

نہ عبادت لائق سمجھاں مالک حق او کھیرا
دو جا ہور وجود بنا کے پنجے پڑھاں نمازاں
رَبّ اپنے دِی کراں عبادت نال اَدب نیازاں

اور کئی علمائے کرام کی آنکھوں کے سامنے آپ کی کسی کرامت کا ظہور ہوا وہ دیکھ کر آپ کے مرتبہِ ولایت پر فائز ہونے کو تسلیم کرنے پر مجبور ہوگئے اور یُوں محسوس ہوتا ہے بلکہ یہ حقیقت ہے کہ مولٰنا عبدالحکیم صاحب کے سامنے آپ نے اپنی نماز کی حقیقت کا راز ظاہر کر دیا تھا کہ میں دوسرا جسم بنا کر اُس کے ساتھ پانچ وقت کی نماز پڑھتا ہوں اور حضور باباجی صاحب کلیامی کا نماز کے بارے میں یہ جواب پانچ وقت کی نماز مدینہ منوّرہ میں ادا کرنے کے واقعہ کی تصدیق کرتا ہے جیسا کہ پشاور کے بزرگ نے بتایا کہ مسجد نبویؐ کے امام صاحب نے فرمایا تھا کہ یہ مردِ کامل پانچ وقت کی نماز پہلی صف میں ہمیشہ دائیں طرف کھڑے ہو کر میرے پیچھے پڑھتے ہیں اور آپ حالانکہ پانچ وقت کی نماز کے وقت کلیام میں یا اور کسی جگہ موجود ہوتے تھے۔ یعنی معلوم ہوا کہ آپ کے مثالی جسم پر کلیام شریف میں اعتراضات ہو رہے ہوتے تھے کہ آپ درویش ہو کر نماز کیوں نہیں پڑھتے جبکہ آپ کا حقیقی جسم مسجدِ نبویؐ میں نماز ادا کر رہا ہوتا تھا اور یہ بہت بلند مرتبہ ہے۔ ہر ولی اللہ کا یہ مقام و مرتبہ نہیں ہو سکتا۔ اب کسی کے دِل میں یہ خیال بھی پیدا ہو سکتا ہے کہ پاک و ہند میں بے شمار اولیائے کرام ہوئے ہیں اور اَب بھی ہیں لیکن سب باقاعدہ مساجد میں جا کر نماز پڑھتے تھے تو باباجی صاحب کلیامی دوسرا جسم بنا کر کیسے نماز پڑھتے تھے اور پھر پانچ وقت کی نماز مدینہ منوّرہ میں ادا کرنا تو ہمیں سمجھ نہیں آتا کیوں کہ مدینہ منوّرہ تو اِتنا دُور ہے کہ اگر کوئی ہوائی جہاز پر بھی یہاں سے پانچ وقت کی نماز پڑھنے کے لیے جائے تب بھی ایسا نہیں ہو سکتا۔ تو پھر باباجی صاحب پانچ وقت کی نماز روزانہ وہاں جا کر کیسے پڑھتے تھے۔ تو یاد رہے کہ اولیاء اللہ کے حالات مختلف ہوتے ہیں۔ اَب میں حضرت علّامہ شیخ یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب کرامات اولیاء جس کا اُردو ترجمہ مسلک دیوبند کے پیر و مرشد حضرت مولٰنا اشرف علی تھانوی نے کیا ہے اور اُنہوں نے اِس کا نام جمال الاولیاء رکھا ہے اِس کتاب میں سر زمینِ عرب کے بلند مرتبہ اولیائے کرام کے واقعات درج ہیں جو حضور باباجی صاحب کلیامی کے واقعات کے ساتھ ملتے ہیں اور یہ ایسی دلیلیں ہیں کہ کوئی شخص بھی اِن واقعات کا اِنکار نہیں کر سکتا۔ (مؤلف)

## اولیاءاللہ کا مختلف صورتوں میں ہو جانا

اور یہی وہ ہے جس کا نام صوفیاء عالمِ امثال رکھتے ہیں اور یہ حضرات عالمِ اجسام اور عالمِ ارواح کے درمیان ایک درمیانی عالم ثابت کرتے ہیں۔ جس کا نام اُنہوں نے عالمِ امثال رکھا ہے اور بیان کیا ہے کہ وہ عالم اجسام سے زیادہ لطیف اور عالمِ اَرواح سے زیادہ واضح ہے اور اِس پر رُوح کی جسمانی شکل اختیار کرنے اور اس کے مختلف صورتوں میں ظاہر ہونے کی بناء قائم کی ہے اور اِس کو حق

تعالیٰ کے اِس ارشاد سے استنباط کیا ہے **فتمثل ھا بشر سوّیا** (اور جبرائیل علیہ السّلام اِن کے لیے ایک معتدل انسان بن گئے) اور وہ واقعہ بھی اِس قضیب سے ہے جو البان الموصلی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے۔ یہ حضرات ابدال میں سے تھے کسی شخص نے جب آپ کو نماز نہ پڑھتے ہوئے دیکھا تو نماز نہ پڑھنے کی تہمت لگائی اور سختی سے اعتراض کیا تھا تو آپ فوراً مختلف صورتوں میں منتقل ہوئے اور پوچھا تم نے مجھے کون سی صورت میں نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ کرامتوں کی اِس قسم میں بزرگوں کے بہت واقعات ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کسی شخص نے ایک بوڑھے درویش کو قاہرہ کی جامع مسجد سلوفیہ میں ترتیب کے خلاف وضو کرتے ہوئے دیکھا تو پوچھا کہ حضرت آپ ترتیب کے خلاف وضو کرتے ہیں تو فرمایا میں نے تو ترتیب کے موافق ہی وضو کیا ہے مگر تم دیکھتے ہی نہیں ہو دیکھ سکتے تو ایسے دیکھتے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر کعبہ مکرمہ دکھادیا اور اُس کو مکہ مکرمہ لے گئے اور اِس شخص نے خود کو مکہ معظمہ میں پایا۔ (جمال الاولیاء)

## اَولیاء اللہ کے واسطے زمین کا سمٹ جانا

بیان ہے کہ ایک ولی اللہ طرسوس کی جامع مسجد میں تھے کہ آپ کو حرم شریف کی زیارت کا اِشتیاق ہوا تو آپ نے سر جُھکا لیا۔ پھر جب آپ نے سَر اُٹھایا تو خُود کو حرم شریف کے اندر پایا۔ اِس قسم کے واقعات کا مشترق مضمون تواتر کی حد کو پہنچا ہوا ہے۔ اس لیے اب اِس سے اِنکار سوائے ضِدّی شخص کے کون کر سکتا ہے۔ (جمال الاولیاء)

## اَولیاء اللہ کا اچانک نظروں سے غائب ہونا

محمد بن عبداللہ بن محمد رحمۃ اللہ علیہ قبیلہ رویلہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ یہ اکابر علماء اور بڑے اولیاء اللہ میں سے تھے۔ آپ کی کرامتیں بہت ہیں۔ ایک یہ بھی ہے کہ جب آپ حج سے واپس ہوئے تو شِحر نامی بندر گاہ کے لوگوں نے زبردست ہجوم سے اُن کا استقبال کیا اور سلامی کے واسطے ٹوٹ پڑے۔ جمعہ کا دِن تھا۔ عرض کی گئی کہ اگر آپ جمعہ کے لیے تشریف لے گئے تو عوام النّاس جوق در جوق آپ کے پیچھے ہوں گے اور دست و پابوسی کے لیے ہجوم کریں گے۔ فرمایا میں جاؤں گا وہ لوگ مجھے دیکھ ہی نہ سکیں گے۔ الغرض آپ تشریف لے گئے۔ جمعہ پڑھا لیکن سوائے چند مُریدوں کے کسی نے نہیں دیکھا۔ (جمال الاولیاء، ص:۱۵۴)

# اولیاءاللہ کا جگہ بدلنے کے طریقہ پر طویل مسافت طے کر جانا.....ایک درویش کا واقعہ

ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابی بکر بن یوسف المکدش رحمۃ اللہ علیہ کی کرامتوں میں سے ایک یہ ہے جس کو شیخ احمد صُوفی نے بیان کیا ہے۔ اور یہ بزرگ آپ کے خاص لوگوں میں سے تھے۔ کہتے ہیں ایک روز میں اور حضرت ممدوح جنگل میں تھے۔ میں نے عرض کی یا حضرت کیا اولیاء کے یہاں کوئی حالت خطوہ (ایک قدم میں میلوں کی مسافت طے کر جانا) سے بھی زیادہ خاص ہے۔ فرمایا ہاں تخیر (یعنی جگہ بدلنے کے طریقہ پر حرکت کر کے طویل ترین مسافت قطع کر دینا) میں نے کہا یہ کس طرح ہوتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا اِس طرح اور آپ نے اپنی جگہ سے حرکت کی تو ہم کسی ایسے مُلک میں تھے جسے ہم پہچانتے بھی نہیں تھے اور پھر فرمایا احمد ہم ہیں اور اِس جگہ میں جہاں تھے دو مہینے کے سفر کا فاصلہ ہے تو پھر آپ نے دوبارہ حرکت کی پھر اُسی جگہ پر تھے۔ (جمال الاولیاء، ص:۱۴۹)

# شہنشاہِ کلیام کا وصال

روایت ہے کہ آپ نے اپنے وصال سے ایک مہینہ پہلے فرما دیا تھا کہ قدرت کی طرف سے بلاوا آ گیا ہے۔ اس لیے میری میّت کے لیے ایک صندوق تیار کراؤ۔ چنانچہ آپ کا یہ فرمان سُن کر دُور دراز سے لوگ اکٹھے ہونے شروع ہو گئے اور بیعت ہونے والے لوگوں کا بھی بہت رَش ہو گیا۔ پندرہ سولہ آدمی اکٹھے بیعت ہو کر اُٹھتے تو اِتنے اور آ جاتے اور یہ سلسلہ لگاتار جاری رہتا۔ چنانچہ آپ کے خادم نے آپ سے پوچھا یا حضرت آپ میں بیماری یا موت کے اثرات تو نظر نہیں آ رہے بلکہ آپ کے رُخِ انور پر پہلے سے بھی زیادہ نُور چمک رہا ہے اور آپ کا جہادِ نفس بھی اُسی طرح ہے اور اِدھر کلیام میں زائرین کے رَش کا یہ عالم ہے کہ مساجد میں بھی پانی کی قلّت پیدا ہو گئی ہے۔ اس لیے حقیقت حال بتائیں تو آپ نے فرمایا کہ میرا وقت تھوڑا رہ گیا ہے۔ مہینہ پہلے اس لیے بتایا ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگ میری نِسبت بیعت سے مستفیض ہوں تو اُس نے کہا حضرت وہ دِن بتا دیں تا کہ لوگ ابھی واپس چلے جائیں اور پھر دوبارہ آ جائیں تو آپ نے فرمایا حضرت آدم علیہ السّلام سے لے کر آج تک بیشمار پیغمبر اور اولیاء ہوئے ہیں لیکن کبھی کسی نے موت کا مقررہ وقت نہیں بتایا لیکن تیرے سوال کا مختصر جواب دیتا ہوں کہ ایک آدمی اندر آتا جاتا ہے تو میں نے اِس سے سوال کیا

اندروں پُچھ حیاتی میری کِتنی حیاتی رہندی
سخت محبّت یار مِلن دی جِندڑی ہجر نہ سہندی

تواُس نے جواب دیا کہ آٹھ دن، آٹھ مہینے یا آٹھ سال۔ چنانچہ ایک جمعۃ المبارک کو آپ نے یہ بات ظاہر فرمائی اور دوسرے جمعہ کو اِس دارِ فانی سے کوچ فرما کر اپنے یارِ حقیقی سے جا ملِے اور یہ بات فرمانے کے بعد اہل کلیام کو دعائیں دینے لگے۔

## اہلِ کلیام کو دُعا

بُریاں بُریاں ہر کوئی آکھے ایہیّہ نیناں دیاں چُھرّیاں
سُکّھی وَسو کلیامی لوکو اَس ہس کھیڈ کے ٹُریاں
ہجر مصیبت آن جگایا ختم ہوئی زِندگانی
فیض نام خدا دا رہسی کُل دنیا ہے فانی

چنانچہ آپ نے اہلِ کلیام کے لیے دعا فرمائی کہ اے اہلِ کلیام اللہ تعالیٰ تمہیں خوش و خرم رکھے۔ ہم تم لوگوں سے بخوشی الوداع ہو رہے ہیں۔ (ہجر مصیبت) یعنی محبوبِ حقیقی کی جدائی کی مصیبت، جس کی وجہ سے ہم نے دُنیا میں تڑپ تڑپ کر وقت گذارا اَب ختم ہو رہی ہے۔ (فیض نام خدا دا رہسی) یعنی فیض پہنچانے والا صِرف ایک ہی نام اَللہ تعالیٰ کا ہی باقی رہے گا۔ اِس کے علاوہ تمام دنیا فنا ہو جائے گی اور جب آپ نے یہ خبر سنائی تو زائرین رو رو کر نڈھال ہو رہے تھے۔ جب آپ نے لوگوں کو روتا تڑپتا ہوا دیکھا تو ارشاد فرمایا

## موت کی خبر سنانے کے بعد زائرین کو نصیحت

(ہر دم رکھو اللہ اللہ)

ایہیّہ دیہاڑا آنا سی اِک دِن رونا ہے فضولی
عاشق مرنے نوں خوش جین حیاتی سُولی
جس مرنے تھیں خلقت ڈردی عاشق خوشیاں کر دے
وِچ حیاتی سڑدے بلدے نِت سُولی پر چڑھدے
ماہ رمضان دِی عیدی وانگوں رکھن نِت اڈیکاں
آوے موت ملپیا ہووئے سد سد مارن چیکاں
اِس فانی تھیں لنگھنا اگے سُنیو یار بھراوٗ
ہر دم رکھو اللہ اللہ ایہیّہ غم مُول نہ کھاوٗ

یعنی فرمایا کہ رونا تو فضول ہے آخر اِس دن نے تو آنا ہی تھا اور موت سے تو اہلِ حرص دنیا ڈرتے ہیں اور عاشق ذات باری تعالیٰ تو اِس دنیا میں اَپنے محبوبِ حقیقی سے ملاقات کے شوق میں جلتے اور تڑپتے ہوئے زندگی گذار دیتے ہیں اور موت اُن کے لیے خوشی و مسرت کا سماں پیدا کرتی ہے۔ اس لیے وہ موت کے وقت گھبراتے نہیں بلکہ خوش ہوتے ہیں۔ اس لیے اگر تم لوگ اِس فانی زندگی سے نِکل کر ہمیشہ کی زندگی کا سکون چاہتے ہو تو اپنی ہر سانس سے ذِکرِ الٰہی اللہ اللہ کیا کرو اور اگر تم لوگ میری نصیحت پر عمل کرو گے تو نہ تمہیں دُنیا چھوڑنے کا غم ہو گا اور نہ ہی آخرت کا خوف۔

نشانِ مردِ مومن باتو گویَم
جو مرگ آئید تبسّم بر لب اوست
(اقبال)

مَردِ مومن کی یہ نشانی ہے کہ وہ مرتے وقت خوش ہوتا ہے۔

حضور غوث الاعظم سیّد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام ابو حنیفہ کے حوالہ سے فرماتے ہیں کہ اِسم اعظم لفظ اَللہ ہے کہ جب تُو اس پاک نام کو لے تو تیرے دِل میں اس کے سوا کچھ نہ ہو اور حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے وقت آپ کا آخری وِرد اَللہ اَللہ اَللہ ہی تھا۔

حدیث شریف ہے کہ کامل فقیر کے لیے موت پُل ہے کہ حبیب کو حبیب سے ملا دیتی ہے۔

## قوال کو قبر پر گیت کی وصیّت کا انوکھا واقعہ

چنانچہ سائیں گُلاب جو آپ کا خاص قوال تھا آپ کے پاس بیٹھا رو رہا تھا تو آپ نے کہا خدا کا واسطہ ہے بس کر اِتنا نہ رو جب سے تم نے ہوش سنبھالی میں نے تمہیں نہیں رُلایا اور اَب آخری وقت میں مجھے کیوں غم دیتے ہو تو سائیں گلاب نے عرض کی

میں تے بچنا مول نہیں حضرت رو رو کے مر جاساں
جو کُج ناز میرے تُسی مَنو کِس نُوں میں مناساں

چنانچہ آپ نے سائیں گلاب کو وصیت کی کہ میری رُوح نکلنے کے بعد میرے جنازہ کے ساتھ اور قبر پر بھی یہ گیت گانا۔

لا لا والیا ندے ونجاریا وَنج کُری گھر آوے
دیس بیگانہ ما پرائی لیکھے نال نبھاوے

آپ کا ارشاد مبارک سُن کر قوال نے عرض کی یا حضرت آپ کا فرمان تو میرے سَر آنکھوں پر لیکن اُس وقت تو آپ کے جنازہ میں بڑے بڑے علماء موجود ہوں گے ایسا نہ ہو کہ جنازہ ہی نہ پڑھیں تو آپ نے فرمایا

کوئی انکار جنازے وَلوں ہرگز مول نہ کرسی
ہر مسلک دی خلقت رَلسی شکر گذار کے پڑھسی
عالماں دا سرتاج ہے عالم سیّد مہر علی شاہ
اگے ہو کے او پڑھاسی نال دلے دِی چاہ

(گلزارِ فضل)

کہ اِس بات کی فکر تم مت کرو کہ میرا جنازہ کوئی عالم نہیں پڑھے گا بلکہ ہر مسلک کے لوگ میرے جنازہ میں شریک ہوں گے اور کوئی بھی انکار ہرگز نہیں کرے گا اور سیّد مہر علی شاہ جو اُستاد العلماء ہیں وہ دِلی محبّت و عقیدت کے ساتھ میرا جنازہ پڑھائیں گے اس لیے کسی کے منع کرنے پر بھی میری خواہش کو بند نہ کرنا بلکہ چارپائی کے ساتھ قبر تک یہ گیت گاتے رہنا۔ چنانچہ قوال نے وصیّت بجالائی اور حاضرین پر عجیب کیفیت طاری ہوئی اور آپ نے یہ وصیّت بھی فرمائی تھی کہ میری موت پر کوئی نہ روئے بلکہ بیاہ شادی کی طرح خوشی کے گیت گائے جائیں۔ بس اولیائے کرام موت کو اپنا مقصد اور دیدارِ الٰہی کا دِن تصوّر کرتے ہیں اس لیے یہ لوگ گھبراتے نہیں بلکہ یہ دِن اِن کے لیے جشن اور عید کا سماں پیدا کرتا ہے اور ایسے موقع پر لواحقین کو بھی صبر و رضا کی تلقین فرماتے ہیں۔

حافظ فرماتے ہیں:

میارید برگور مَن جُز رباب
مَریزید بر خاک مَن جُز شراب
ولیکن بشرطیکہ بَر مرگِ مَن
ننالد بجُز نالۂ چنگ و زَن

ترجمہ: میری قبر پر رباب کے بغیر کچھ نہ لانا اور میری خاک پر شراب کے بغیر کچھ نہ بہانا اور میری موت پر چنگ بجانے والے کے علاوہ دوسرا کوئی آواز نہ کرے۔

جس شخص نے کسی کی بالِشت بھر زمین ظُلماًلی ہو گی قیامت کے روز اُتنی زمین کے ساتوں طبق اُس کے گلے میں ڈالے جائیں گے۔ (بخاری و مسلم)

## قوّال برابر سارنگی بجاتا رہا

سیّد احمد شاہ ساکن پنڈ پراچہ داخلی جھنگی سیّداں جو حضور سرکار گولڑوی کے مُرید ہیں حافظ فضل الدین صاحب سیّد مرحوم کی زبانی روایت کرتے ہیں کہ میں باباجی کلیامی کی نمازِ جنازہ کے لیے حضرت خواجہ پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی کے ہمراہ کلیام شریف گیا تھا جب باباجی صاحب کو قبر میں رکھا گیا تو اُن کا قوّال اُن کی وصیّت کے مطابق سارنگی بجاتا رہا اور جس پر ہمارے سرکار گولڑوی حضرت سیّد مہر علی شاہ صاحب کو خوب وجد ہوا۔(مُہرِ منیر)

## الوداعی دعا کے وقت صِرف چند آدمی موجود تھے

چنانچہ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ جب آپ نے وصال کے متعلق یہ راز ظاہر فرمایا کہ آٹھ دِن یا آٹھ مہینہ یا آٹھ سال تو جو درویش لوگ تھے وہ تو اِس راز کو سمجھ گئے تھے لیکن عام مخلوقِ خدا کا رَش کم ہونا شروع ہو گیا اور رفتہ رفتہ سب لوگ واپس اپنے گھروں کو جانے لگے۔ شہنشاہِ کلیام بھی لوگوں کو دعائیں دیتے ہوئے رخصت کرتے رہے۔ چنانچہ ایک جمعۃ المبارک کو آپ نے اپنے وصال کے متعلق یہ ارشاد فرمایا اور دوسرے جمعہ کو اِس دارِ فانی سے اِنتقال فرما کر اپنے محبوبِ حقیقی سے جا ملے۔ واقعہ یُوں ہے کہ ایک شخص جنگل سے لومڑی کو پکڑ لایا اور گاؤں سے دُور کھلی جگہ پر لے گیا تو لوگ اُس کا کھیل تماشہ دیکھنے کے لیے وہاں اُس کے پاس جمع ہو گئے اور شہنشاہِ کلیام کے جو خدمتگار کہلاتے ہیں وہ بھی شکار وغیرہ کے شوقین تھے اس لیے وہ بھی اُٹھ کر وہاں لومڑی کا تماشہ دیکھنے چلے گئے جب سب لوگ چلے گئے اور صِرف چند آدمی آپ کے پاس رہ گئے تو آپ نے فرمایا:

### الوداعی دُعا

میں تُساں تھیں رُخصت یارو نیّت خیر الاؤ
وقت وِداع دا ہو گیا نیڑے بخشو تے بخشواؤ

ہتھ اُٹھائے مالک اگے تیری ذات کمالی
جو کوئی اِس دروازے آوے اوہ نہ جاوے خالی

یا الٰہی در تیرے تھیں اِک سوال ہے میرا
وِچ حیاتی ہور نہ کیتا کر منظور بھلیرا

جو کوئی میرا مِلنے والا یا ربّ مالک میرے
دُنیا اُپر بُھکھ نہ تکے تیرے رحم بتیرے

مَرن ویلے ایمان نصیب بھریا بھریا جاوے
سخت اندھیرے اوکھا رستہ او کھڑ مول نہ آوے

ایمان والا روشن دیوا دے کے اِس چلائیں
رحمت دے دریا واں وِچوں بوند فضل دی پائیں

چنانچہ الوداعی دعا کرنے کے بعد جب آپ نے اپنے دستِ مبارک رُخِ انور پر پھیرے تو حاضرین اپنی اپنی خواہشات عرض کرنے لگے۔

## تاجِ سلطانی کے لیے دُعا

اِنَّ اَوْلِیَآءَاللّٰہِ لَایَمُوْتُوْنَ بَلْ یَنْتَقِلُوْنَ مِنَ الدَّاھِرِ۔ (حدیث بحوالہ عین الفقر سلطان باھُو)

تحقیق اللہ کے دوست مرتے نہیں بلکہ ایک جگہ سے دوسری جگہ چلے جاتے ہیں۔

یہ واقعہ حضور باباجی صاحب کے خاص منظورِ نظر درویش قاسم علی صاحب بیان فرماتے ہیں۔ جنہوں نے ۴۵ سال تک آپ کی پالکی اُٹھانے کی سعادت حاصل کی اور آپ اپنی جائیدادیں بھائیوں کو دے کر اور اپنا علاقہ چھوڑ کر کلیام شریف باباجی صاحب کے پاس آ گئے تھے اور جس حجرہ میں آپ نے اِن کو بیٹھنے کا حکم صادر فرمایا تھا اُس حجرہ میں آپ نے زندگی گذار دی۔ آپ بہت عبادت گذار تھے۔ شب وروز تلاوت کلام پاک اور ذِکر وفکر میں مشغول رہتے تھے۔ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں اپنے حُجرہ میں بیٹھا تلاوتِ قرآنِ پاک کر رہا تھا کہ ایک لڑکا آیا جس کا چہرہ نہایت نُورانی تھا۔ اُس کے سَر پر سبز رنگ کا عمامہ اور سفید خوبصورت لباس پہنے ہوئے تھا

سر پر ساوی پگڑی سوہنی گل لَٹھے دا چولا
لَک پاجامہ خالص لٹھا سوہنا آلا بھَولا
نیلیاں مچّھاں اوّل جوانی صورت دا لاثانی
چادر مونڈھے مول نہ کوئی واہ واہ عجب جوانی

تو میں اُس کو دیکھ کر بہت متاثر ہوا۔ اُس نے مجھے کہا کہ قرآنِ پاک بند کرو اور مجھے اپنے مُرشد کے پاس لے چلو۔ میں نے کہا آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں، کون ہیں؟ تو اُس نے کہا میں سیّد ہوں اور میرا گھر درکالی ہے اور سرکار کے پاس لے جا کر میرا حال سناؤ۔ مجھے سب مُلکوں کی بادشاہی چاہیے۔ چنانچہ میں نے قرآنِ مجید بند کیا اور اُس کو لے کر اپنے مرشد خواجۂ کلیامی کے پاس جب پہنچا تو آپ اُس وقت الوداعی دعا مانگ چکے تھے اور مراقبہ میں تھے تو جب میں نے اچانک یہ منظر دیکھا تو میرا دِل کانپنے لگا۔ پھر میں نے صبر وضبط سے کام لیتے ہوئے آپ کے کندھے مبارک کو ہلایا اور عرض کی یا حضرت یہ سیّد لڑکا جو در پر کھڑا ہے ملکوں کی بادشاہی مانگتا ہے تو آپ نے دروازہ کی طرف ہاتھ کیا اور فرمایا ہاں دیکھ لیا ہے اور پھر آپ نے اُس لڑکے کے لیے دُعا فرمائی اور دعا فرمانے کے بعد آپ نے اپنے دستِ مبارک اپنے چہرۂ انور پر پھیرے تو آپ کے ہاتھ مبارک آپ کی گود میں گر گئے **اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ** اور وہ خوبصورت نُورانی چہرہ والا نوجوان اچانک غائب ہو گیا اور پھر دوبارہ وہ کسی کو نظر نہ آیا۔ اس بارے میں لوگ مختلف قیاس آرائیاں کرتے رہے اور علماء بھی مختلف دلیلیں کرتے رہے کسی نے کہا وہ ملک الموت تھا اور کسی نے کہا کہ ملکوں کی بادشاہی خوش قسمت لے گیا۔ (گلزارِ فضل) اِس مخفی راز کا علم تو صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے یا پھر کوئی بلند مرتبہ صاحبِ کشف ولی اللہ اِس راز کو سمجھ سکتا ہے لیکن میرے خیال کے مطابق حضور باباجی صاحب کا مرتبۂ ولایت اِس قدر اعلیٰ تھا کہ آپ کا شمار اُن پانچ سو برگزیدہ بندوں یا پھر اُن چالیس ابدال میں سے تھا کہ جن کے بارے میں آقائے دو جہاں حضرت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری اُمت میں ہر وقت پانچ سو برگزیدہ بندے اور چالیس ابدال رہتے ہیں جب اِن میں سے کوئی مر جاتا ہے تو فوراً دوسرا اُس کی جگہ لے لیتا ہے۔ (مؤلف) واللہ علم

کُشتگانِ خنجرِ تسلیم را
ہر زماں از غیبِ جاں دیگر است

اللہ تعالیٰ کے عشق و محبّت کے خنجر سے ذبح کیے ہوئے لوگ ہر زمانہ میں جب ایک دنیا سے جاتا ہے تو اُس کی جگہ دوسرا آجاتا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وَآلہٖ وسلم نے فرمایا جو چُپ رہا اُس نے نجات پائی۔ (احمد۔ ترمذی۔ دارمی۔ بہیقی)

# پیر جی مَر گیا ہوں جنازہ پڑھا جاؤ

ایک دن مقامی علماء نے کہا ہم آپ کا جنازہ نہیں پڑھائیں گے تو آپ نے اُن سے فرمایا کہ میرا جنازہ عِلمِ شریعت کا اِتنا بڑا شیر آکر پڑھائے گا کہ تم لوگوں کو مجبوراً شریک ہونا پڑے گا۔ چنانچہ آپ نے بہت عرصہ پہلے حضرت خواجہ پیر سیّد مہر علی شاہ صاحب سے کہہ رکھا تھا کہ یہ مولوی لوگ میرے حال سے بے خبر ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم آپ کا جنازہ نہیں پڑھائیں گے اور آپ کو میرا جنازہ پڑھانا ہو گا۔ اِدھر اپنے خدّام کو بھی وصیت کر دی تھی کہ میرا جنازہ پیر صاحب پڑھائیں گے۔ سرکارِ گولڑوی فرماتے ہیں کہ جب اُن کا انتقال ہوا تو خواب میں آکر مجھ سے فرمایا پیر جی مَر گیا ہوں۔ جنازہ پڑھا جاؤ۔ چنانچہ علی الصبح حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب نے گھوڑا سواری کے لیے تیار کرایا اور حافظ فضل الدین کو ساتھ لے کر گولڑہ ریلوے اسٹیشن پہنچے مگر ریل گاڑی چھوٹ جانے کے باعث بسواری گھوڑا راولپنڈی جا کر ٹرین میں سوار ہوئے۔ گولڑہ شریف ریلوے اسٹیشن پر انتقال کے متعلق ٹیلیگرام بھی آیا ہوا تھا اور راولپنڈی کے نزدیک کلیام شریف کا ایک سوار بھی آتا ہوا ملا جسے احتیاطاً بھجوایا گیا تھا تاکہ مبادہ ٹیلیگرام وقت پر نہ ملے اور جنازہ میں اس قدر اژدھام خلائق تھا کہ سرکارِ گولڑوی کو گھوڑے پر چڑھ کر صفیں درست کرانی پڑیں۔ چنانچہ معترض مولوی صاحبان با چشم پُرنم جنازہ میں شریک ہوئے بلکہ بعض حضرات اِس اثناء میں باباجی صاحب سے بیعت بھی کر چکے تھے۔ ویسے بھی متعدد متشرع علماء آپ کے حلقۂ ارادت میں شامل تھے اور چند ایک کے علاوہ جو آخری عمر میں مجذوب ہو گئے تھے باقی آپ کے تمام خلفاء صوم و صلوٰۃ کے پابند اور اورادِ چشتیہ صابریہ پر کاربند تھے۔ (مہرِ منیر)

مہر علی شاہ ایسے روئے ندیاں نیرّ پلٹے
ایہیہ اشراف مشرف سیّد ہجر صابر دے پھٹے

ایہیہ مشہور جہانی اَج کل سیّد خاص گیلانی
گنج شکر دو وڈی عنایت صابر دا دِل جانی

اَج کل مہر علی شاہ صاحب ایسی دھوم مچائی
گولڑیاں وِچ وسدا سوہنا جانے کُل خدائی
(گلزارِ فضل)

"گلزارِ فضل" کے مذکورہ بالا اشعار سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کتاب سرکارِ گولڑوی کی حیات بابرکات میں ہی لکھی گئی ہے۔ (مؤلف)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا جو کچھ تم مجھ سے سُنو لوگوں تک پہنچا دو اگرچہ وہ ایک ہی آیت ہو۔ (بخاری)

# فردِ زماں شہبازِ لامکاں حضرت سلطان العارفین
# شیخ بابا فضل الدین ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ کی نمازِ جنازہ

روز جمعہ دے چڑھنے پیتا وَصل پیالہ
غوثاں قُطباں وَلیّاں نالوں ٹورا عجب اُجالا

پے گیا غوغہ مُلکاں اندر چھپیا چَن نُورانی
قطب دکھن وچ لہندے چڑھدے جسدا کوئی نہ ثانی

اِس دِن آسمان بھی روئے کر کے شور ککارا
ایسا برقعہ پا کے رویا نظر نہ آوے تارا

آتش آب ہوا پئی روئے، روئے خاک نمانی
ملک مقربّ اور ملائک جان کرَن قربانی

حوراں غلماں دیو جن پریاں روون پکھیرو سارے
کل حیوان درندے روون سورج تے چن تارے

کل درخت تے سبزی رووئے کیتا شور پہاڑاں
ندیاں کل سُمندر رووئے کھوہ چشمے تے نہراں

شہنشاہِ ولایت صابری جاں پلنگے تے پایا
خلقت ہوئی بے ہوشی اندر لگا دَرد سوایا

چنانچہ ۱۳۰۸ھ جمعۃ المبارک کو آپ کا وصال ہوا اور چار یوم بعد بروز سوموار کو آپ کے جسدِ خاکی کو سپردِ خدا کیا گیا۔ حضرت قاضی فضل احمد قُطبالی نے آپ کو غسل دیا اور حضرت سیّد حَسن مولوی صاحب نے اوپر سے پانی ڈالنے کا شرف حاصل کیا اور حضرت سیّد پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ جنازہ میں اس قدر مخلوقِ خدا کا رش تھا کہ سرکارِ گولڑوی کو گھوڑے پر چڑھ کر صفیں درست کرانی پڑیں۔ جنازہ میں ۳۳ صفیں تھیں اور جنازہ پڑھانے سے پہلے حضرت

سیّد پیر مہر علی شاہ صاحب نے فرمایا:

کُل مخلوق بٹھائی مدبّراں سِدّھیاں صَفاں بنائیاں
مہر علی شاہ اگے کھل کے دو گلاں فرمایاں
اِس جنازے جو کوئی ملیا دوزخ بھاہ نہ سڑسی
برکت اِس سُلطان وَلیاں وِچ بہشتاں وڑسی
جو کوئی اِس مجاہدہ کیتا دنیا اندر آ کے
نہ کیتا نہ کَرسی کوئی آکھاں میں سَنا کے

(گلزارِ فضل)

اللہ کریم حضور باباجی صاحب کی قبر مبارک پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اور جنت الفردوس میں اُنہیں اعلیٰ درجات عطا فرمائے اور آپ کے جذّب و مستی اور اُن مجاہدوں کے صدقہ میں جو عشقِ الٰہی میں کیا کرتے تھے۔ ہمیں بھی نفس و شیطان کے شر سے بچا کر اپنی رحمت کی چادر کے مضبوط پردوں میں ڈھانپ لے۔ آمین۔ (مؤلف)

اگر گیتی سراسر بادِ گیرد
چراغِ مقبلاں ہرگز نمیرد

(اگر یہ سارا جہان بادِ سَر سَر بن جائے تو بھی خدا کے مقبولوں کا چراغ روشن رہے گا۔)

# حضرت خواجۂ کلیامی کے خُلفاء

۱۔ حضرت الحاج مولٰنا عبد الستار وصال ۳۰ اکتوبر ۱۹۴۱ء روضہ مبارک کلیام شریف

۲۔ حضرت سیّد امیر علی شاہ گیلانی وصال ۲۱ اپریل ۱۹۱۷ء روضہ مبارک کلیام شریف

۳۔ حضرت سائیں محمد حسین قریشی (مجذوب) وصال ۱۸ اپریل ۱۹۳۰ء روضہ مبارک کلیام شریف

۴۔ حضرت پیر کالا ابن سُلطان محمود مزار مبارک فیروز پُور (انڈیا)

۵۔ حضرت قاضی موہسن دین مزار مبارک بگا شیخاں، ضِلع راولپنڈی

۶۔ حضرت راجہ دوست محمد صاحب ضلع جہلم

۷۔ حضرت میاں محمد حُسین صاحب مزار مبارک موضع ماڑی ضلع راولپنڈی

۸۔ حضرت سائیں بدر الدین المعروف بدری بابا مزار مبارک مری روڈ راولپنڈی

۹۔ حضرت قاضی امام دین موضع پھلیناں ضلع راولپنڈی۔

منزلِ عشق بَسے دُور دراز است دلے
طے شُد جادۂ صد سالہ بہ آہے گاہے

(عشق کی منزل بہت دُور دراز ہے لیکن کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ سو سال کا راستہ ایک آہ میں طے ہو جاتا ہے۔)
(اقبال)

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جو شخص بغیر مجبوری کے جمعہ کی نماز ترک کر دیتا ہے وہ منافق لکھ دیا جاتا ہے۔ (مشکوٰۃ)

# حضرت خواجہ حافظ محمد شریف خان دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

نہ تخت و تاج نہ لشکرِ سپاہ میں ہے
جو بات مردِ قلندر کی بارگاہ میں ہے
صنم کدہ ہے جہاں اور مردِ حق ہے خلیل
یہ نقطہ وہ ہے کہ پوشیدہ لا الہٰ میں ہے

(اقبال)

حضور باباجی صاحب کلیامی کے مرشد پاک کا اسمِ گرامی حضرت خواجہ حافظ محمد شریف خان صاحب دہلوی ہے اور آپ مغلیہ خاندان بابر بادشاہ کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ دہلی میں میجر رسالدار کے عہدہ پر فائز تھے کہ ایک روز سیر کے لیے دہلی بازار گئے تو وہاں پر آپ کی ملاقات ایک مجذوب درویش کے ساتھ ہوئی جو کہ باآواز بلند پکار رہا تھا کہ جو کوئی آج مجھے پیٹ بھر کر روٹی کھلائے گا تو میں اُس کو منہ مانگی مُراد دوں گا۔ چنانچہ جب آپ نے فقیر کی یہ آواز سنی تو چھابڑی خرید کر فقیر کو پیش کی تو فقیر سب کچھ کھا کر پھر پہلے کی طرح بلند آواز دینے لگا اور آپ خرید کر فقیر کو کھلاتے رہے۔ جب آپ کے پاس نقد مال نہ رہا تو آپ نے اپنا گھوڑا پوشاک وغیرہ سب کچھ فروخت کر کے فقیر کو کھلا دیا اور جب صرف پاجامہ رہ گیا تو فقیر نے کہا آپ نے ہمارا پیٹ بھرا ہے اور ہم نے آپ کا قلب روشن کیا ہے اور فرمایا جلال آباد جاؤ وہاں پر ایک مردِ کامل درویش سیّد مظہر علی شاہ ہیں جو غوثِ زمانہ ہیں۔ اُن کے دست بیعت کرو۔ آپ نوکری سے استعفیٰ دے کر جلال آباد گئے اور شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آپ آگئے ہیں۔ بہت عرصہ سے آپ کا انتظار تھا۔ چنانچہ آپ نے جب دیکھا کہ آپ درس و تدریس فرما رہے ہیں تو آپ کے دِل میں خیال آیا کہ یہاں پر تو صرف علم کی تعلیم دی جا رہی ہے لیکن میں تو عِشق الٰہی کا طلبگار ہوں۔ تو شاہ صاحب چونکہ صاحب کشف ولی اللہ تھے۔ اس لیے آپ کے دِل کی کیفیت کو سمجھ گئے اور آپ کو مخاطب کر کے فرمایا پریشان نہ ہوں۔ میرے پاس ہر مریض کے لیے علیحدہ دوا موجود ہے اور میں مریض کی نبض دیکھ کر اُس کے مطابق دوا تجویز کرتا ہوں۔ اگر آپ مریضِ عشق ہیں تو پھر مخلوقِ خدا سے علیحدہ ہو کر اندر (خلوت خانہ) میں داخل ہوں۔ جب آپ اندر تشریف لے گئے تو شاہ صاحب نے باہر سے دروازہ بند کر کے تالا لگا دیا۔ چنانچہ خلوت خانہ میں آپ پر عجیب اِسرار منکشف ہوئے اور آپ بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑے۔ چھ ماہ تک اِسی حالت میں پڑے رہے۔ چھ ماہ کے بعد شاہ صاحب نے حکم فرمایا کہ جا کر تالا کھولیں تا کہ مریض عشق کا حال پوچھتے ہیں جب حسب الحکم سرکار تالا کھولا گیا تو عاشق ذاتِ باری تعالیٰ کا

جسم مبارک دیمک کا ڈھیر نظر آرہا تھا۔ لباس وغیرہ یا جسمِ اطہر کا کوئی بھی حصّہ دکھائی نہ دیتا تھا۔ چنانچہ تالا کھولنے والوں نے جب یہ منظر دیکھا تو خوفزدہ ہوگئے اور شاہ صاحب سے بیان کیا چنانچہ آپ خود وہاں تشریف لے گئے اور دروازہ پر کھڑے ہو کر فرمایا

سر نوں خرچ کے تے عِشق خرید یوئی کیتا پلک نہ تُدھ اُدھار یارو
سچی ذات اصیل نہ ہٹیوں تُوں آوے عِشق اصیل دے گھہار یارو
ایہیّہ تے کم نہیں ہر کم ذات دا جی کُل کار کولوں او کھی کار یارو
سر سر دین بازی ہوندی عاشقاں دِی سر دین تھیں کرن نہ انکار یارو

تو شہبازِ لامکاں نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند فرمایا اور شاہین کی طرح اُوپر کو اُٹھے اور پھر پاؤں کے بَل گر پڑے اور بارگاہِ خداوندی میں سربسجود ہوگئے۔ آپ کے مرشد حضرت خواجہ سیّد پیر مظہر علی شاہ صاحب جلال آبادی نے آپ پر رحمت و شفقت کا فقیرانہ ہاتھ پھیرا تو آپ کے تمام ظاہری و باطنی زخم درست ہوگئے۔ (گلزارِ فضل)

چہ خوش اَست با تُو بزمے بنہفتہ ساز کردن
درخانہ بند کردن سر شیشہ ساز کردن

کیسی مزے کی چیز ہے تیرے ساتھ خفیہ ساز کر لینا گھر کا دروازہ بند کر دینا اور بوتل کا منہ کھول دینا۔

## مُرید کی پیدائش سے بھی پہلے مُرشد کو حکم

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جب خواجہ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تمام ظاہری و باطنی زخم درست ہوگئے قلب پر اللہ تعالیٰ کے انوار و اسرار کی تجلّیات وارد ہوئیں۔ نسبت کی تکمیل ہوئی تو آپ کے مُرشد حضرت خواجہ سیّد مظہر علی شاہ صاحب جلال آبادی نے خطۂ پوٹھوہار کی ولایت آپ کے سپرد کر کے ایک جبّہ مبارک اور ایک ٹوپی آپ کو عنایت فرمائی اور فرمایا میں آپ کے ذمہ اَب ایک ضروری کام کر رہا ہوں اور یہ ایک راز ہے جو کسی پر ظاہر نہ کرنا۔

وقت رخصت دے سیّد فرمان لگے دسّاں تُدنوں راز نہان سائیں
رکھیں دِل دے وِچ مضبوط کر کے کرنا نال نہ کسے عیّان سائیں
ایہیّہ پوٹھوہار ولایت عنایت کر کے اِس وقت کَرن فرمان سائیں
اِک شہباز نے آوناں جگ اُتے ہوسی خلق دا او سلطان سائیں

اوتھے پہنچ تے تُرت سنبھال او سنوں ساری عمر ہووناں نگہبان سائیں
اُمت نبیؐ دی اوس بخشاونی اِے ہوسی حق عاشق سُبحان سائیں
میری روز دعا خدا گے ملے فضل مولا مہربان سائیں
کار کرے گا دنیا اُپر آن جھہڑی ہوئی ہوسی نہ وچ جہان سائیں
ماس کٹ کے چیلاں نُوں سُٹ دیسی کرسی یار تھیں جان قربان سائیں

فرمایا کہ خطۂ پوٹھوہار میں ایک بہت بڑے ولی اللہ اِس دنیا میں تشریف لانے والے ہیں جن کا اسم گرامی فضل الدین ہو گا اور وہ اَپنے زمانہ میں تمام مخلوق کے بادشاہ ہوں گے اور اُن کے جہادِ نفس کا یہ عالم ہو گا کہ اپنے جسم کا گوشت کاٹ کر چیلوں کو کھلائیں گے۔ آپ نے وہاں جا کر اُن کی تربیت کرنی ہے اور عمر بھر نگہبانی کرنی ہے۔(گلزارِ فضل)

زمہر شِ سینہ ہا جولانگہ برق
دِل ہر ذرّہ در جوشِ انا الشّرق

ذاتِ حق کی محبّت سے عاشقوں کے قلوب پر بجلیاں گر رہی ہیں اور ہر ذرّہ محبّت کے جوش میں انا الشرق (میں آفتاب ہوں) کا نعرہ لگا رہا ہے۔

## خواجہ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کلیام اعوان آمد اور کرامت کا ظہور

خواجہ حافظ صاحب نے کلیام اعوان میں آکر کرم بخش نامی شخص کے ہاں قیام فرمایا جن کی خوش بخت وخوش اخلاق بیوی محترمہ بختاور بی بی تھیں جو کہ بابا درگاہی صاحب کی والدہ تھیں۔ آپ نے کچھ عرصہ تک یہاں قیام فرمایا اور اہلِ خانہ نے دِل وجان سے خواجہ حافظ صاحب کی خِدمت کی۔ والدین نے اپنے صاحبزادے درگاہی اعوان کا رشتہ بڑی دھوم دھام سے طے کیا لیکن تقدیر الٰہی سے درگاہی کا والد نمبردار کرم بخش اعوان فوت ہو گیا اور اُس کی وفات کے بعد اِس گھرانہ کے مالی حالات بہت خراب ہو گئے اور اِس اثناء میں لڑکی والوں نے پیغام بھجوایا کہ شادی کا انتظام جلد از جلد کیا جائے تا کہ ہم اپنے فرض سے عہدہ برآ ہو سکیں۔ چنانچہ جب انہوں نے لڑکی والوں کا پیغام سنا تو بہت پریشان ہوئے اور ماں بیٹا آپس میں صلاح مشورہ کرنے لگے۔ آپس میں صلاح مشورہ کے بعد مائی صاحبہ نے لڑکی والوں کو کہا کہ ہم کوشش کرتے ہیں کہ کسی سے قرض مِل جائے ورنہ ایک سال کی ہمیں مہلت دی جائے۔ چنانچہ اِسی طرح دونوں ماں بیٹا ایک روز آپس میں بیٹھے صلاح مشورہ کر رہے تھے کہ اچانک خواجہ حافظ صاحب تشریف لائے اور دونوں کو پریشان دیکھ کر پوچھا کہ آپ کیوں پریشان ہیں؟ کیا مسئلہ ہے؟ مائی صاحبہ کی آنکھوں میں

آنسو آ گئے اور واقعہ بیان کر دیا۔ تو قُطب زمّاں حضرت خواجہ حافظ محمد شریف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا پریشان نہ ہوں یہ بتائیں کہ ابھی گھر میں کتنا اناج ہے۔ اُنہوں نے عرض کی حضرت صرف ایک من گندم ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ اَب ایسا کرو اسے پیس کر آٹا بناؤ پھر اِس کو کسی ایسے برتن میں ڈال دو کہ جس میں یہ تمام آٹا سما جائے اور برتن کے اوپر ڈھکن دے دو۔ چنانچہ اُنہوں نے ایسا ہی کیا تو آپ نے آٹے والے برتن کا ڈھکن اُتار کر اپنا پنجہ یعنی اپنا پورا دَستِ مبارک آٹے پر لگایا اور فرمایا اَب یہ آٹا استعمال کرتے رہو انشاء اللہ قیامت تک ختم نہ ہو گا لیکن ایک بات یاد رکھنا کہ یہ راز کسی پر ظاہر نہ کرنا۔ چنانچہ خواجہ حافظ صاحب کی برکت سے کافی عرصہ تک وہ آٹا استعمال ہوتا رہا اور مائی صاحبہ نے اپنے بیٹے در گاہی کی شادی بڑی دھوم دھام سے کی۔ بالآخر یہ راز ظاہر ہو گیا اور برکت جاتی رہی۔

چنگیاں لوکاں دی یاری ایویں جیویں دوکان عطاراں
بھانویں خوشبو لیئے نہ لیئے حلّے آن ہزاراں

(عارف کھڑی)

## مائی بختاور بی بی کا افشائے راز

چنانچہ جب کافی عرصہ تک مائی بختاور بی بی کو چکی پیستے نہ دیکھا گیا اور نہ ہی باہر سے غلہ اناج آٹا وغیرہ کسی نے گھر میں آتے دیکھا تو اہلِ محلّہ کی عورتوں نے سوچا کہ یہ ماجرا کیا ہے۔ اُنہوں نے مائی صاحبہ سے پوچھا۔ اُن کی بہن تو اُن کے پیچھے ہی پڑ گئی۔ اُس نے کہا دونوں وقت آٹا پیس پیس کر تو میرے ہاتھوں میں گٹّے پڑ گئے ہیں لیکن تمہیں کبھی آٹا پیستے نہیں دیکھا۔ وجہ کیا ہے؟ جب آپ کی بہن نے مجبور کیا تو مائی صاحبہ نے کہا تم میرے ساتھ وعدہ کرو کہ تم یہ بات کسی اور کو نہ بتاؤ گی۔ چنانچہ اُس نے وعدہ کیا تو مائی صاحبہ نے واقعہ بیان کر دیا اور جب اِس بات کا عِلم خواجہ حافظ صاحب کو ہوا تو آپ کو یہ بات ناگوار گذری اور وہاں سے آپ بابا محمد صدیق اعوان کے گھر تشریف لے گئے۔ (گُلزار فضل)

جو استخارہ کرتا ہے وہ ناکام نہیں ہوتا، جو مشورہ کرتا ہے وہ نادِم نہیں ہوتا، اور جو مصارف میں متوسّط چال چلتا ہے وہ محتاج و فقیر نہیں ہوتا۔ (طبرانی)

## خواجہ حافظ صاحب کی بابا محمد صدیق اعوان صاحب کے گھر تشریف آوری

جدوں راز باطنی ظاہر ہویا حضرت ہو گئے دِلوں ملال لوکو
آئے محمد صدیق دے گہار ٹُر کے حافظ صاحب جو پیر کمال لوکو
دوہاں جیّاں نے اُٹھ کے قدم چمے ثابت صِدق یقین دے نال لوکو
بابا محمد صدیق اعوان آہے خاندان وِچ عمل باکمال لوکو
بیٹا اونہاں دا سی دراز خان بابا یار صابر دا نیک خصال لوکو
بیٹے اوس نُوں رَبّ عطا کیتے فضل صابری پیر دے نال لوکو
وڈے فضل الٰہی منظور صابر عہدہ نقل نویس سہال لوکو
دوجے کرم الٰہی درویش منشی ہے سن شعر اندر باکمال لوکو
چھوڑ دنیا بقاوَل کُوچ کر گئے جھوٹے ہَٹ داسٹ جنجال لوکو
تیجے منشی نظام الدین چھوٹے عقل ہوش وِچ بیمثال لوکو

کلیام شریف کے اِسی گھرانہ میں وہ مبارک چبوترا ہے جس پر بیٹھ کر حضرت خواجہ حافظ صاحب نے خواجۂ کلیامی اور آپ کے بڑے بھائی حضرت حافظ غلام رسول ہاشمی کو بیعت فرمایا تھا۔

## شجرۂ نسب حضرت خواجہ حافظ محمد شریف خان صاحب دہلوی

## مُرشد خواجۂ کلیامی

(مغلیہ خاندان کے شہزادے)

حضرت خواجہ حافظ محمد شریف بن مرزا رحیم بیگ داد بن بہادر شاہ ظفر بن شاہ اورنگزیب عالمگیر بن شہاب الدین شاہ جہان بن شہنشاہ جہانگیر بن جلال الدین محمد اکبر بن نصیر الدین محمد ہمایوں بن عمر شیخ مرزا۔

# شجرۂ طریقت چشتیہ صابریہ

## حضرت سلطان العارفین شیخ بابا فضل الدین کلیامی رحمۃ اللہ علیہ

اے خداوندا تو ذاتِ کبریا کے واسطے  
رحم کر مجھ پر محمد مصطفٰے ﷺ کے واسطے

میں ہوا ہوں بہت عاجز بند غفلت میں اسیر  
کھول دے مشکل علی المرتضٰیؓ کے واسطے

خواجہ حسن بصری کا نام لاتا ہوں شفیع  
شیخ عبدالواحد اہل صفا کے واسطے

فضل کر مجھ پر طفیل خواجہ ابن عیاض  
شاہِ ابراہیم بلخی بادشاہ کے واسطے

حضرت خواجہ حذیفہ کے لیے ٹک رحم کر  
پھر ہبیر البصری صاحبِ ہدا کے واسطے

خواجہ ابدال احمد بو محمد مقتدیٰ  
خواجہ بُو یوسف صاحب صفا کے واسطے

خواجہ مودودِ حق اور خواجہ حاجی شریف  
خواجہ عثمان اہلِ اقتدا کے واسطے

خواجہ ہندالولی حضرت معین الدین حسن  
شیخ قطب الدین قطب الاتقیا کے واسطے

کام کر شیریں طفیل خواجہ فرید گنج شکر  
حضرت علی احمد صابر غذا کے واسطے

شمس الدین اہل ہدایت رہبر دنیا و دیں  
اور جلال الدین صاحب پیشوا کے واسطے

حضرت احمد کے عبدالحق ہے اِن کا لقب  
شیخ عارف ابنِ احمد ذو عطاء کے واسطے

حضرت خواجہ محمد ابنِ عارف ذوالکرم  
حنفیئے عبدالقدوس گنگوہی پارسا کے واسطے

حضرت خواجہ جلال الدین تھانیسر محترم  
اور نظام الدین بلخی بادشاہ کے واسطے

حاکم گنگوہ خواجہ ابو سعید رہنما  
شیخ محمد صادق صاحبِ سخا کے واسطے

مہربان بر ہر غریب و شاہ غریب اللہ سخی  
اور محمد اعظم سالک ہدا کے واسطے

دے جمال اپنا مجھے حضرت محمد کے طفیل  
شاہ حیات اللہ ولی خوش لقا کے واسطے

حضرت میراں مظفر صاحبِ عزو شرف  
خواجہ سیّد جمال الدین اہل صفا کے واسطے

رحم کر مجھ پر طفیل خواجہ سیّد مظہر علی  
خواجہ شریف خان صاحبِ حیا کے واسطے

کُشتۂ عشق الٰہی شمعِ بزمِ اصفیاء  
شہنشاہ پیر فضل الدین شاہ بازِ لامکاں کے واسطے

بخش دے اپنی محبّت اور قطع کر دے ما سوائے  
برکت پیرانِ شجرۂ چشتیہ کے واسطے

# خواجۂ کلیامی کا روضہ مبارک رَقص کرنے لگا

نہ کر تقلید اے جبرائیل میرے جذّب و مستی کی
تن آساں عرشیوں کو ذِکر و تسبیح و طواف اولیٰ

(اقبال)

اِس جلالیت کا واضح ثبوت وہ شخص بخوبی کر سکتا ہے جس کی عمر ۱۹۳۸ء میں ۱۸ برس تھی اور جس نے اپنے آنکھوں سے روضۂ اقدس کے رقص کا نظارہ کیا۔ عینی شاہدوں کے مطابق نویں دِن کی محفلِ سماع تھی۔ آغا بشیر احمد فریدی اور رشید احمد فریدی اور ہمنوا قوالی پیش کر رہے تھے جب وہ اِن اشعار پر پہنچے

مجھے خاک میں ملا کر میری خاک بھی اڑا دے
تیرے نام پر مٹا ہوں مجھے کیا غرض نشاں سے

تو باباجی صاحب کی تربت مبارک نے ہلنا شروع کر دیا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے روضۂ اقدس نے رقص کرنا شروع کر دیا اور یہ منظر تقریباً دو گھنٹہ تک عالمِ انسانیت کے لیے خوف و توجہ کا مرکز بنا رہا۔ پہلے پہل دروازہ بند کر دیا گیا اور جب کھولا تو قبر شریف کا وہی عالم تھا اور روضۂ اقدس کا پتھر ہل چکا تھا پھر اُس قوال نے کچھ یُوں نقشہ کھینچا ہے۔

سیرت میں محمدؐ ہو صورت میں علیؓ ہو تم ایسے ولی ہو
روضہ بھی رقص کرتا ہے یہ شانِ جلالی کلیام کے والی

چشم بتو اُفتادو وجودم ہمہ چک شد
ہر چیز کہ دَر کانِ نمک رفت نمک شُد

(میری آنکھ تجھ پر پڑی تو میرا وجود کلّی مٹ گیا جو چیز نمک کی کان میں پڑ جائے وہ خود بھی نمک ہو جاتی ہے)

**نوٹ:** یہ واقعہ بہت مشہور ہے اور اِس واقعہ کے عینی گواہ بیشمار ہیں جن میں سے اکثر حضرات وفات پاگئے ہیں اور بعض بقیدِ حیات بھی ہیں۔ جنہوں نے روضۂ اقدس کے رقص کا نظارہ کیا اور یہ واقعہ اُن حضرات کے عقیدے کی اصلاح کرتا ہے جو بعد از وصال اولیائے کرام کی حیات کے منکر ہیں۔(مؤلف)

# سماع کے بارے میں حضرت سیّد علی ہجویری اَلمعروف حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک

اگرچہ سماع کے بارے میں صُوفیاء میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ایک جماعت سماع کو درست کہتی ہے اور ایک غلط۔اِس مضمون کی تفصیل میں تو بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے لیکن میں یہاں پر صرف حضرت سیّد علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور کتاب ''کشف المحجوب'' کے حوالہ سے نظرِ قارئین کروں گا۔ آپ فرماتے ہیں کہ معلوم ہونا چاہیے کہ صُوفیاء کے لیے درجہ بدرجہ سماع کے مقامات ہیں جن کے متعلق وہ سماع سے مستفیض ہوتے ہیں۔چنانچہ طالب کے لیے سماع ندامت حاصل کرنے کے لیے مدد دیتا ہے۔اہلِ شوق کے لیے شوقِ دیدار کا سبب بنتاہے۔اہلِ یقین کے لیے یقین کی تائید کرتا ہے۔مُرید کے لیے تحقیقِ بیان، محبِ کے لیے تعلقات کے لیے بیزاری اور فقیر کے لیے کُلّی نومیدی کا سبب بنتا ہے۔دراصل سماع آفتاب کی مانند ہوتا ہے کہ وہ تمام چیزوں پر چمکتا ہے مگر ہر چیز کو اپنے ظرف کے مطابق ذوق و مشرب حاصل ہوتا ہے۔ایک چیز جَل جاتی ہے دوسری روشن ہو جاتی ہے۔کوئی تپش سے پگھل جاتی ہے۔کسی پر صرف نوازشِ کرم ہوتی ہے۔(صفحہ:۵۶۶) حضرت سیّد علی ہجویری چند دیگر بزرگانِ دین کے اقوال بیان فرماتے ہیں۔خوشحالی طبیعت میں خروش پیدا کرتی ہے۔اگر طبیعت حق آشنا ہو تو خروش بھی حق ہوگا اگر باطل پرست ہے تو خروش بھی باطل ہوگا۔لہٰذا اگر طبیعت میں فساد ہے تو سماع کا اثر بھی فساد ہوگا۔(یعنی سماع کیفیت موجودہ کو قوی کرتا ہے۔جس نے حقیقت کو مدِّ نظر رکھا وہ حقیقت کی طرف گامزن ہوا۔جس کے سامنے ہوائے نفس رہی وہ بھٹک گیا (صفحہ:۵۵۷) ایک بزرگ فرماتے ہیں سماع باطن میں پوشیدہ چیزوں کو دیکھنے کے لیے باطن کو اُبھارتا ہے۔(صفحہ:۵۵۸)

روحِ انسان زندہ تر ہے عِشق کے آزار سے
بزمِ گیتی کو بقاء ہے عاشقانِ زار سے

ملامتِ خلق کا شکوہ نہ کر کہ زبانِ خلق سے توذاتِ حق بھی محفوظ و سلامت نہیں رہی۔(حضرت سیدنا امام حسینؓ)

# وَجد کا بیان

حضرت سلطان العارفین شیخ خواجہ فضل الدین کلیامی رحمۃ اللہ علیہ مادر زاد یعنی پیدائشی ولی اللہ ہیں۔ آپ صرف مجذوب نہ تھے بلکہ "مجذوب سالک" تھے یعنی مجذوب بھی تھے اور سالک بھی۔ آپ کی نظر میں ناموس ظاہری کی کوئی وقعت نہ تھی۔ بے باکانہ جمالِ مطلق کو مظاہر صوریہ میں ملاحظہ کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے نیت مستقیم ہو تو انسان منزل کو جالیتا ہے۔ آپ پر وجدانی کیفیت طاری ہونے کے واقعات آپ کی سوانح عمری میں بکثرت ملتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت سیّد پیر مہر علی شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک شخص آپ کی مجلس میں بابا فرید گنج شکر کا تذکرہ کرنے لگا تو جوُں ہی اُس کی زبان سے لفظ فرید نِکلا باباجی صاحب کی ہڈیوں سے تڑاق تڑاق کی آواز آنے لگی اور اگر اس محفل میں کوئی وجد کا مُنکر شخص ہوتا تو وہ بھی حیران رہ جاتا۔ میں یہاں پر کتاب "تعلیماتِ غزالی" کے حوالے سے چند الفاظ نظرِ قارئین کروں گا۔ حضرت ابو محمد جریری کا قصہ اِس سلسلہ میں بہترین رائے رکھتا ہے کیونکہ اس میں مسئلے کے دونوں پہلو پائے جاتے ہیں۔ اِن کا کہنا ہے کہ ایک دن مجھے ایک ایسی مجلس میں شریک ہونے کا موقع ملا جس میں ابنِ مسروق رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ جیسے بزرگ موجود تھے۔ مجلسِ سماع کا آغاز ہوا۔ قوّالنے گانا شروع کیا کہ ابنِ مسروق متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ اِن پر وجد کی کیفیتیں طاری ہو گئیں۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نہایت تمکین و وقار سے اپنی جگہ جمے بیٹھے رہے۔ اِس پر ابو محمد نے پوچھا کیا آپ پر سماع نے کوئی اثر نہیں کیا ہے۔ حضرت جنید نے جواب میں کہا "وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ط" (نمل:۸۸) ( تم پہاڑوں کو دیکھتے ہو تو خیال کرتے ہو اپنی جگہ جمے کھڑے ہیں حالانکہ یہ بادلوں کی طرح اُڑے پھریں گے ) حضرت جنید نے کہا میں ایسی مجلس سماع میں شریک ہوتا ہوں جس میں کوئی موقر و محترم شخصیت موجود ہو تو اپنے کو ازراہِ ادب لیے دیئے رہتا ہوں اور کوشش کرتا ہوں کہ دِل بے قابو نہ ہونے پائے لیکن تنہائی میں یہ تاثر اِس درجہ شِدت اختیار کرلیتا ہے کہ میں بھی وجد سے بہرہ مند ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ صُوفیاء کا کہنا ہے کہ جو لوگ اوراد و وظائف پر مواظبت اختیار کرتے ہیں اُنہی کو اِس نعمت سے مالا مال کیا جاتا ہے۔ (بحوالہ تعلیماتِ غزالی)

# وجد کے بارے میں حضرت سیّد علی ہجویری کا بیان

حضرت سیّد علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وجد کی کیفیت بیان نہیں کی جاسکتی۔ کیونکہ وہ بظاہر غم ہوتا ہے اور غم کو قلم بیان نہیں کر سکتا۔ الغرض وجد طالب اور مطلوب کے درمیان ایک راز ہے جس کا بیان مکاشفہ میں غیبت کے برابر ہے۔ کیفیت وجود کی طرف اشارہ یا اس کی نشاندہی درست نہیں کیونکہ یہ مشاہدہ میں طرب کے برابر ہے

اور طرب کو طلب کے ذریعہ حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ وجود محبوب کی طرف سے محبّ کے حق میں ایک فیض ہے جسے اشارۃً بتانا ناممکن ہے۔ میرے نزدیک وجد کی ایک غم ناک کیفیت ہے جو فرحت یا سنجیدگی سے غم سے یا خوشی سے رونما ہوتی ہے اور وجودِ دل سے غم کا دفع ہونا اور مقصود کا پالینا ہے۔ اہل وجد یا تو غلبۂ شوق سے مضطرب ہوتا ہے یا مشاہدہ سے سکون حاصل کر کے کیفیت کشف حاصل کرلیتا ہے۔ (بحوالہ کشف المحجوب، ص:۵۷۰ اور ۵۷۱)

## وَجد کے بارے میں حضرت خواجہ نظام الدین اَولیاء کا بیان

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء نے وجد کے بارے میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے جن ننانوے ناموں کا ذکر کیا جاتا ہے اِن میں ایک نام اَلواجِد ہے اِس کے معنی غنی اور صاحبِ وجد کے بھی ہیں اور وجد عطا کرنے کے بھی ہیں جیسے اللہ کا ایک نام شکُور ہے شکور اس کو کہتے ہیں جو شکر کرتا ہے لیکن یہاں اس کے معنی بندوں کا شکر قبول کرنیوالا کے ہیں اسی طرح الواجد کے ظاہری معنی صاحب وجد ہے لیکن اللہ باری تعالیٰ کے لیے یہ معنی درست نہیں یہاں واجد سے مراد وجد عطا کرنے والا ہے۔

(فرمودات نظام الدین اولیاء)

## حضرت ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ کا وجد

ایک شخص کا کہنا ہے کہ میں حضرت ابراہیم خواص کیساتھ جارہا تھا ایک وادی میں میرے دل میں موجِ طرب اٹھی اور میں نے پڑھا۔

صحّ عندالناس انّی عاشق غیران لم یعرفوا عِشق لمن
ما لیس فی الانسان شئ حسن الا واحسن منه صوت حَسن

ترجمہ: یہ تو معلوم ہے کہ میں عاشق ہوں لیکن لوگوں کو معلوم نہیں ہے کہ میں کس پر عاشق ہوں اِنسان میں حسین آواز سے زیادہ کوئی چیز حسین نہیں۔

حضرت ابراہیم نے کہا یہ شعر پھر پڑھو میں نے پڑھا تو آپ نے وجدانی کیفیت میں پتھر پر پاؤں مارے میں نے دیکھا قدم مبارک اس طرح گڑھ گئے جس طرح موم میں آپ بے ہوش ہو گئے جب ہوش آیا تو فرمایا میں ابھی ابھی باغِ بہشت میں تھا مگر تُو دیکھ نہیں سکتا ایسی بہت سی حکائتیں ہیں جن کی یہ کتاب (کشف المحجوب) متحمل نہیں ہوسکتی (کشف المجوب صفحہ: ۵۶۶)

ہمارا کام ہے راتوں کو رونا یادِ دِلبر میں
ہماری نیند ہے محوِّ خیالِ یار ہو جانا

# اولیائے کرام کے مزارات پر سجادہ نشینی کا نظام

دل بینا بھی کر خدا سے طلب
آنکھ کا نور دل کا نُور نہیں

چنانچہ اولیائے کرام نے سجادہ نشینی کا نظام اس لیے رائج کیا تھا کہ ان کے مزارات پر دینِ الٰہی کی عملی تبلیغ تصوّف کی تعلیم حاصل کر کے لوگ اپنے مالک و معبودِ حقیقی کی رضامندی حاصل کر سکیں اُن کا یہ مقصد ہر گز نہ تھا کہ ہمارے لاڈلے نذرانوں پر خوب عیش کریں گے اور انہیں محنت مزدوری نہیں کرنی پڑے گی انہوں نے گدی نشینی کا نظام رائج کیا تو با قاعدہ سجادگی کی شرائط بھی مقرر کر دیں کہ جو سجادہ نشین ہو اس کی یہ صفات بھی ہونی چاہئیں اور اگر کسی میں یہ صفات نہ ہوں تو اسکو سجادہ نشینی کا اہل نہ سمجھا جائے اور ایسا شخص اہل تصوّف کے نزدیک جھوٹا دعویٰ کرنے والا ہو گا اولیائے کرام کے اقوالِ زرّیں کسوٹی ہے جن کے ذریعہ کھرّا و کھوٹا پر کھا جا سکتا ہے اور لوگ یہ علم حاصل کر کے جعلی پیروں اور جعلی گدی نشینوں کے جال میں پھنسنے سے بچ سکتے ہیں۔ (مولف)

## اہل تصوّف کے نزدیک سجادگی کی شرائط

حضور پیرانِ پیر حضرت سیّد شیخ عبد القادر جیلانی فرماتے ہیں کہ تیرے لیے ایسی حالت میں خانقاہ میں بیٹھنا کہ زمین پر کوئی ایک شخص ایسا موجود ہو جس سے (اللہ کے سوا) تُو ڈر تا ہو یا امید واری کرتا ہو سزاوار نہیں (الفتح الرّبانی صفحہ:۴۰۹)

یعنی سجادہ نشین متوکل و توحید پرست ہوتا ہے، آپ فرماتے ہیں توحید الٰہی کو اپنے دل میں اتنا جما کہ مخلوق میں سے ایک ذرّہ بھی باقی نہ رہے۔ (الفتح الرّبانی)

| | |
|---|---|
| موحد چہ بر پائے ریزی زرش | موحد کے پاؤں میں سونا ڈال دو یا اس کے سر پر |
| چہ فولاد ہندی نہی بر سرش | تلوار کھینچ دو اس کو نہ تو کوئی طاقت طمع سے پھسلا |
| اُمید و ہراسش نباشد زِکس | سکتی ہے اور نہ خوف سے مغلوب کر سکتی ہے |
| ہمیں ست بنیاد توحید بس | یہ توحید کی بنیاد ہے۔ |

اور سلطان الاولیاء حضرت بابا فرید الدّین مسعود گنج شکر فرماتے ہیں کہ اے درویش سجادہ پر وہ بیٹھے جو عالم توکل میں ہو اور اپنی روزی اور دوسری ضروریات کے لیے کسی مخلوق سے اپنی امید وابستہ نہ کرے اگر وہ ایسا نہیں ہے تو وہ سجادہ نشین کہلانے کے لائق نہیں ہے بلکہ اہل تصوّف کے نزدیک جھوٹا دعویٰ کرنے والا ہے۔ (اسرار الاولیاء، صفحہ ۱۴۳۔ ملفوظات بابا فرید گنج شکر)

اور حضرت خواجہ فضل الدین کلیامی کے رفیق خاص حضرت خواجہ سیّد مہر علی شاہ گولڑوی کی اولاد کے چشم و چراغ حضرت پیر

سیّد نصیر الدین نصیر جو ایک بلند پایۂ عالم دین فاضل ادیب، عمدہ نثر نویس، ہفت زبان شاعر اور کئی کتابوں کے مصنف بھی ہیں فرماتے ہیں سجادہ نشین کے لغوی معنی ہیں جائے نماز یعنی مصلیٰ پر بیٹھنا اور ازروئے لغت جو مسلمان بھی مصلیٰ پر بیٹھتا ہے نماز پڑھتا ہے وہ سجادہ نشین کہلا سکتا ہے لیکن اِس کے عُرفی اور مروّجہ معنی یہ ہیں کہ اپنے آباؤ اجداد میں سے کسی کی بعض صفات کا وارث و امین بن کر اُس کے خلا کو پُر کرتے ہوئے اُس کی نیابت میں وہی اُمور سر انجام دینا جو وہ دیا کرتے تھے۔ یہ ایسا معنی ہے کہ دورِ حاضر میں خانقاہی نظام میں شاید دو چار ہی اِس معیار پر پورا اُترتے ہوں بہر حال جو شخص اپنے آباؤ اجداد کے فضائل اور اُن کی وجۂ شہرت امور میں جس قدر اُن کا مماثل ہو گا خواہ گدّی بچھا کر اُس پر بیٹھے یا نہ، اِن کا نائب قرار پائے گا محض ایک گدّی یا مصّلیٰ بچھا کر کسی مزار کے قُرب وجوار میں بیٹھنے سے کوئی شخص اصولاً اُن کا نائب نہیں کہلا سکتا اس لیے کہ نیابت کا حقیقی مفہوم یہ نہیں کہ اولاد ہی میں سے اُن کی اقدارِ عالیہ کا وارث ہو اگر اُس میں اپنے بزرگوں کے فضائل و کمالات موجود نہیں تو اہلِ دانش کے نزدیک وہ اُن کا حقیقی سجادہ نشین نہیں کہلائے گا۔ ہاں اولاد ہونے کے ناطے اسے مجاور یا محض ایسا سجادہ نشین تو کہا جا سکتا ہے جو سادہ لوح مُریدین سے نذر و نیاز وصول کرنے کے لیے ایک مخصوص جگہ پر بیٹھ جایا کرتا ہے۔ اَب میری چند رباعیات ملاحظہ ہوں

گدی کو وہ عرشِ کبریائی سمجھے بیعت لینے کو وہ مصطفائی سمجھے
اِس دُور کے بعض خود نگر جاہل پیر سجادہ نشینی کو وہ خدائی سمجھے

مالک ہیں دوکانیں ہیں نہ وہ سودا ہے اِسلاف کا وہ عِلم نہ وہ تقویٰ ہے
اِک عہدۂ نذرانہ وصولی کے سوا اِس دَور کی سجادہ نشینی کیا ہے

باطل ہے یہ زعم ہر ولی زادے کا منصّب ہے کہ اِس کے باپ دادے کا
حاصل ہو جسے نماز میں دِل کا حضور وارث ہے وہی نبیؐ کے سجادے کا

سجادہ و بیعت و قبا کا جھگڑا تقسیم مُریدین و اَنا کا جھگڑا
زوروں پر ہے آج کل کی درگاہوں میں نذرانہ وصول و دعا کا جھگڑا

آخر میں پیر سیّد نصیر الدین صاحب نے تجویز پیش کی کہ حکومت کو چاہیے کہ وہ مُلک بھر کی خانقاہوں کے بارے میں معلومات حاصل کرے اور اِن پر کڑی نظر رکھے۔ دینی و ملّی خدمات سَر انجام دینے اور نہ دینے والی درگاہوں میں خطِ امتیاز کھینچے۔ اِس جہانِ فانی سے رُخصت ہو جانے والے اولیاء اللہ کی خانقاہیں جو اِن کے ورثاء ولواحقین کے درمیان گروہی فرقہ پرستی، اثاثوں کی تقسیم، گدی نشینی کے تنازعات کا شکار ہو جاتی ہیں اور جن سے صاحبِ مزار کی عظمت و تقدّس پامال ہو جانے کا خدشہ ہو حکومت کو چاہیے کہ ایسی درگاہوں کو اپنی تحویل میں لے کر ان کا انتظام خود چلائے اور ایسے ناخلف ورثاء کو ان کا نظم و نسق چلانے سے قانونی طور پر روک دے۔

# سجادہ نشینی کا نظام دینِ اسلام کی عملی تبلیغ کا نظام ہے

# گدی نشینی باپ دادا کی وراثت نہیں ہوتی

دینِ اسلام میں ہر نئی ایجاد یعنی جس کا ثبوت قرآن وحدیث میں نہ ہو اور نہ ہی اُس کا ثبوت کسی اصحابی رسول کے قول وفعل سے ملے ایسے کام کو بدعت کہا جاتا ہے۔ علمائے کرام نے بدعات کی دو اقسام بیان فرمائی ہیں۔(۱) بدعتِ سیّہ جو گناہ کبیرہ ہے جس کے بارے میں احادیث مبارکہ موجود ہیں۔ دین میں ایسے کام کی بنیاد رکھنے والا اور اُس پر عمل کرنے والے گناہِ کبیرہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔(۲) بدعتِ حَسّنہ یعنی دینِ اسلام میں کسی نیک طریقہ کی بنیاد رکھنا۔ نیک اچھے طریقہ کی بنیاد رکھنے والا اور اُس پر سب عمل کرنے والے ثواب کے مستحق ہوتے ہیں۔ اولیائے کرام نے سجادہ نشینی (گدی نشینی) کا جو نظام رائج کیا یہ نظام یہ سجادہ نشینی بدعتِ حَسّنہ ہے۔ یعنی بزرگانِ دین نے تو انتہائی نیک عمل دینِ اسلام کی عملی تبلیغ کے کام کی بنیاد رکھی اور یہ نظام رائج کیا۔ بزرگوں نے جب سجادہ نشینی کا نظام رائج کیا تو باقاعدہ اُنہوں نے اس کی شرائط بھی مقرر کر دیں کہ سجادہ پر وہ بیٹھے جس میں سجادگی کی یہ صفات موجود ہوں۔ اگر وہ ایسا نہیں ہے تو صوفیائے کرام اہلِ تصوّف کے نزدیک جھوٹا دعویٰ کرنے والا ہے۔ اگر تو سجادہ نشین میں اولیائے کرام کی قائم کردہ شرائط وصفات اُس میں موجود ہوں تو وہ حقیقی سجادہ نشین کہلائے گا جس کی بڑی فضیلت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اُن کا بڑا مقام و مرتبہ ہے اور اگر اُس میں وہ صفات موجود نہ ہوں تو اہلِ تصوّف کے نزدیک وہ جھوٹا ہو گا۔ یہی سجادہ نشینی بدعتِ سیّہ ہے یعنی گناہِ کبیرہ جیسا کہ متوکّل سجادہ نشین بیشمار لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ اسی طرح جھوٹا سجادہ نشین بے شمار لوگوں کو نقصان پہنچاتا ہے۔ جس کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔ بزرگانِ دین نے سجادہ نشین کی جو شرائط یعنی اُن کی جو صفات بیان فرمائی ہیں اس کا کچھ بیان گزشتہ مضمون میں گزر چکا ہے۔ اب یہاں پر ہم سلسلۂ چشتیہ صابریہ اور چشتیہ نظامیہ کے آفتاب و مرکز سُلطان الاولیاء حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات، اُن کے اقوال زرّیں کی روشنی میں سجادہ نشین کی صفات بیان کرتے ہیں۔ بابا فرید فرماتے ہیں کہ اے درویش سجادہ پر وہ بیٹھے جو عالمِ توکّل میں ہو اور اپنی روزی اور دوسری ضروریات کے لیے کسی مخلوق سے اپنی اُمید وابستہ نہ کرے۔ اگر وہ ایسا نہیں ہے تو وہ سجادہ نشین کہلانے کے لائق نہیں ہے۔ بلکہ اہلِ تصوّف کے نزدیک جھوٹا دعویٰ کرنے والا ہے۔(اِسرار الاَولیاء ص:۱۴۳، ملفوظات بابا فرید گنج شکر) چنانچہ جو شخص متوکّل ہو کسی مخلوق سے اپنی اُمید وابستہ نہ کرے۔ ایسا متوکّل شخص جس کا اللہ تعالیٰ کی ذات پر اتنا کامل اعتماد ہو وہ تو پہاڑ کی چوٹی پر جا کر بیٹھ جائے یا کسی غار میں چلا جائے خواہ وہ جنگلوں بیابانوں کی طرف تن تنہا نکل جائے نہ تو اس کو اپنی روزی کی فکر ہوتی ہے اور نہ ہی کسی مخلوق کا خوف، جیسا کہ پچھلے صفحات میں چند فارسی اشعار کا ترجمہ ہے کہ موحد کے پاؤں میں سونا ڈال دو یا اُس کے سر پر تلوار کھینچ دو اُس کو نہ تو کوئی طاقت طمع سے پھسلا سکتی ہے اور نہ ہی خوف سے مغلوب کر سکتی

ہے۔ یہ توحید کی بنیاد ہے اور جو گدی نشینی بدعتِ سیہ ہے اُس کی بھی صفات ذرا ملاحظہ ہوں۔ سجادہ نشینی کی خاطر لڑائی جھگڑے ہوتے ہیں۔ خاندانوں کی آپس میں دشمنیاں و نفرتیں پیدا ہو جاتی ہیں، عدالتوں میں گدی نشینی حاصل کرنے کے لیے مقدمے لڑے جاتے ہیں، سجادہ نشین اور اُس کی اولاد مُریدین تقسیم کر لیتی ہے، نذرانہ بٹورنے کے لیے سادہ لوح بندوں کو مختلف حیلوں سے اپنا معتقد بنایا جاتا ہے، مزارات پر مختلف بدعات ایجاد کی جاتی ہیں اور اُن کو صاحبِ مزار ولی اللہ کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے، بزرگوں نے جس مقصد کے لیے لنگر خانوں کی بنیاد رکھی تھی اب وہ لنگر خانے نہیں رہے، اگر کوئی امیر آدمی دولت مند یا کوئی عہدہ دار آ جائے تو اُس کی تعظیم و خوشامد کی جاتی ہے۔ عالیشان بنگلوں میں عمدہ کھانوں سے اُس کی مہمان نوازی کی جاتی ہے کیونکہ اُس کے ساتھ بڑی اُمید وابستہ ہوتی ہے، عام مسافروں اور غرباء و مساکین میں سے کسی کو بعض اوقات دال روٹی بھی نصیب نہیں ہوتی، نذرانہ مستحق لوگوں تک نہیں پہنچتا بلکہ غرباء و مساکین کا حق بھی غائب کر دیا جاتا ہے۔ نذرانہ کی آمدن سے جائیدادیں اور خوبصورت بنگلے بنائے جاتے ہیں۔ ولی اللہ کے مزار کا سجادہ نشین کہلانے پر فخر و غرور کیا جاتا ہے۔ چنانچہ متوکل سجادہ نشین یعنی جو حقیقت میں سجادہ نشین ہوتا ہے اُس میں یہ خامیاں نہیں پائی جاتیں۔ متوکّل کو ان باتوں سے کیا غرض۔ متوکّل کے ساتھ تو سجادہ نشینی کی خاطر اگر کوئی جھگڑا کرے یا عدالتوں میں مقدمہ کرے کہ گدی نشینی ہمارا حق ہے تو وہ کہے گا بھائی لڑائی نہ کرو یہ لو گدی نشینی اگر تم اپنے آپ کو اِس کا اہل سمجھتے ہو اپنا حق سمجھتے ہو تو یہ لو سنبھالو میرے لیے تو میرا اللہ ہی کافی ہے اگر اُس میں صاحبِ مزار کی بعض صفات موجود ہیں اور متوکّل ہے تو وہ مزار سے سو میل دُور جا کر بیٹھ جائے تب بھی وہ سجادہ نشین ہی کہلائے گا۔ سجادگی کی صفات اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہیں جو کسی سے چھینی نہیں جا سکتیں۔ سجادہ نشین صاحبِ مزار ولی اللہ کا وارث ہوتا ہے اور اس کا یہ مطلب نہیں جو جاہلوں نے لیا ہے کہ سجادہ نشین صاحبِ مزار کی جائیداد یا اُس کی قبر کا اور مزار کا وارث ہوتا ہے بلکہ سجادہ نشین چونکہ صاحبِ مزار کا خلیفہ (نائب) ہوتا ہے اس لیے وہ صاحبِ مزار کی صفات کا وارث ہوتا ہے یعنی اُس میں بھی اپنے مرشد کی صفات پائی جاتی ہیں اور وہ اپنے مُرشد کے پاکیزہ طریقہ کو پھیلانے کے لیے لوگوں کو اُس کا عملی سبق دیتا ہے جیسا کہ حضور غوثِ اعظم سیّد عبد القادر جیلانی فرماتے ہیں تُو عمل کی زبان سے تبلیغ کر جب تو عمل کی زبان سے تبلیغ کرے گا تو عمل تیری طرف سے کلام کرے گا۔ اگرچہ تو خاموش رہے گا تاریخ شاہد ہے کہ تمام اولیائے کرام نے مال و دولت سے نفرت کی اور فقر کو پسند کیا کیونکہ فقر فخرِ محمّدی ﷺ ہے۔ حدیث مبارک ملاحظہ ہو۔ ایک مرتبہ ایک اصحابیؓ حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے آپ سے محبّت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھ کیا کہتا ہے۔ اُنہوں نے پھر یہی عرض کی مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبّت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر یہی فرمایا جب تین مرتبہ یہ سوال و جواب ہوا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر تم اپنی بات میں سچے ہو تو فقر کے اوڑھنے بچھانے کے لیے تیار ہو جاؤ اس لیے کہ مجھ سے محبّت رکھنے والوں کی طرف فقر اتنے زور سے دوڑتا ہے جس طرح پانی کی رو نچان کی طرف دوڑتی ہے (حدیث بحوالہ اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم)

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دُنیا میں ایسے رہو جیسے کوئی مسافر یا راہ گُذر رہتا ہے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دُنیا مومن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے جنت ہے۔
ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کاشانۂ نبوت میں تشریف لے گئے تو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چٹائی پر لیٹے ہوئے ہیں جس پر کوئی بستر نہیں ہے۔ جسم مبارک پر تہبند کے سوا کچھ نہیں۔ پہلو میں بدھیاں پڑ گئی ہیں۔ توشئہِ خانہ میں مُٹھی بھر جَو کے سوا اور کچھ نہیں۔ آنکھوں سے بے ساختہ آنسو نکل آئے۔ ارشاد ہوا عمر کیوں روتے ہو؟ عرض کیا کیوں نہ روؤں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حالت ہے اور قیصر وکسریٰ دُنیا کے مزے اُڑا رہے ہیں۔ فرمایا کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ ہمارے لیے آخرت اور ان کے لیے دُنیا ہو۔(مسلم شریف)
اگر تمام دنیا بھر کے اہلِ اسلام کی زندگیوں کا جائزہ لیں تو مشاہدہ سے ہمیں یہی حاصل ہو گا کہ صحابہ کرامؓ کے بعد اگر کسی نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ اور سنت پر عمل کیا تو وہ صوفیاء ہیں وہ پیر ہیں وہ شیخ ہیں اگر پیرانِ عُظام فقراء کی سوانح حیات کا جائزہ لیں تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ نفوسِ قدسیہ قرآن وحدیث اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پہاڑ کی طرح جمے رہے قائم رہے آفات وبلّیات کی آندھیاں انہیں اپنی جگہ سے ہِلا نہیں سکیں۔ اُنہوں نے حُبِّ دنیا کو دِل سے نکالنے کے لیے مجاہدے کیے۔ ریاضتیں کیں، مشقتیں اُٹھائیں اور احادیث وسنت مبارکہ پر عمل کرنے کی مثالیں قائم کیں۔ دین اسلام کی عملی تبلیغ کا نمونہ بنے اور فقرِ محمدی ﷺ اختیار کرتے ہوئے اپنی گدڑی جھاڑ کر دنیا ومافیا کو الگ پھینک دیا اور کائنات دھول بن کر اِن کے قدم چومنے کے لیے بیتاب ہو گئی۔ چنانچہ سجادہ نشینی کا نظام رائج کرنے سے بھی انکا مقصد یہی تھا کہ اِن کے بعد ان کے مزارات پر اِن کے نائب(سجادہ نشین) ان کے طریقہ کو اختیار کر کے اس عملی تبلیغی کام کو جاری رکھیں گے اور غربا ومساکین مجبور ومعذور لوگوں کا بھی خیال رکھا جائے گا۔ اگر اولیائے کرام کی خواہش کے مطابق مزارات پر متوکل سجادہ نشینی کا نظام قائم رہتا تو مزارات اولیااللہ عملی تبلیغ کا مرکز ہوتے اور اِن کی برکات سے ملک میں اسلامی انقلاب آجاتا لیکن کہاں وہ جہادِ نفس کرنے والے متوکّل اور کہاں یہ نفس پرست نذرانے بٹورنے اور عیش کرنے والے سجادہ نشین۔ اُن کا یہ مقصد ہرگز نہ تھا کہ اُن کے بعد اُن کی اولادیں نسلیں یا اُن کے خلفاء کی اولادیں نذرانوں پر عیش کریں گے اور اُنہیں محنت مزدوری نہیں کرنی پڑے گی نذرانے مستحق لوگوں تک پہنچانے کی بجائے اِن نذرانوں سے عیش وعشرت کریں اور حُبِّ مال وجاہ میں غرق ہو کر اپنی دنیا آباد اور آخرت برباد کر لیں۔ اولیائے کرام نے سُنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرتے ہوئے مال و دولت سے نفرت اور فقرِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند کیا۔ دنیا کی محبت کو دِل سے نکالنے کے لیے مجاہدے کیے، ریاضتیں کیں، فقر وفاقہ میں زندگیاں بسر کیں۔ حضرت سلطان باہو فرماتے ہیں

ایہہ دنیا رَن حیض پلیتی ہر گز پاک نہ تھیوے ہُو

جنّیں فقر گھر دُنیا ہووے لعنت اُس دے جیوے ہُو

صُوفیاء کی نظر میں تو بس دنیا کی یہی کچھ وقعت ہے تو کیا وہ حضرات اپنی اولاد و نسل یا اپنے کسی خلیفہ و مرید کی اولاد و نسل کے لیے دنیا کا مال و دولت عیش و عشرت پسند کریں گے ؟ نہیں ہر گز نہیں اور یہ سلسلہ قانونِ تصوّف کے خلاف ہے کہ باپ دادا میں سے کوئی پیر تھا اَب اُس کی اولاد و نسل پیر ہی کہلائے گی اور باپ دادا میں سے کوئی سو یا دو سو سال پہلے سجادہ نشین ہوا اس لیے اب اُس کی ساری نسل سجادہ نشین ہی کہلائے گی اور باپ دادا میں سے کوئی کئی سو سال پہلے کسی بزرگ کا خادم تھا تو اَب اُس کی ساری نسل خادم ہی کہلائے گی۔ اگر ایسا ہوتا تو ولی اللہ کی ساری ہی اولاد و نسل بھی ولی اللہ ہی ہوتی۔ بلکہ جس میں پیر (شیخ) کی صفات ہوں گی وہ ہی پیر کہلا سکتا ہے اور جس میں سجاد گی کی صفات ہوں وہ ہی سجادہ نشین کہلا سکتا ہے اور جس نے خدمت کی ہو وہ ہی خادم کہلانے کا حقدار ہوتا ہے۔ (مؤلف)

## قوم کا پیر میری اُمّت میں بمنزلہ نبی کے ہو گا (حدیث شریف)

پیر اور سجادہ نشین کی صفات ایک جیسی ہوتی ہیں۔ فرق یہ ہے کہ ہر سجادہ نشین پیر ہوتا ہے لیکن ہر پیر سجادہ نشین نہیں ہوتا چونکہ سجادہ نشین صاحبِ مزار ولی اللہ کا خلیفہ (نائب) ہوتا ہے اور بیعت بھی کرتا ہے اس لیے ہر حقیقی سجادہ نشین پیر بھی ہوتا ہے۔ پیر کی کچھ صفات پہلے مضمون میں قارئین کرام نے ملاحظہ فرمائیں کہ پیرِ کامل کے دل میں حُبِّ دنیا ہر گز نہیں ہوتی جیسا کہ حضرت سلطان باہو فرماتے ہیں

جنّیں فُقر گھر دنیا ہوئے لعنت اُس دے جیوے ہُو

یعنی جو پیر کہلائے اور اُس کے دل میں دنیا کی محبّت بھی ہو تو اُس کے جینے پر لعنت ہو۔ چنانچہ دینِ اسلام میں دو طرح کے اعمال ہیں۔

(۱) فعلِ رُخصت اور (۲) فعلِ عزّیمت۔ جیسا کہ سفر اور بیماری کی حالت میں روزہ نہ رکھنا اور اُس کی قضا جائز ہے یہ فعلِ رخصت ہے اور اگر تکلیف مشقّت برداشت کر کے ایسی حالت میں روزہ رکھ لیا جائے تو زیادہ ثواب پائے۔ یہ فعلِ عزیمت ہے۔ پیرانِ عُظام نے فعلِ رُخصت کی بجائے فعلِ عزّیمت کو اختیار کیا اور اس قدر پہاڑ کی طرح اُس پر ثابت قدم رہے کہ آفات و بلّیات کی آندھیاں اُنہیں اپنی جگہ سے ہلا نہ سکیں۔ یعنی فعلِ عزّیمت پر اس قدر استقامت اختیار کی۔ چنانچہ پیر کا قلب عشقِ الٰہی کے نُور سے منوّر ہوتا ہے اس لیے وہ صاحبِ کشف و کرامت اور اپنے مریدین کے باطنی احوال سے بھی باخبر ہو جاتے ہیں جس کے ثبوت میں ایک واقعہ پیشِ خدمت ہے۔ حضرت عثمان غنیؓ کی کرامتوں میں سے ایک وہ ہے جس کو تاج الدین سُبکی

نے اپنی کتاب طبقات اور دوسرے اور حضرات نے بھی بیان کیا ہے کہ آپ سے ایک شخص ملا جو راہ میں ایک عورت کو ملا اور اُس کو گھور چُکا تھا۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا تم میں سے بعض لوگ وہ ہوتے ہیں جن کی آنکھوں میں زنا کا اثر ہوتا ہے۔ وہ شخص بولا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی ہے فرمایا نہیں بلکہ مومن کی فراست ہے۔ یعنی جس کو حدیث شریف میں فرمایا "مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نُور سے دیکھتا ہے" اور حضرت عثمانؓ نے ان کی اصلاح کے لیے اور اِن کو اُس حرکت سے جو اُنہوں کی تھی روکنے کے لیے ظاہر فرمادیا تھا۔ (جمال الْاولیا، ص:۵۹) اور اگر کسی پیر میں یہ صلاحیت نہ ہو اور کوئی طالبِ مولا یعنی عشقِ الٰہی کا طلبگار اُس کا مُرید ہو جائے تو وہ اپنے اُس مرید کی کیا تربیت کرے گا اور جو پیر اپنے کسی سچّے مرید کی باطنی تربیت نہ کر سکے وہ پیر و مُرشد اور شیخ کہلانے کے قابل نہیں ہوتا اگر صرف صوم و صلوٰۃ کا پابند اور سُنت کے مطابق لباس پہننے والا ہی پیر ہوتا تو پھر تبلیغی جماعتوں والے پیر ہی ہوتے اور اگر صِرف عالمِ دین ہی پیر ہوتا تو مساجد کے عُلمائے کرام پیر ہی کہلاتے اور اگر صرف خدمتِ خلق کرنے والا ہی پیر ہوتا پھر تو جنابِ عبد الستار ایدھی اُن کے پیرانِ پیر ہوئے۔ اَب پیر کی شانِ عظیم اور بلند مقام و مرتبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف ملاحظہ ہو۔ آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمّت کے پیر و مرشد کے بارے میں فرماتے ہیں۔ "اَلشَّیخُ فِیْ قَوْمِہٖ النَّبِیِّ فِیْ اُمَّتِیْ" ترجمہ: قوم کا پیر میری اُمّت میں بمنزلہ نبی کے ہو گا۔ (حدیث بحوالہ عین الْفقر از حضرت سلطان باہُو)

یعنی اُمّتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں پیرانِ عُظام نبیوں والے کام کریں گے جیسا کہ پہلی اُمتوں میں انبیائے کرام علیہ السّلام نے دینِ الٰہی کی عملی تبلیغ کی اور اِس زمین پر رُشد و ہدایت، ایمان و عقیدہ اور عِلم و عمل کی روشنی پھیلا کر ظلمت و ضلالت کو دُور کیا اور لوگوں کے دِلوں پر ایمانی حقائق کے نقوش ثبت کیے۔ انہیں شیطانی پھندوں سے نجات دِلائی۔ کفر و شِرک اور ظُلمت و جہالت کے گھٹاٹوپ اندھیرے سے انہیں نکال کر ایمان و عمل کی تابناک شعاعوں میں انہیں جینا سکھلایا۔ چونکہ نبوت کا سلسلہ نبی آخر الزماں رحمت اللعٰلمین محبوبِ خدا حضرت سیدنا محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوا تو لہٰذا دینِ الٰہی کی یہ نبیوں والی تبلیغ کا کام اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت کے پیرانِ عظام کے سُپرد کیا۔ یُوں تو تبلیغ اِس اُمّت کا فریضہ ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے "کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ" (آلِ عمران:۱۱۰) لیکن پیرانِ عظام رحمۃ اللہ علیہ اِس کا عملی نمونہ بنے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چُکا ہے کہ سجادہ نشین میں اگر سجادگی کی صفات موجود نہ ہوں تو وہ سجادہ نشین کہلانے سے صاحبِ مزار اولیاء اللہ کا حقیقی سجادہ نشین نہیں ہو سکتا۔ اِسی طرح اگر کوئی شخص اپنے نام کے ساتھ لفظ پیر لگا کر اور جاہل و سادہ لوگوں سے نذرانے وصول کرنے کے لیے اُن کو بیعت کر کے پیر بن جائے تو حقیقی پیر نہ کہلائے گا بلکہ جھوٹا دعویٰ کرنے والا ہی ہو گا۔ پیرِ کامل تو ولیٔ کامل ہوتا ہے، حضرت مولٰنا عارف رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فارسی اشعار کا ترجمہ ہے کہ بہت سے شیطان آدمی کا رُوپ دھارے ہوئے ہیں اس لیے ہر ہاتھ میں ہاتھ نہیں دینا چاہیے اور جھوٹے نفس پرست صِرف نذرانے لے کر عیش کرنے والے پیروں کے بارے میں فرماتے ہیں

کارِ شیطان مے کُند و نامش ولی
گر ولی ایں است لعنت بر ولی

ترجمہ: جس کے کام تو شیطان جیسے ہوں اور اپنے آپ کو ولی کہلائے ایسے پر خدا کی لعنت ہوتی ہے۔

اور پھر اصلی پیر کامل کے بارے میں فرماتے ہیں:

سُرمۂِ کُن در چشم خاکِ اولیاء
تا بہ بینی از ابتداء تا اِنتہا

ترجمہ: اولیاءاللہ (پیر کامل) کے قدموں کی خاک کو سُرمہ بنالے تاکہ تو اِبتدا سے انتہا تک دیکھ سکے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں جھوٹے نفس پرست سجادہ نشینوں اور پیروں کے شر سے بچائے اور حقیقی سجادہ نشینوں اور اصلی پیرانِ عظام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی محبّت، صحبت اُن کی خِدمت اور اُن کے نقشِ قدم پر چلنے کی سعادت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ (مؤلف مُحِبّ الفقر ۲۱ اکتوبر ۲۰۱۳ء برمنگھم انگلینڈ)

یا الٰہی کِدھر جائیں تیرے یہ سادہ لوح بندے
کہ درویشی بھی عیّاری ہے سُلطانی بھی عیّاری
(اقبال)

## صوفیاء کو مروانے والے بھی صوفیا کے سجادہ نشین ہیں

### خواجہ حافظ صاحب کے مزار کے حقیقی متوکّل سجادہ نشین کا واقعہ

یُوں تو یہ واقعہ مشہور ہے لیکن میں نے یہ واقعہ اُس درویش کی زبان مبارک سے خود سنا جن کو مجاوروں نے مروایا تھا۔ چنانچہ جون ۱۹۹۵ء کو جب میں نے کتاب گلستانِ فضل کی اشاعت کرائی تو کسی نے مجھے مشورہ دیا کہ آپ کتاب لکھتے ہیں تو ایسا کریں کہ حضرت میاں ولایت صاحب کے پاس جائیں ہو سکتا ہے کہ اُن سے آپ کو کچھ معلومات مِل جائے۔ کیونکہ آپ حضرت خواجہ فضل الدین کلیامی کے خلیفہ حضرت الحاج مولٰنا عبد الستار صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مُرید اور حضور باباجی صاحب کے مرشد کی اولاد کے درویش بھی ہیں، چنانچہ میں ۱۳ اگست ۱۹۹۷ء کو موضع مورت میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میرے ساتھ کلیام سیّد اس کے ایک دوست سیّد حبیب حسین شاہ بھی تھے اور ہم حضرت میاں ولایت حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ریکارڈ کرنے کے لیے باقاعدہ ٹیپ ریکارڈر بھی ساتھ لے کر گئے تھے اور وہاں پر ہماری ملاقات آپ کے صاحبزادہ جناب مرزا عارف

صاحب کے ساتھ بھی ہوئی جو نہایت ہی خوش اخلاق، مخلص و مہمان نواز بزرگ ہیں۔ چنانچہ ہم نے جب اپنی آمد کی وجہ بیان کی کہ کتاب گلستانِ فضل کے دوسرے ایڈیشن کے لیے آپ سے معلومات کی درخواست ہے تو آپ نے بخوشی بیان ریکارڈ کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ بار بار آپ کی زبان مبارک پر یہی واقعہ آرہا تھا جس سے میں نے محسوس کیا کہ آپ کی یہ خواہش ہے کہ یہ واقعہ کتاب میں دیا جائے تو اُس درویش کی خواہش کے مطابق اس واقعہ کو میں کتاب میں دے رہا ہوں۔ چنانچہ حضرت میاں ولایت حسین صاحب فرماتے ہیں کہ جس زمانہ میں میں کلیام اعوان کے موہڑہ لمیاں کی ایک مسجد میں نماز پڑھایا کرتا تھا تو اُس وقت میرا روزانہ کا یہ معمول تھا کہ میں صبح کی نماز پڑھا کر اپنے دادا محترم حضرت خواجہ حافظ صاحب کے مزار پر چلا جایا کرتا تھا اور روضہ کے اندر قبر شریف کے پاس بیٹھ کر سورۂ یٰسین سورۂ مُلک اور سورۂ مزمّل کی تلاوت کیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ حسبِ معمول جب میں وہاں گیا تو دیکھا کہ مجاوروں نے روضہ کو تالا لگا دیا ہے۔ جب اِس بات کی خبر میرے چچازاد کو ہوئی تو اُن کو غصّہ آیا کہ خواجہ حافظ صاحب کی اولاد ہونے کے ناطہ میں کیا ہمارا اِتنا بھی حق نہیں ہے کہ ہم روضہ کے اندر بیٹھ کر تلاوت قرآنِ پاک کر سکیں۔ چنانچہ اُنہوں نے کلہاڑا لے کر تالا توڑ دیا۔ جب مجاوروں کو پتہ چلا تو اُنہوں نے پارس نامی ایک اوباش نوجوان کو تیار کیا۔ ایک روز جب میں روضہ کے اندر تھا کہ پارس نے اچانک آکر ایک کھونڈا میرے سر پر زور سے دے مارا۔ میرے سر سے خون بہنے لگا اور میں بے ہوش ہو گیا۔ چنانچہ جب پارس نے میرے سر پر چوٹ ماری تو اُس وقت میں نے خواجہ حافظ صاحب کو دیکھا کہ اُنہوں نے پارس کو کہا پارس ان مسکینوں کو کیوں مارتے ہو، اِنہوں نے تمہارا کیا گمایا (یعنی کیا نقصان کیا) اور ساتھ ہی بوتل کا کاک پارس کو مارا اور کہا پارس تمہاری زِندگی ختم ہے۔ خیر عزیز واقارب مجھے اُٹھا کر ہسپتال لے گئے۔ جب ہوش آیا تو پولیس آفیسر بیان لینے کے لیے آیا۔ میں نے ملزمان کے خلاف بیان دینے سے انکار کر دیا اور کہا مہاڑی عدالت ہوئی گئی (یعنی میرے اس کیس کا فیصلہ ہو چکا ہے) پولیس آفیسر نے سمجھا کہ شاید اِس کے سر پر چوٹ لگنے سے اِس کا ذہنی توازن صحیح نہیں رہا۔ عزیز واقارب پریشان ہوئے اور خفا بھی ہوئے لیکن میں نے ملزمان کے خلاف بیان دینے سے قطعی انکار کر دیا۔ چنانچہ پارس کو خونی قے آئی اور مر گیا۔ یہ واقعہ مشہور ہو گیا تو اِس کے بعد میں اپنا علاقہ چھوڑ کر یہاں مورت کے جنگلوں و پہاڑوں میں آگیا۔ کئی کئی دِن بھوک پیاس سے گزرتے تھے۔ گرمیوں کی دھوپ میں پتھر کی سِلوں پر بھی مجاہدہ کیا پھر یہاں کے لوگوں کو جب پتہ چلا تو لوگوں نے آنا شروع کر دیا۔ چنانچہ اَب حضرت خواجہ میاں ولایت حسین صاحب کا مزار پُر انوار فتح جنگ کے موضع مورت میں مرجع الخلائق ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن کی قبر مبارک پر کروڑوں رحمتیں نازل کرے۔ چنانچہ اولیائے کرام نے سجادہ نشینی کی جو صفات بیان فرمائی ہیں حضرت خواجہ میاں ولایت حسین چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ واقعہ اُس کا نمونہ ہے۔ یہ تھے خواجہ حافظ صاحب کے حقیقی متوکّل سجادہ نشین۔ (مؤلف)

# حضرت عبد المطلبؓ کی اولاد کے ہاشمی

# نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اہلِ بیت ہیں

صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اہلِ بیت کون ہیں؟ کیا آپ کی ازواج اہلِ بیت سے نہیں؟ اُنہوں نے فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ازواج بھی اہلِ بیت میں سے ہیں۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اہلِ بیت وہ بھی ہیں جن پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد صدقہ کو حرام کر دیا گیا ہے۔ پوچھا گیا وہ کون ہیں؟ فرمایا وہ آلِ علیؓ، آلِ عقیلؓ، آلِ جعفرؓ، آلِ عباسؓ ہیں۔ (باب فضائل علیؓ ابن ابی طالب)

آیات واحادیث مبارکہ کی روشنی میں حضرت شیخ عبد الحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اکابر علمائے کرام کی تحقیق کا خلاصہ یُوں بیان کیا ہے کہ اہلِ بیت تین طرح کے ہیں۔ ۱۔ اہلِ بیت نسب: اس میں نسب کے اعتبار سے حضرت عبد المطلبؓ کی اولاد کے بنو ہاشم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اہلِ بیت ہیں؛ ۲۔ اہل بیت ولادت: اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تمام اولاد شامل ہے؛ ۳۔ اہل بیت سکنی: (کاشانۂ مبارکہ میں رہنے والے)

چنانچہ ایک مرتبہ میری ملاقات اُستاد العلماء حضرت پیر سیّد عبد القادر جیلانی صاحب کے ساتھ راولپنڈی کچہری کی ایک مسجد میں ہو گئی تو میرے سوال کے جواب پر آپ نے فرمایا اہل بیت تین اقسام کے ہیں۔ اہل بیت نسب: اس میں حضرت علیؓ کی تمام اولاد داخل ہے؛ ۲۔ اہلِ بیت ولادت: اس میں حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرہ رضی اللہ عنہ کی اولاد شامل ہے؛ ۳۔ اہلِ بیت خِدمت: یہ حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے خادم حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق فرمایا تھا کہ سلیمان فارسیؓ میرے اہلِ بیت میں سے ہے۔ چنانچہ اہلِ بیت کا جب ذکر ہوتا ہے تو خیال حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف جاتا ہے۔ اُس کی وجہ یہ ہے کہ اکثر لوگوں کو یہ علم ہی نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اہلِ بیت کون کون ہیں۔ حالانکہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صاحبزادی جگر گوشۂ رسول حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور نواسۂ رسول حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہ صِرف اہلِ بیت میں سے ہی نہیں بلکہ اولادِ رسول میں سے بھی افضل واعلیٰ ہیں۔ جن کے فضائل ومناقب میں علیحدہ متعدد احادیث مبارکہ موجود ہیں۔ اِسی طرح حضرت مولا علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل ومناقب بھی بہت زیادہ ہیں۔ چنانچہ مفسرِ قرآن حضرت مولٰنا محمد شفیع صاحب آیتِ مباہلہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ کی پرورش ہی آغوشِ رسالت میں ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علیؓ کو بچّوں کی طرح پالا پوسا اور آپ کی تربیت کا پورا پورا خیال رکھا۔ لہٰذا ایسے بچّے پر اولاد کا اطلاق کیا جا سکتا ہے۔ حضرت میاں فضل الدین کلیامی جو کہ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد کے ہاشمی ہیں

اس لیے اہلِ بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں داخل ہیں۔(مؤلف)

# حضرت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد کے ہاشمیوں کے لیے آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خصوصی دعا

حضور سرکارِ دوعالم حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اے بنو عبد المطلبؓ! میں نے تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ وہ تمہارے دیندار کو استقامت بے علم کو علم اور بے راہ کو ہدایت دے۔ اگر کوئی شخص رکن اور مقامِ ابراہیم کے درمیان چلا جائے اور نماز پڑھے اور روزے رکھے پھر وہ اہلِ بیت سے بغض رکھتے ہوئے مر جائے تو وہ آگ میں داخل ہو گا۔ (طبرانی، حاکم، الصواعق المحرقۃ: ۲۶۵)

اس حدیث شریف میں آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے دادا محترم حضرت عبد المطلبؓ کی اولاد کے ہاشمیوں یعنی اپنے اِن اہلِ بیت کے لیے خصوصی دعا فرمائی ہے اور ساتھ ہی اپنی اُمّت کو یہ سبق بھی دے دیا ہے کہ میرے یہ اہلِ بیت مجھے اتنے محبوب ہیں کہ خواہ کوئی شخص کتنا ہی عبادت گذار متّقی وپرہیز گار ہو لیکن اگر وہ میرے ان اہلِ بیت سے بُغض رکھتے ہوئے مر جائے تو آگ میں داخل ہو گا۔(مؤلف)

حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ سے محبت رکھو کیونکہ وہ تمہیں اپنی نعمتوں سے نوازتا ہے اور اللہ سے محبت رکھنے کی وجہ سے مجھ سے محبّت رکھو اور مجھ سے محبت رکھنے کی وجہ سے میرے اہلِ بیت سے محبت رکھو۔(ترمذی۔ المستدرک)

اس حدیث شریف میں عشق ومحبّت کے اصول کا سبق ہے یعنی محبّت کا یہ اصول ہے کہ جس کے ساتھ محبّت ہو جائے اُس کے ساتھ نسبت رکھنے والی ہر چیز کے ساتھ محبت ہو جاتی ہے۔ یہ حدیث عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم وخدّام فضل شاہ کہلوانے والوں کے لیے بھی سبق ہے۔ حضرت پیر سیّد مہر علی شاہ صاحب فرماتے ہیں تعجب ہے کہ بعض لوگ اولیائے کرام کے مشاہد ومقابر اور آثار وتبرکات تک کا تو ادب کرتے ہیں لیکن اُن کی اولاد کا ادب واحترام نہیں کرتے۔ جن کے رگ وریشے میں اُن حضرات کا خون جاری وساری ہے، چنانچہ جو لوگ عاشقانِ رسول کہلاتے ہیں یا کسی ولی اللہ کے ساتھ محبت کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اہلِ بیت کا ادب واحترام نہیں کرتے اور اُس ولی اللہ کی اولاد کا ادب واحترام نہیں کرتے اُن سے بہتر تو ایک مجازی مُحِبّ ایک عورت کی محبّت کا دعویٰ کرنے والا ہے جو کہتا ہے میں لیلیٰ کی محبّت میں ہر سیاہ چیز سے محبت رکھتا ہوں حتیٰ کہ اُس کی محبّت میں مجھے کالے کتّے بھی پیارے لگتے ہیں۔(مؤلف)

# مزاراتِ اولیاء اللہ سے حاصل شدہ مال کے مستحق کون لوگ ہیں

چنانچہ مزارات اولیاء اللہ پر جو مال آتا ہے وہ دو طرح کا ہوتا ہے ایک تو نذرانہ (تحفہ) ہوتا ہے جو صاحبِ مزار یا صاحب مزار کے سجادہ نشین کی محبت میں عقیدت مند دیتے ہیں۔ حقیقت میں تو یہ مال اللہ تعالیٰ کے لیے ہی اُس کی رضا حاصل کرنے کے لیے دیا جاتا ہے کہ صاحب مزار اور اُن کے سجادہ نشین کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔ دوسری قسم کا مال صدقہ ہوتا ہے جو غرباو مساکین کا ہی حق ہوتا ہے۔ چنانچہ متوکّل سجادہ نشین دونوں اقسام کا مال لے کر اور پھر اس میں سے اپنی ذات پر بھی خرچ کرنے کا مجاز ہوتا ہے بشرطیکہ سجادہ نشین کا تعلق بنوہاشم سے نہ ہو۔ اگر سجادہ نشین کا تعلق بنوہاشم سے ہے تو پھر وہ دونوں اقسام کا مال لینے کا مجاز تو ہوتا ہے لیکن اپنی ذات پر صرف نذرانہ (تحفہ) کو خرچ کرے گا اور صدقہ کو مستحق لوگوں میں تقسیم کر دے گا۔ اور جس کا تعلق بنوہاشم سے نہ ہو وہ اپنی ذات پر صدقہ کو اس لیے خرچ کر سکتا ہے کہ متوکّل سجادہ نشین فقیر ہی ہوتا ہے۔ متوکّل کو اللہ تعالیٰ کی ذات پر اتنا کامل یقین اور پختہ اعتماد ہوتا ہے کہ وہ جہاں بھی جا کر بیٹھ جائے اللہ اُس کے حصّہ کا رزق وہاں ہی پہنچا دے گا۔ صوفیاء کی زندگیاں اس کا عملی نمونہ ہیں۔ لہٰذا ایسے متوکّل کو کیا غرض کہ وہ مال جمع کرتا پھرے کہ کل کیا کھاؤں گا۔ یہاں مجھے ایک حکایت یاد آگئی۔ ایک فقیر کو شیطان ہر روز وسوسہ دیتا تھا کہ کل کیا کھائے گا۔ فقیر کہتا موت کو چکّھوں گا۔ کہتا کیا پہنے گا فقیر کہتا کفن کو پہنوں گا۔ کہتا کہاں رہے گا فقیر کہتا قبر میں رہوں گا۔ تو شیطان نااُمید ہو کر چلا جاتا۔ لہٰذا جو متوکّل ہو وہ فقیر ہی ہوتا ہے اور فقیر کے لیے صدقہ کا مال بھی جائز ہوتا ہے بلکہ ان کا حق ہے متوکل سجادہ نشین بقدرِ ضرورت مال کو اپنی ذات پر خرچ کرتے ہیں اور بقیہ تمام مال راہِ خدا مستحق افراد کو دے دیتے ہیں۔ اس لیے اگر کوئی شخص سجادہ نشین کہلائے لیکن اُس میں وہ صفات موجود نہ ہوں جو اولیائے کرام نے مقرر کی ہیں اور وہ اولیائے کرام اہلِ تصوّف کے نزدیک جھوٹا دعویٰ کرنے والا ہو تو ایسے نااہل سجادہ نشین کو نذر و نیاز، نذرانہ و صدقہ وغیرہ کچھ بھی نہیں دینا چاہیے کیونکہ وہ لوگوں سے کچھ لینے کا مجاز ہی نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ نذرانوں کے مستحق بنوہاشم بھی ہیں کیونکہ رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خاندان واہلِ بیت کے ان لوگوں پر صدقہ کو حرام کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اُمّت کے غُرباو مساکین مجبور و معذور لوگوں پر اپنا خاص رحم و کرم فرمایا کہ مالداروں کے مال میں اِن کو حصّہ دار بنا دیا۔ یعنی زکوٰۃ کا حکم فرمایا۔ اَب اُمّت کے دیگر غرباء و مساکین تو صدقہ وزکوٰۃ سے اپنا گذر بسر کریں اور اہلِ بیت اور خاندان والے کیا بُھوکے مریں۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خاندان واہلِ بیت کے لوگ تو زیادہ اس بات کے مستحق ہیں کہ اِن کی مدد کی جائے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس کہیں سے کچھ آتا تو دریافت فرماتے صدقہ ہے یا ہدیہ (تحفہ) نذرانہ اگر تحفہ ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے لیے اور اپنے اہل وعیال کے لیے قبول فرماتے اور اگر صدقہ ہوتا تو فوراً تقسیم کرنے کا حکم صادر فرماتے۔ جو غرباو مساکین صحابہ کرامؓ کے حصّہ میں آتا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ عمل تمام عالمِ اسلام

کے لیے سبق ہے کہ خاندانِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جو لوگ صدقہ وزکوٰۃ کا مال نہیں لے سکتے نذرانوں (تحفوں) سے اُن کی مدد کی جائے اور بڑی عزّت و محبت کے ساتھ اِن کو نذرانے دیئے جائیں اور یہ بات محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں سے بھی ہے۔ جیسا کہ آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبّت رکھو کہ وہ تمہیں اپنی نعمتیں عطا کرتا ہے اور اللہ سے محبت رکھنے کی وجہ سے مجھ سے محبت رکھو اور مجھ سے محبّت رکھنے کی وجہ سے میرے اہلِ بیت سے محبّت رکھو۔(ترمذی۔المستدرک)

## خواجۂ کلیامی کا جُود وسخا

سخاوت کی بڑی فضیلت ہے۔ سخی بندہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہوتا ہے۔ایک بُزرگ فرماتے ہیں سخی اللہ کا دوست ہے چاہے گنہگار ہی ہو، مخلوقِ خدا کی خِدمت دنیاو آخرت کے کام سخاوت سے ہی سرانجام پاتے ہیں۔ سخی آدمی کے ہاتھ کے ذرعہ ہی مخلوقِ خدا کو فائدہ پہنچتاہے۔ سخی وہ ہے کہ خود بھی کھائے اور لوگوں کو بھی کھلائے اور جود یہ ہے کہ خود نہ کھائے بلکہ اوروں کو کھلائے۔ چنانچہ جود وسخامیں کوئی مخلوق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے برابر نہ تھی اور بَعد حق تعالیٰ کے اجود الاجودین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور کہاابو علی وفاق نے کہ بڑا اکرم جود اور ایثار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جوکسی فرد وبشر سے ممکن نہیں ہے یہ ہے کہ قیامت کے دِن سب انبیاء ورسل نفسی نفسی کہیں گے اور ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُمتی اُمتی فرمائیں گے۔جُود وسخا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دوصفات دو سنتیں ہیں اگر اس اُمت کے لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سنت سخاوت پر عمل کرتے تو دُنیامیں کوئی مسلمان غریب و مجبور نہ رہتااور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دوسری صفت جُود کہ خود بھوکا رہنااور دوسروں کو کِھلانا۔ اہلبیت کرام وصحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے تواس سُنت پر عمل کر کے مثالیں قائم کی ہیں اگر دنیابھر کے اِسلامی ممالک میں بسنے والے ہر مسلک کے مسلمانوں کی زندگیوں کا جائزہ لیاجائے توتسلیم کرناپڑے گا کہ اہلبیت اطہار وصحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے بعد اگر کسی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنّت پر عمل کیاتو وہ اولیائے کرام ہیں کہ خود بھوکے رہے لیکن اوروں کو کھلایا۔ اپنی ذات کے لیے دنیامیں کچھ نہیں بنایا۔ چنانچہ اہلبیت کے چشم وچراغ درویش لاثانی حضور خواجۂ کلیامی کی سوانح حیات کا جائزہ لیاجائے تو یہ بات روزِروشن کی طرح ظاہر ہوتی ہے کہ آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اِس سُنّت پر کماحقہٗ عمل کیا۔یہ تھے عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم صِرف میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دن عمدہ لباس پہن کر مزے دار کھانے کھا کر اور گلی گلی گھوم کر عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کے نعرے لگانے سے حقیقت میں کوئی شخص عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہو سکتا بلکہ یہ دعویٰ ہے جس کے ثبوت کے لیے گواہیوں کی بھی ضرورت ہو گی اور عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات اِس دعوے کی گواہ ہیں۔ چنانچہ اولیائے کرام کی زمینیں، جائیدادیں جو اُن کے آباؤاجداد کی طرف سے اُنہیں ملتی ہیں اُن کے وصال کے بعد اُن کے شریعی ورثاء کا حق ہوتا ہے لیکن ایسی

جائیدادیں جو مُریدین وعقیدت مند دیتے ہیں وہ صِرف غرباومساکین مجبور و معذور لوگوں کا ہی حق ہوتا ہے۔ کسی بھی صاحبِ مزار کے گدی نشین کو یہ حق حاصل نہیں کہ اِن جائیدادوں کو وہ اپنے ذاتی استعمال میں لائے۔ گدی نشین کا تعلق خواہ اولاد سے ہو یا نہ ہو میرے والد محترم نے مجھ سے بیان کیا کہ تمہارے دادا فرماتے تھے ایک دفعہ باباجی صاحب کے کسی بھتیجے یا دیگر کسی رشتہ دار نے عرض کی باباجی فلاں زمین تھوڑی سی میرے نام کرادیں تو آپ نے فرمایا بیٹے یہ صدقہ کا مال ہے۔ ہمارے لیے جائز نہیں۔ اِس بات سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ بُزرگانِ دین کو نذرانہ اور صدقہ دونوں طرح کا مال دیا جاتا ہے کیونکہ مُریدین کو اِس بات پر کامل یقین اور پختہ اعتماد ہوتا ہے کہ بزرگ اِس مال کو مستحق لوگوں پر خرچ کریں گے نہ کہ اپنی اولادوں اور نسلوں کے لیے جائیدادیں بنائیں گے اللہ تعالیٰ ہمیں حق بات کو سمجھ کر اِس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (مؤلف)

## رضاوقضا

رضا ایک بابِ اعظم ہے اللہ تعالیٰ کا اور ڈھال ہے دنیا کی اور بندہ راضی نہیں ہوتا حق تعالیٰ سے جب تک اللہ جَلّ شانہٗ اِس سے راضی نہیں ہوتا اِس واسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے **رضی اللہ عنہم ورضوانہ** اور کہا موسیٰ علیہ السّلام نے اے اللہ بتا مجھے کوئی ایسا عمل کہ جب میں اُسے کروں تو تُو مجھ سے راضی ہو جائے۔ ارشاد ہوا تُو اِس کی طاقت نہیں رکھتا۔ پس موسیٰ علیہ السّلام سجدے میں گر پڑے گڑگڑاتے ہوئے۔ پس وحی بھیجی حق تعالیٰ نے اِن کی طرف کہ یا موسیٰ رضا میری اِس میں ہے کہ تُو میری قضا پر راضی ہو جاوے۔ (رِسالہ قشیرہ)

## دنیا سے بے رغبت رہنے کا صلہ

حضرت حَسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کیا تم میں سے کوئی یہ چاہتا ہے کہ اُس کا اندھا پن جاتا رہے اور وہ بینا ہو جائے۔ یاد رکھو جس نے دنیا میں رغبت رکھی اور طویل اُمید باندھی اللہ تعالیٰ اُس کے مطابق اُس کا دِل اندھا کر دے گا اور جو دنیا سے بے رغبت رہا اور اُمید مختصر رکھی اللہ تعالیٰ اُس کو بغیر سیکھے علم عطا فرمائے گا اور بغیر بتائے سیدھی راہ عطا کرے گا۔ یاد رکھو تمہارے بعد کچھ لوگ آئیں گے اُن کی سلطنت صرف قتل وظلم کے ساتھ ہی رہے گی۔ اُن کا غناء صرف فخر و بخل کے ساتھ ہی ہو گا۔ اِن کی محبّت صِرف خواہشات کی پیروی ہو گی۔ یاد رکھو جو یہ زمانہ پائے فقر پر صبر کرے چاہے غناء پر قدرت رکھے۔ بُرے لوگوں سے نفرت پر صبر کرے چاہیے محبّت پر قادر ہو۔ ناتوانی پر صبر کرے چاہے غلبہ کی قدرت رکھتا ہو اور اگر اِس کا مقصود صِرف

رضائے الٰہی ہو تو اللہ تعالیٰ اسے پچاس صدیقین کا اجر عطا فرمائے گا۔ (حدیث بحوالہ مکاشفۃ القلوب امام غزالی، ص: ۲۴۸)
چنانچہ صوفیائے کرام میں ایسی بیشمار مثالیں موجود ہیں کہ وہ حضرات علم سیکھنے کے لیے کسی مدرسہ میں نہیں گئے اور نہ ہی کسی سے فقہ، حدیث و تفسیر وغیرہ کا سبق پڑھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اُن کو علمِ لدُنّی عطاء فرمایا چونکہ ہمارے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُمّی تھے۔ یعنی آپ نے کسی سے نہیں پڑھا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم اس قدر وسیع تھا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات سے قبل ہمیں ہر چیز کی تعلیم دے دی۔ یہاں تک کہ فضا میں اُڑنے والے پرندے کے متعلق ہمیں علم سے آراستہ کر دیا۔ لہٰذا آپ ﷺ کی اُمت میں بھی آپ کا ہی فیض جاری ہے۔ (مؤلف)

## حضرت سیّدنا ابو بکر صدیقؓ کے لیے روضۂ اقدس کا دروازہ خود بخود کُھل گیا

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامتوں میں سے ایک یہ ہے کہ جب آپ کا جنازہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار اقدس کے دروازہ کے سامنے لایا گیا اور ندا دی گئی السّلام علیکم یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ ابو بکر دروازہ پر حاضر ہیں تو دروازہ خود بخود کُھل گیا اور غیب سے کوئی قبر شریف کے اندر سے آواز دیتا ہے کہ ایک دوست کو دوست کے یہاں داخل کر دو۔ (جمال الاولیاء، ص: ۳۲)

## حضرت سیّدنا فاروقِ اعظمؓ کا دریائے نیل کے نام خط

امام الحرمین نے اپنی کتاب الشامل میں بیان کیا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ میں زمین میں زلزلہ آیا تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی اور زمین جو کانپ رہی تھی، لرز رہی تھی، اُسے درّہ مارا اور فرمایا ٹھہر جا کیا میں نے تیرے اوپر انصاف نہیں کیا۔ تو زمین اُسی وقت ٹھہر گئی۔ زلزلہ کے واقعہ کے قریب دریائے نیل کا بھی واقعہ ہے کہ دریائے نیل زمانۂ جاہلیت میں اُس وقت تک نہیں چلتا تھا جب تک اُس میں ہر سال کنواری لڑکی نہ ڈالی دی جائے۔ جب اسلام کا دُور آیا۔ دریائے نیل کے جاری ہونے کا وقت آیا تو جاری نہ ہوا۔ اہلِ مصر حضرت عمرو بن العاصؓ کے پاس آئے اور عرض کی کہ دریائے نیل کا ایک خاص معمول ہے۔ یہ اُس وقت تک جاری نہیں ہوتا جب تک اس میں ایک ایسی لڑکی جو ماں باپ کے اعتبار سے جیٹھی ہو کو بہتر سے بہتر لباس پہنا کر اس میں ڈال نہ دی جائے۔ حضرت عمرو بن العاصؓ نے فرمایا اب ایسا نہیں ہو سکتا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ اسلام پہلی غلط روایات کو مٹا رہا ہے۔ لوگ تین ماہ تک انتظار کرتے رہے لیکن دریائے نیل جاری نہ ہوا۔ آخر لوگوں نے لڑکی لے جانے کا ارادہ کر لیا تو حضرت عمرو بن العاصؓ نے حضرت عمر فاروقؓ کو یہ واقعہ لکھا۔ حضرت عمرؓ نے جواب میں لکھا آپ نے ٹھیک کہا ہے۔ بے شک اسلام

پہلے کے غلط رواجوں کو مٹا رہا ہے۔ میں آپ کے پاس ایک پرچہ بھیج رہا ہوں اِس کو دریائے نیل میں ڈال دیجیے۔ حضرت عمرو بن العاصؓ نے خط دریائے نیل میں ڈالنے سے پہلے کھولا تو اُس میں لکھا تھا "امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کی جانب سے مصر کے دریائے نیل کی طرف امّابعد اگر تو اپنی طرف سے جاری ہوتا تھا تو جاری مَت ہو اور اگر تجھے اللہ واحد قہار ہی جاری کرتا ہے تو ہم اللہ واحد قہار سے استداء کرتے ہیں کہ وہ تجھے جاری فرماوے۔ حضرت عمر بن العاصؓ نے یوم الصلیب سے ایک دِن پہلے وہ پرچہ دریائے نیل میں ڈال دیا۔ مصر کے لوگ لڑکی لے جانے اور شہر سے نکلنے کی تیاری کر چکے تھے۔ صبح ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو سولہ ہاتھ پانی کے ساتھ رات ہی رات میں جاری فرمادیا۔ (جمال الاولیاء، ص:۷۰)

## حضرت سیدنا عثمان غنیؓ کا کشف

حضرت عثمان بن عفّانؓ کی کرامتوں میں سے ایک وہ ہے جس کو تاج الدین سُبکی نے اپنی کتاب طبقات میں اور دوسرے اور حضرات نے بھی بیان کیا ہے کہ آپ سے ایک شخص ملا جو راہ میں ایک عورت کو ملا اور اُس کو گھور چُکا تھا۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا تم میں سے بعض لوگ وہ ہوتے ہیں جن کی آنکھوں میں زنا کا اثر ہوتا ہے۔ وہ شخص بولا کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی ہے۔ فرمایا نہیں بلکہ مومن کی فراست ہے یعنی جس کو حدیث شریف میں فرمایا کہ "مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نُور سے دیکھتا ہے۔" اور حضرت عثمانؓ نے ان حضرت کی اصلاح کے لیے اور اِن کو اُس حرکت سے جو اُنہوں نے کی تھی روکنے کے لیے ظاہر فرمادیا تھا۔ (جمال الاولیاء، ص: ۵۹)

## حضرت سیّدنا علی المرتضٰیؓ کا واقعہ

اسامہ بن المنقد نے کتاب الاعتبار میں بیان کیا ہے کہ مجھے شیخ اجل شہاب الدین ابو الفتح مظفر بن سعد بن مسعود نجنگین بن سبکتگین معذ الدولہ بن بویہ کے غلام نے موصل میں ۱۸ر مضان ۵۶۵ھ کو یہ بتایا کہ المقتفیٰ بامر اللہ خلیفہ المسلمین نے مسجد صندوریا کی زیارت کی جو فرات کے غربی جانب ابنار کے باہر واقع ہے اور ان کے ساتھ ان کے وزیر بھی تھے اور میں بھی حاضر تھا۔ خلیفہ مسجد میں داخل ہوئے اور یہ مسجد امیر المومنین حضرت علیؓ کی مشہور مسجد ہے۔ آپ پر رمیاطی لباس تھا۔ تلوار لٹکائے ہوئے تھے جس کی زیب وزینت لوہے کی سی تھی۔ سوائے اس کے جو اُن کو پہچانتا تھا کوئی یہ نہ سمجھ سکتا تھا کہ یہ خلیفہ المسلمین ہیں۔ مسجد کا محافظ وزیر کو دعائیں دینے لگا تو وزیر نے کہا تجھ پر افسوس ہے خلیفہ المسلمین کو دعائیں دے۔ خلیفہ نے فرمایا اس سے ایسی بات پوچھو جو نفع دے۔ اس سے پوچھو کہ اس کے چہرے میں جو مرض تھا وہ کیا ہُوا؟ کیونکہ میں نے اس کو اپنے آقا مستظہر باللہ کے زمانہ میں دیکھا تھا تو اس کے چہرہ پر کچھ بیماری تھی اور منہ پر بہت بڑی رسولی۔ جس نے اس کے چہرہ

کے اکثر حصّہ کو گھیر رکھا تھا۔ جب کھانا کھانا چاہتا تھا تو اس کو رومال سے باندھ دیتا تا کہ کھانا منہ تک پہنچ سکے۔ محافظ مسجد نے عرض کیا میں ایسا ہی تھا جیسا آپ کو معلوم ہے۔ میں انبار سے اس مسجد میں آیا کرتا تھا۔ ایک شخص مجھ سے ملا اور اس نے کہا کہ تم جیسے اس مسجد میں آمد و رفت رکھتے ہو اگر فلاں شخص کے پاس یعنی رئیس انبار کے پاس آمد و رفت کرتے تو وہ تمہارے واسطے کوئی طبیب بلا لیتا جو تمہارے چہرہ سے اس مرض کو دُور کر دیتا۔ اس کے کہنے سے میرے دل پر ایک خیال غالب ہو گیا اور میں تنگ دل ہونے لگا۔ اس رات جب میں سویا تو خواب میں امیر المومنین حضرت علیؓ بن ابی طالبؓ کو دیکھا۔ آپ مسجد میں ہیں اور مسجد میں ایک گڑھا سا تھا اسے فرما رہے ہیں یہ کیا ہے؟ میں نے آپ سے اپنی تکلیف کی شکایت کی تو آپ نے منہ پھیر لیا۔ میں نے پھر عرض کیا اور جو کچھ اس شخص نے کہا تھا شکایت پیش کی تو فرمایا تم ان لوگوں میں سے ہو جو دنیا کی بھلائی چاہتے ہیں۔ میں بیدار ہوا تو رسولی میرے برابر پڑی ہوئی تھی اور جو شکایت تھی جاتی رہی۔ (جمال الاولیاء۔ صفحہ ۶۷۔۶۸)

صدیقؓ عکس حُسنِ کمالِ محمدؐ است — فاروقؓ ظلِ جاہ و جلال محمدؐ است
عثمانؓ ضیائے شمع جمالِ محمدؐ است — حیدرؓ بہارِ باغ خصالِ محمدؐ است
اسلام ما اطاعت خُلفائے راشدین — ایماں ما محبّت آلِ محمدؐ است

## حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباسؓ کے وسیلہ سے قبولیّت دعا

حضرت عباسؓ کی کرامتوں میں سے چند وہ ہیں جن کو تاج الدّین سبکی وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں خشک سالی ہوئی تو حضرت عمرؓ، حضرت عباسؓ کو لے گئے کہ ان کے وسیلہ سے بارش کی دعا کریں۔ حضرت عمرؓ نے ان کے دونوں بازو پکڑے اور سامنے کھڑا کیا پھر آسمان کی طرف دیکھا اور دعا کی، اے اللہ ہم آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے ذریعہ آپ کا تقرب حاصل کرتے ہیں کیونکہ آپ کا ارشاد ہے اور آپ کا ہر ارشاد حق ہے **اما الجدار فکان لغلامین یتیمین فی المدینة وکان تحتہ کنز لھما وکان ابوھما صالحا** (اور وہ دیوار تو دو یتیم بچّوں کی تھی جو شہر میں ہیں اور اس کے نیچے ان دونوں کا ایک خزانہ تھا اور ان کا باپ نیک بخت تھا۔) تو آپ نے ان دونوں کی حفاظت ان کے باپ کی نیک بختی کی وجہ سے فرمائی تھی۔ تو اے اللہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق کی حفاظت ان کے چچا کے بارہ میں فرمایئے کیونکہ ہم ان کو اپنے پاس شفاعت کرنے کے لیے اور آپ سے بخشش چاہنے کے لیے لائے ہیں۔ پھر حضرت عمرؓ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور یہ تلاوت فرمائی۔ **استغفروا ربکم انّہٗ کان غفارا یرسل السماء علیکم مدرارا سے انھارا** تک (لوگو اپنے پروردگار سے بخشش مانگو بے شک وہ بہت بخشنے والا ہے۔ تم پر بارش کو مسلسل برسا دے گا اور تم کو مال و اولاد میں مدد دے گا اور تمہارے لیے نہریں بنا دے گا) اور حضرت عباسؓ کا یہ حال تھا کہ بہت ہی غمگین تھے۔ آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ رہی

تھی اور شہادت کی انگلی سینہ پر گھوم رہی تھی اور یہ کہہ رہے تھے اے اللہ آپ نگہبان ہیں بے راہوں کو چھوڑ نہ دیجیے، شکستہ حالوں کو ہلاکت کے گھر میں ڈالے نہ رکھیے۔ بچّے رو رہے ہیں اور بڑے بوڑھوں پر وقت ہے۔ مصیبت کی شکایت کا غلغلہ ہے اور آپ تو دل کے بھید اور چھپی ہوئی باتوں کو بھی جانتے ہیں کیونکہ آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا تعلق ہے۔ اس کے بعد بادلوں کے ٹکڑے اٹھنے لگے تو لوگ خوشی سے چلّا اٹھے دیکھتے ہو، دیکھتے ہو اور پھر وہ ٹکڑے آپس میں مل گئے اور برسنے لگے۔ پھر بادل گرجے اور رو پڑنے لگی۔ یہ لوگ وہیں تھے کہ لنگیاں چڑھانے لگے اور گھٹنوں گھٹنوں پانی میں گھسنے لگے۔ لوگوں نے حضرت عباسؓ کا دامن پکڑا اور آپ کی چادر برکت کے لیے چُھونے لگے اور کہنے لگے اے حرمین کی آبپاشی کے سبب آپ کو مبارک ہو کہ اللہ تعالیٰ نے میدانوں کو سبزہ زار اور شہروں کو شاداب اور اپنے بندوں پر رحم فرمادیا۔ (جمال الاولیاء۔ صفحہ ۵۴)

## حضرت سیّدنا حمزہؓ کی قبر مبارک سے سلام کا جواب

بہیقی نے واقدی سے روایت کی ہے کہ فاطمہ خزاعیہ نے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت حمزہؓ کی قبر کی زیارت کی تو عرض کی السّلام علیکم اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا۔ میں نے اُن کا کلام سنا اُنہوں نے جواب دیا وعلیکم السّلام ورحمۃ اللہ اور میں نے عارف باِاللہ سیّدی شیخ محمود کو دی شیخانی مقیم مدینہ منوّرہ کی کتاب "الباقیات الصحالیات" میں دیکھا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اُنہوں نے حضرت سیّدنا حمزہؓ کی قبر کی زیارت کی توجہ سلام کیا تو اپنے کانوں سے واقعی طریقے سے سلام کا جواب سُنا اور آپ نے اِن کو حکم دیا کہ اپنے لڑکے کا نام اِن کے نام پر رکھیں۔ پھر ان کے ہاں لڑکا ہوا تو اُنہوں نے اُس کا نام حمزہ رکھا۔ (جمال الاولیاء)

## حضرت علاءِ خِضرمیؓ کا قبر شریف سے غائب ہونا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک لشکر روانہ فرمایا اور اِس پر حضرت علاء خِضرمیؓ کو امیر مقرر کیا۔ اِن غازیوں میں میں بھی تھا اور جب آپ کا انتقال ہو گیا تو ہم نے آپ کو دفن کر دیا۔ دفن سے فارغ ہونے کے بعد ایک شخص آیا۔ اُس نے کہا یہ کون صاحب تھے میں نے کہا یہ سب انسانوں سے افضل ابنِ الخضرمیؓ تھے۔ اِس نے کہا یہ زمین مُردوں کو نکال پھینکتی ہے۔ (یعنی نرم ہے اور درندے آسانی سے نکال لیتے ہیں) کیا اچھا ہو کہ تم اِن کو میل دو میل دُور ایسے مقام پر منتقل کر دو جو مُردوں کو قبول کرتا ہے تو ہم نے آپس میں کہا کہ ہمارے اِس ساتھی کو کونسی سزا ہے کہ درندوں کو دے دیں اور وہ اِن کو کھا جائیں۔ سب نے اس پر اتفاق کیا اور قبر پر پہنچے تو دیکھا کہ ہمارے وہ دوست تو وہاں پر ہیں نہیں اور قبر حدِ نظر تک نُور سے چمک رہی ہے۔ ہم نے مٹی قبر پر لوٹا دی اور چلے گئے۔ (جمال الاولیاء)

## حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کو شیر نے راستہ پر پہنچادیا

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے۔ آپ کی کرامتوں میں سے ایک یہ ہے کہ ابنِ اثیر نے اپنی کتاب اسد الغابہ میں بیان کیا ہے کہ محمد بن المنکدر نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک کشتی میں سوار تھا کہ ٹوٹ گئی اور میں تختہ پر سوار رہ گیا۔ مجھے پانی نے کنارہ پر پھینک دیا تو مجھے ایک شیر ملا۔ میں نے کہا اے ابو الحارث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آزاد کردہ غلام سفینہ رضی اللہ عنہ ہوں۔ فرماتے ہیں کہ اس نے اپنا سر جُھکا لیا اور مجھے اپنے پہلو اور کندھے سے دھکیلتا رہا یہاں تک کہ راستہ پر پہنچادیا۔ جب راستہ پر پہنچ گیا تو وہ ہمہانے لگا۔ اس سے میں نے سمجھ لیا کہ اَب یہ رخصت کر رہا ہے۔ (جمال الاولیاء، ص:۴۸)

## حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی دعا کا اثر

حاکم نے قیس سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بُرا کہا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دعا کی اے اللہ یہ آپ کے ولیوں میں سے ایک ولی کو بُرا کہتا ہے آپ اس مجمع کو اُس وقت تک منتشر نہ کیجیے کہ اپنی قدرت نہ دکھلادیں۔ تو خدا کی قسم ہم لوگ ابھی منتشر نہ ہوئے تھے کہ اس کی سواری زمین میں دھنسنے لگی اور اِس نے اُس کو کھوپڑی کے بل پتھروں میں پھینک دیا جس سے اِس کا دماغ پھٹ گیا اور وہ مر گیا۔ (جمال الاولیاء، ص:۴۱) دیگر، حاکم نے ابن المسیب سے روایت کی ہے کہ مروان خلیفہ نے کہا تھا کہ یہ مال ہمارا مال ہے جسے ہم چاہیں گے دیں گے تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ہاتھ اُٹھائے اور کہا کیا میں دعا کروں اور مَروان کُود کر آیا اور گلے سے لپٹ گیا اور عرض کی اے ابو اسحاق میں آپ کو قسم دیتا ہوں دعا نہ کیجیے مال تو سارا اللہ تعالیٰ کا ہی ہے۔ (جمال الاولیاء: ص: ۴۱)

## صحابیہ رضی اللہ عنہا کی دعا سے مُردہ زندہ ہو گیا

بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں نے اِس اُمت میں تین باتیں ایسی پائی ہیں کہ اگر وہ بنی اسرائیل میں ہوتیں تو کوئی اُمّت اُس کی شریک و سہیم نہ ہو سکتی۔ ہم نے پوچھا کیا کیا؟ فرمایا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صُفّہ میں تھے ایک عورت ہجرت کر کے مدینہ منوّرہ آئی۔ ساتھ اِس کے ایک بالغ لڑکا بھی تھا۔ کچھ ہی دِن ٹھہری تھی کہ اُس کے لڑکے کو وبا لگ گئی۔ لڑکا چند دِن بیمار رہ کر مَر گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کی آنکھیں بند فرمائیں اور تجہیز و تکفین کا حکم فرمایا۔ ہم لوگوں نے غسل دینے کا ارادہ کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انس رضی اللہ عنہ اس کی والدہ کے پاس جاؤ اور اُس کو اطلاع کر دو۔ میں گیا اور اطلاع کر دی۔ وہ آئی اور اِس کے پاؤں کے پاس بیٹھ گئی پھر اُس نے اُس کے دونوں پاؤں پکڑ کر یہ دعا کی۔ اے اللہ میں آپ کے لیے بخوشی اسلام لائی ہوں اور بُتوں کو نفرت کر کے چھوڑ آئی ہوں اور اپنی رغبت سے آپ کی

طرف ہجرت کر آئی ہوں۔ اے اللہ میری مصیبت سے بتوں کو پُوجنے والوں کو خوش نہ فرما اور مجھ پر اس مصیبت کا اتنا بار نہ ڈالیے جس کے برداشت کی مجھ میں طاقت نہیں۔ حضرت اُنسؓ فرماتے ہیں خدا کی قسم اس کی بات ابھی پوری نہ ہونے پائی تھی کہ لڑکے نے پاؤں ہلائے اور چہرہ سے کپڑا ہٹادیا اور پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی رَحلت تک زِندہ رہا۔ یہاں تک کہ اس کی ماں بھی مر گئی۔ (جمال الاولیاء، ص:٦١)

## فرمودات حضرت خواجہ حافظ عبدالکریم صاحب (عید گاہ شریف)

❶ فرمایا طریقۂ خواجگان قدس اللہ اسراہم میں بندگانِ خدا کی خدمت بجالانی اور اُن کو راحت پہنچانی ذِکر و مراقبہ پر مقدم ہے۔ عبادت و نوافل فی اللہ محبّت اور خدمتِ خلق کے برابر نہیں ہوسکتے۔ اکثر لوگ بہت مجاہدہ کرنے سے بھی منزلِ مقصود تک پہنچ جاتے ہیں لیکن مجھے ایک راہِ خدا تک پہنچے کی بہت سہل معلوم ہوئی ہے اور وہ خدمتِ خلق ہے۔ اس میں کوشش کرنی چاہیے شاید کِسی صاحبِ دِل کے دِل میں گھر ہو جائے اور اُس دِل سے کہ نظر گاہِ حق ہے بہت کچھ حصّہ مل جائے۔ ❷ فرمایا اِنسان کا ایمان اس وقت تک درست نہیں ہوتا جب تک انسان نفس وہوا اور طبیعت اور اپنی جیسی مخلوق پر بھروسہ نہ رکھے بلکہ خالق کے ساتھ یقینِ محکم رکھے کہ نفع ونقصان اور روزی کا مالک وہی وحدہٗ لاشریک ہے اپنے موہ کی فرمانبرداری میں لگا رہے۔ ❸ دنیاداروں اور امیروں کی تعظیم و تکریم اس خیال سے کہ ان سے کوئی دنیاوی فائدہ یا مقصود حاصل ہو منع ہے اور شرک خفی ہے۔ ہاں ان سے میل جول کرنا اس خیال سے کہ تمہاری محبّت سے خدا یاد ہو جائیں اور نیک بن جائیں تو بہت ہی ثواب کا کام ہے۔ ❹ فرمایا درود شریف کی بڑی مجرب خاصیت یہ ہے کہ دیگر تمام عبادتیں کِسی لغزش یا قصور کی وجہ سے ردّ ہوسکتی ہیں لیکن درود شریف کِسی حالت میں بھی رَد نہیں ہوسکتا۔ اگر کِسی شخص کا عقیدہ کِسی بزرگ پر نہ ٹھہرے تو محبّت کے ساتھ درود شریف کی کثرت کرے۔ اِس کو درود شریف کی برکت سے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پرورش میں لے لیتے ہیں اور جس بزرگ سے منظور ہو اس کی طبیعت کا رجحان ومیلان اس کی طرف کر دیتے ہیں۔ ❺ فرمایا انسان جتنی تواضع اور خدمت اور غلامی اپنے اہل وعیال اور خویش واقارب کی کرتا ہے اگر اتنی اپنے خالق ومولا کی کرے تو کہیں کا کہیں پہنچ جائے مگر کیا کیا جائے ہر شخص کا فکر یہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔ ❻ فرمایا کہ جس شخص کی صحبت میں تمہارے دِل میں دنیا کی محبّت اور خواہشات نفسانی غالب آجائیں اس کی صحبت کو زہر قاتل سمجھو اور اس سے بچو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور جس کِسی کی مجلس سے خدا یاد آئے دنیا کی محبّت سے دِل سرد ہو آخرت کا شوق بڑھے اِس کی مجلس کو لازم پکڑو وہ اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔ اِس سے دونوں جہاں کے فائدے حاصل ہوں گے۔ (آثار الکریم)

# حضرت اویس قرنی

مشہور بزرگ ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھے لیکن زیارت نہ کر سکے۔ غلبۂ حال اور والدہ ماجدہ کی خدمت سدِّراہ رہی۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قلبی وروحانی رابطہ اس قدر تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ اور حضرت عمر فاروقؓ جیسی عظیم شخصیات کو اپنا جُبّہ مبارک تحفہ دے کر بھیجا اور فرمایا کہ اویسؓ کو کہنا کہ وہ میری اُمّت کے لیے دعا کرے۔ فرمایا قرن میں ایک پست قد لمبے بالوں والا اویس نامی شخص ہو گا جس کے ہاتھ پر پھلبہری کا نشان ہو گا۔ اُس کو جا کر ملنا چنانچہ یہ دونوں حضرات جب حج مقدّس ادا کرنے کے لیے مکّہ مکرمہ پہنچ گئے تو اہلِ قرن سے ان کے بارے میں پوچھا تو اُنہوں نے کہا اویس ہے ایک دیوانہ سا آدمی اُس کو ہم جنگل میں اپنے جانوروں کی رکھوالی چھوڑ آئے ہیں جب لوگ روتے ہیں تو وہ ہنستا ہے اور جب لوگ ہنستے ہیں تو وہ رونا شروع کر دیتا ہے۔ تو آپ نے کہا ہم اویس کو ملنا چاہتے ہیں چنانچہ اَب تو اہلِ قرن کے نزدیک بھی اُن کی قدر و منزلت بڑھ چکی تھی اور جب حضرت علیؓ اور حضرت عمرؓ اُن کو ملنے کے لیے وہاں پہنچے تو دیکھا کہ آپ نماز پڑھ رہے ہیں اور بھیڑیا بکریوں اور اونٹوں کی رکھوالی کر رہا ہے۔ جب اویسؓ نماز سے فارغ ہوئے تو اِن حضرات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام دیا تو آپ نے دعا فرمائی اور فرمایا اَب جاؤ کیونکہ وقت کم اور قیامت نزدیک ہے مجھے اپنے رب کی عبادت کرنے دو اور تذکرۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ حضرت سیدنا علیؓ اور حضرت سیدنا عمر فاروقؓ اُن کے پاس گئے تو حضرت عمرؓ نے جب نصیحت کے لیے فرمایا تو فرمایا اے عمرؓ اگر تم حق شناس ہو تو اِس سے افضل اور کوئی نصیحت نہیں کہ تم خدا کے سوا کسی دوسرے کو نہ پہچانو۔ پھر پوچھا اے عمرؓ کیا تم کو اللہ تعالیٰ پہچانتا ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں تو حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا بس خدا کے علاوہ تمہیں کوئی نہ پہچانے بس یہی تمہارے لیے افضل ہے۔

## نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ہر اُس شخص کی فریاد کو پہنچتا ہوں جو مجھ پر کثرت سے درود بھیجے

روض الفائق میں ایک قصّہ نقل کیا۔ وہ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ میں کعبہ شریف کا طواف کر رہا تھا کہ ایک شخص کو دیکھا کہ وہ ہر قدم پر درود شریف ہی پڑھ رہا ہے اور کوئی چیز تسبیح و تہلیل وغیرہ نہیں پڑھتا۔ میں نے اِس سے پوچھا کہ اِس کی کیا وجہ ہے تو اُس نے کہا تُو کون ہے؟ تو میں نے کہا میں سفیان ثُوری ہوں۔ تو اُس نے کہا اگر تو اپنے زمانہ کا یکتانہ ہوتا تو میں نہ بتاتا اور اپنا راز نہ کھولتا۔ پھر اُس نے کہا میں اور میرے والد حج کو جا رہے تھے۔ ایک جگہ میرا باپ بیمار ہو گیا میں علاج

کا اہتمام کرتا رہا کہ ایک دم اِن کا انتقال ہو گیا اور منہ کالا ہو گیا۔ میں یہ دیکھ کر بہت ہی رنجیدہ ہوا اور اِنّا للّٰہ پڑھی اور کپڑے سے اُن کا مُنہ ڈھک دیا۔ اِتنے میں میری آنکھ لگ گئی۔ خواب میں دیکھا کہ ایک صاحب جن سے زیادہ حسین میں نے کسی کو نہ دیکھا اور اُن سے بہترین خوشبو میں نے کہیں نہ دیکھی۔ تیزی سے قدم بڑھاتے چلے آرہے ہیں۔ اُنھوں نے آکر میرے باپ کے چہرہ سے کپڑا ہٹایا اور اس کے چہرہ پر ہاتھ پھیرا تو چہرہ سفید ہو گیا۔ وہ واپس جانے لگے تو میں نے جلدی سے اُن کا دامن پکڑ لیا اور میں نے کہا اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے آپ کون ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی وجہ سے میرے باپ پر مسافرت میں احسان فرمایا۔ وہ فرمانے لگے تُو مجھے نہیں پہچانتا۔ میں محمد بن عبد اللہ صاحبِ قرآن ہوں (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ تیرا باپ بڑا گنہگار تھا لیکن کثرت سے مجھ پر درود بھیجتا تھا اور جب اِس پر یہ مصیبت نازل ہوئی اور اُس کی فریاد کو پہنچا اور میں ہر اُس شخص کی فریاد کو پہنچتا ہوں جو کثرت سے مجھ پر درود بھیجے۔ (فضائل اعمال، ص: ۷۹۱؛ سعادۃ الدّارین، ص: ۱۲۵؛ نزہۃ الناظرین، ص: ۳۲؛ رونق المجالس، ص: ۱۰؛ تنبیہ الغافلین، ص: ۱۶۱)

اور مدارج النبوۃ میں مزید لکھا ہے کہ جب حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واقعہ سُنا تو اپنے شاگردوں کو حکم دیا کہ یہ واقعہ کتابوں میں لکھو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت کو سناؤ تا کہ درود پاک کی برکت سے دُنیا و آخرت کے عذاب سے نجات حاصل کر سکیں۔ (معارج النبوۃ: ص ۳۲۸)

## حضرت سیدنا ابو العباس تیجانی

آپؒ نے فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک پڑھنا ہر خیر کی چابی ہے۔ غیوب و معارف کی چابی ہے انوار و اِسرار حاصل کرنے کی چابی ہے تو جو شخص اِس سے الگ ہو گیا وہ کٹ گیا اور دھتکارا گیا۔ اِس کو قُربِ الٰہی سے کچھ حصہ نہیں ہے۔ (سعادۃ الدّارین)

قسم اللہ کی ہوتی ہیں حل مُشکلیں درود و سلام سے
جو ہو ذوقِ یقیں پیدا تو ملتی ہیں نعمتیں درود و سلام سے

(عابد فقیر)

جو مسلمان جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات میں مرتا ہے وہ عذابِ قبر سے محفوظ رہتا ہے۔ (ترمذی)

# درود شریف بغیر مُرشد کے اللہ تعالیٰ تک پہنچا دیتا ہے

حضرت عارف صاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں درود پاک اِنسان کو بغیر شیخ (مُرشد) کے اللہ تعالیٰ تک پہنچا دیتا ہے کیونکہ باقی اذکار (اوراد و وظائف) میں شیطان دخل اندازی کرلیتا ہے اِس لیے مُرشد کے بغیر چارہ نہیں لیکن درودِ پاک میں مُرشد خود سیّدِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں لہٰذا شیطان دَخل اندازی نہیں کر سکتا۔ (سعادۃ الدّارین، ص:۹۰)

حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا معلّم بنا سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں زیب وزینت دے کر بار گاہِ الٰہی میں پیش کریں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم روحوں میں حکم فرمانے والے مُریدین کے مُربّی مقامِ محبوبیت پر فائز ہونے والوں کے سردار اولیا کے امام اور ان کے درمیان احوال و مقامات تقسیم کرنے والے ہیں۔ (الفتح الرّبانی فیوضِ غوثِ یزدانی) درود و سلام کے فضائل پڑھ کر غور وفِکر کرنے سے یہ بات بخوبی سمجھ میں آجاتی ہے کہ درود و سلام کے عامل کے پیر کامل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود ہیں۔ اِس سلسلہ میں اِس مسکین کی کتاب "تجلّیات القلوب" جو فضیلت درود شریف پر لکھی گئی ہے اُس کا مطالعہ بھی مفید ہے۔ (مؤلف)

ہر کہ سازد وردِ جاں صَلِّ عَلیٰ
حاجت دارین او گردد روا

(جس نے صَلِّ علیٰ کو وِردِ جاں بنالیا اُس کی دونوں جہاں کی حاجتیں پوری ہوں گی۔)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ عَلیٰ اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلیٰ اِبْرٰھِیْمَ وَعَلیٰ اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ط اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ عَلیٰ اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلیٰ اِبْرٰھِیْمَ وَعَلیٰ اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ط

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نے کتاب میں مجھ پر درود پاک لکھا، تو جب تک میرا نام (مبارک) اِس کتاب میں رہے گا فرشتے اِس کے لیے استغفار کرتے رہیں گے۔

# حضرت امام فخر الدّین رازی رحمۃ اللہ علیہ

## (فضیلت درود شریف)

فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک پڑھنے کا حکم اِس لیے دیا گیا ہے تا کہ رُوحِ انسانی جو جبلی طور پر ضعیف ہے اللہ تعالیٰ کے انوار و اسرار کی تجلّیات قبول کرنے کی استعداد حاصل کر لے جس طرح آفتاب کی کرنیں مکان کے روشن دان سے اندر جھانکتی ہیں تو ان سے مکان کے در و دیوار روشن نہیں ہوتے لیکن اگر اِس مکان کے اندر پانی کا طشت یا آئینہ رکھ دیا جائے اور آفتاب کی کِرنیں اِس پر پڑیں تو اِس کے عکس سے مکان کی چھت اور دَر و دیوار چمک اُٹھتے ہیں۔ یُوں ہی اُمّت کی روحیں اپنی فطِری کمزوری کی وجہ سے ظُلمت کدہ میں پڑی ہوتی ہیں۔ وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی رُوحِ انور سے جو کہ سُورج سے بھی زیادہ روشن تر ہے اِس کی نُورانی کِرنوں سے روشنی حاصل کر کے اپنے باطن کو چمکا لیتی ہیں اور یہ استفادہ صِرف درود پاک سے ہوتا ہے اِسی لیے آقائے دوجہاں حضرت سیّدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ ''اِنَّ اَولی النَّاس فِی یَومَ الْقِیامةِ اَکْثَرُھُمْ عَلیٰ صَلٰوۃً۔'' (معارج النبواۃ، ص: ۳۱۸، ج: ۱)

# حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مالک بن دینار جب اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ؕ قرأت کرتے تو مضطرب ہو کر رونے لگتے اور فرماتے اگر یہ آیت قرآن کی نہ ہوتی تو میں کبھی نہ پڑھتا کیونکہ اِس کا مفہوم یہ ہے کہ ''اے اللہ میں تیری عبادت کرتا ہوں اور تجھ سے ہی مدد مانگتا ہوں'' حالانکہ ہم نفس کے ایسے پجاری ہیں کہ خدا کو چھوڑ کر دوسروں کی اعانت کے طالب ہوتے ہیں۔ (تذکرۃ الاولیاء حضرت شیخ فرید الدّین عطار)

مال داری خدا کی آزمائش ہے۔ (ترمذی)
فاسق کی خوشحالی پر رشک نہ کرو۔ (مشکوٰۃ)

## حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ سچّا ہے اس کا کلام بھی سچّا ہے۔ فرمایا صِدق یہ ہے کہ خطرناک مقامات پر بھی سچ کہے اور ایسا کرنے سے ڈرے نہیں۔ فرمایا سچّا کلمہ خود دِل کی سچائی پر دلالت کرتا ہے۔ فرمایا صِدق کے اختیار کرنے سے آدمی زبان کے ذریعہ حرام سے رُک جاتا ہے۔ فرمایا سچ بولنا خدا کے لیے پورا عمل کرنا ہے۔ (بحوالہ جنت کا منظر)

## حضرت شیخ محمد شمس الدین حنفی رحمۃ اللہ علیہ

آپ مصری شاذلی ہیں۔ ابوالعباس سرسی کہتے ہیں کہ جب شیخ محمد حنفی مدرسہ سے نکلے تو بازار میں بیٹھ کر کتابیں فروخت کرنے لگے۔ ایک بُزرگ وہاں سے گُذرے تو فرمایا محمد تم دنیا کے لیے نہیں پیدا کیے گئے۔ آپ دوکان سے اُتر کھڑے ہوئے اور جو کچھ نقدی اور کتابیں تھیں چھوڑ دیں اور پھر کبھی اِن کے بارے میں پوچھا بھی نہیں۔ پھر آپ کو خلوت پسند ہوئی۔ سات سال تک خلوت میں رہے اور خلوت خانہ میں جو زمین کے نیچے تھا باہر نہ آئے۔ جب آپ خلوت خانہ میں داخل ہوئے تو اُس وقت آپ کی عمر چودہ برس تھی۔ شیخ ابوالعباس مذکور فرماتے ہیں کہ جب میں آپ کے پاس آتا آپ خلوت خانہ میں ہوتے تو باہر کھڑا ہو جاتا تھا۔ اگر فرماتے اندر آؤ تو جاتا اگر خاموش رہتے تو واپس چلا جاتا تھا۔ ایک مرتبہ میں بغیر اجازت لیے چلا گیا تو میری نظر ایک زبردست شیر پر پڑی تو میں بے ہوش ہو گیا۔ جب ہوش آیا تو میں نے بلا اجازت داخل ہونے پر استغفار کیا۔ یہی ابوالعباس کہتے ہیں کہ شیخ خلوت خانہ سے اُس وقت تک باہر نہیں آئے جب تک ہاتف نے تین بار یہ نہیں کہہ دیا محمد نکلو اور لوگوں کو فائدہ پہنچاؤ اور تیسری مرتبہ کہا نہ نکلے تو دُوری ہے۔ شیخ نے سمجھ لیا کہ دُوری کے بعد پھر بے تکلفی ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں اٹھا اور حجرہ کی طرف نکل آیا تو حوض پر ایک جماعت کو وضو کرتے دیکھا کہ کسی کے سر پر زرد عمامہ ہے کسی کے سر پر نیلا کسی کا چہرہ بندر کا کسی کا سُور کا اور کسی کا چاند سا ہے تو میں نے سمجھ لیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے انجاموں پر مجھے مطلع فرمایا ہے۔ میں پچھلے پاؤں لوٹ گیا اور حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے جو لوگوں کے حالات مجھ پر منکشف فرما دیئے تھے مستور کر دیئے اور میں بھی اور لوگوں کی طرح ہو گیا۔ خلوت خانہ کے پاس شہتوت کا ایک درخت تھا۔ میرے دل میں آیا اس سے باتیں کروں چنانچہ میں نے اس سے کہا "اے تُوت کوئی بات بیان کر۔" اِس نے بلند آواز سے کہا "لوگوں نے مجھے بویا پھر پانی دیا تو جڑ پکڑ گیا جب جڑ پکڑ گیا تو شاخ دار ہو گیا۔ جب شاخیں نکل آئیں تو پتے نکل آئے جب پتے نکل آئے تو میں پھلدار ہو گیا۔ جب پھل نکل آیا تو لوگوں کو کھلانے لگا۔" یعنی اُس کی یہ بات میرے سلوک کا درس ہو گیا اور جو کچھ تُوت نے کہا تھا اَلحمدُ للہ حاصل ہو گیا یعنی خلوت میں بیٹھے ذِکر و شغل کیا آثار و انوار پیدا ہوئے، تجلّیات ہوئیں، نِسبت کی تکمیل ہو گئی اور رُسوخ ہوا تو اَب خدمتِ خلق ہونی

چاہیے۔ اس لیے خدمتِ خلق کا وقت آ گیا اور بحمد للہ سب امور کی تکمیل ہو گئی۔ (جمال الاولیاء، ص: ۱۵۹)

گر عاشقی دوستی بہ تنہاش طلب
در خلوت عشق آئے و پیدائش طلب
گر می خواہی حضور نعمت ہر روز
آنجا کہ کسے نباشد آنجاش طلب

اگر تم عاشق ہو تو دوست کو تنہائی میں بلاؤ عشق کی خلوت میں آؤ اور پھر اسے بلاؤ اگر تم روز حضوری کی نعمت چاہتے ہو تو پھر اُسے وہاں بلاؤ جہاں کوئی نہ ہو۔

## حضرت شیخ ابو عبد اللہ اندلسی رحمۃ اللہ علیہ کا عجیب و عبرتناک واقعہ

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں کئی جگہ تکبّر کی مذمّت بیان فرمائی ہے۔ آیاتِ مبارکہ ملاحظہ ہو

۱۔ "سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ" (سورۃ الاعراف: ۱۴۶) "میں ایسے لوگوں کو اپنے احکام سے برگشتہ ہی رکھوں گا جو دنیا میں تکبّر کرتے ہیں۔ جس کا اُن کو کوئی حق حاصل نہیں۔" کیونکہ اپنے کو بڑا سمجھنا حق اُس کا ہے جو واقعی بڑا ہے وہ ایک خدا تعالیٰ کی پاک ذات ہے۔

۲۔ "كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ۝" (سورۃ مومن: ۳۵) "اسی طرح اللہ تعالیٰ ہر مغرور و جابر کے پورے قلب پر مہر کر دیتے ہیں"

۳۔ "اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ۝" (سورۃ نحل: ۲۳) "یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ تکبّر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔"

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کے قلب میں رائی کے دانہ کے برابر بھی تکبّر ہو گا اللہ تعالیٰ اِس کو منہ کے بل جہنّم میں ڈال دے گا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ جنّت اور دوزخ میں مناظرہ ہوا۔ جہنّم نے کہا میں ترجیح دی گئی ہوں متکبّر اور جبّار لوگوں کے ساتھ اور جنّت نے کہا میں ایسے لوگوں کے ساتھ ترجیح دی گئی ہوں جو کمزور اور گرے پڑے اور بھولے بھالے ہوں۔ حدیث پاک ہے "مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ" جو اللہ تعالیٰ کے لیے عاجزی اختیار کرے گا اللہ پاک اُس کو بلند کر دیتے ہیں۔ (یہاں دنیا و آخرت دونوں میں بلندی عطا فرما دینا مقصود ہے) حضرت مطرف بن عبد اللہ نے دیکھا کہ مہلّب ریشمی جبّہ میں اکڑ کر چل رہا تھا۔ اُنھوں نے اُس سے کہا اے اللہ کے بندے یہ چال اللہ تعالیٰ اور اُس

کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ناپسند ہے تو مہلّب نے کہا تو مجھ کو پہچانتا نہیں کہ میں کون ہوں؟ اُنہوں نے کہا خوب پہچانتا ہوں تیری ابتداء منی کا قطرہ تھی اور تیرا آخر مردار ہو گا جس سے ہر شخص گِھن کرے گا اور تو اِن دونوں حالتوں کے درمیان میں اپنے پیٹ میں نجاست لیے پھرتا ہے۔ مہلّب اکڑ کی چال چھوڑ کر روانہ ہو گیا۔ حضرت شیخ ابو عبد اللہ اندلسی رحمۃ اللہ علیہ کے واقعہ سے پہلے فرمانِ الٰہی اور فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم قارئین کرام نے ملاحظہ فرمائے ہیں۔ تکبّر ایک ایسی مہلک روحانی بیماری ہے کہ دنیاداروں کے علاوہ دیندار طبقہ حافظ، عالم، قاری، حاجی، نمازی، متقی، پرہیزگار لوگ بھی اِس کی زد میں آنے سے بچ نہ سکے۔ تکبّر کی سیاہی قلب پر چسپاں ہونے کی مختلف وجوہات ہوتی ہیں۔ اب سرزمینِ عرب کے بہت بڑے اولیاء اللہ کا واقعہ ملاحظہ ہو جو رہتی دنیا کے لیے عبرت کا نشان ہے۔ حکیم الیاس نے اِس واقعہ کو "شیخ اندلس کا ایک عجیب و عبرتناک واقعہ" کے نام سے مستقل رسالہ کی صورت میں بھی شائع کیا ہے اور میں نے "کتاب اُم الامراض" جو محمد اقبال صاحب مقیم مدینہ منوّرہ کی تالیف ہے سے نقل کیا ہے۔ (مؤلف)

حضرت شیخ ابو عبد اللہ اندلسی مشہور شیخ المشائخ اندلس کے اکابر اولیاء اللہ میں سے ہیں ہزاروں خانقاہیں ان کے دم سے آباد، ہزاروں مدارس ان کے فیوض سے جاری، ہزاروں شاگرد، ہزاروں مریدین، آپ کے مریدین کی تعداد بارہ ہزار تک بتائی جاتی ہے۔ (یہ تعداد اُس زمانہ میں بہت زیادہ تھی) ایک دفعہ باارادۂ سفر تشریف لے گئے۔ ہزاروں مشائخ و علماء ہمرکاب ہیں جن میں حضرت جنید بغدادی اور حضرت شبلی بھی ہیں۔ حضرت شبلی کا بیان ہے کہ ہمارا قافلہ نہایت ہی خیر و برکات کے ساتھ چل رہا تھا کہ عیسائیوں کی ایک بستی پر گذر ہوا۔ نماز کا وقت تنگ ہو رہا تھا۔ بستی میں پانی نہ مِلا۔ بستی سے باہر ایک کنویں پر چند لڑکیاں پانی بھر رہی تھیں، حضرت شیخ کی نگاہ ایک لڑکی پر پڑی، حضرت کی نگاہ اُس پر پڑتے ہی تغیّر ہونے لگا۔ حضرت شبلی فرماتے ہیں کہ شیخ اِس کی گفتگو کے بعد سر جُھکا کر بیٹھ گئے۔ تین دِن کامل گذر گئے کہ نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں نہ کسی سے بات کرتے ہیں، حضرت شبلی کہتے ہیں کہ سب خدّام پریشان حال تھے۔ تیسرے دِن میں نے جرأت کر کے عرض کیا "یا شیخ: آپ کے ہزاروں مُریدین آپ کی اس حالت سے پریشان ہیں۔" شیخ نے اِن لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر اِن سے کہا "میرے عزیزو! میں اپنی حالت تم سے کب تک چھپاؤں پرسوں جس لڑکی کو میں نے دیکھا ہے اُس کی محبّت مجھ پر اِتنی غالب آچکی ہے کہ تمام اعضاء و جوارح پر اس کا تسلط ہے۔ اَب کسی طرح ممکن نہیں کہ اِس سرزمین کو میں چھوڑ دُوں۔" حضرت شبلی نے فرمایا "اے میرے سردار! آپ اہلِ عراق کے پیر و مرشد عِلم و فضل زہد و عبادت میں شہرۂ آفاق ہیں۔ آپ کے مریدین کی تعداد بارہ ہزار سے متجاوز ہو چکی ہے۔ بطفیل قرآنِ عزیز ہمیں اور اِن سب کو رسوا نہ کیجیے۔" شیخ نے فرمایا: "میرے عزیزو میرا تمہارا نصیب، تقدیر خداوندی ہو چکی ہے۔ مجھ سے ولایت کا لباس سلب کر لیا گیا ہے اور ہدایت کی علامات اُٹھالی گئیں۔" یہ کہہ کر رونا شروع کر دیا اور کہا اے میری قوم قضاو قدر نافذ ہو چکی ہے۔ اَب کام میرے بس کا نہیں، حضرت شبلی فرماتے ہیں ہمیں اِس عجیب واقعہ پر

سخت تعجب ہوا اور حسرت سے رونا شروع کیا۔ شیخ بھی ہمارے ساتھ رو رہے تھے۔ یہاں تک کہ زمین آنسوؤں سے اُمنڈ آنے والے سیلاب سے تر ہو گئی۔ اِس کے بعد ہم مجبور ہو کر اپنے وطن بغداد کی طرف لوٹے۔ جب ہم نے واپس آ کر یہ واقعات سنائے تو شیخ کے مریدین میں کہرام مچ گیا۔ چند آدمی تو اُسی وقت غم و حسرت میں عالمِ آخرت کو سدھار گئے اور باقی لوگ گڑ گڑا کر خدائے بے نیاز کی بارگاہ میں دعائیں کرنے لگے کہ اے مقلّب القلوب شیخ کو ہدایت کر اور پھر اپنے مرتبہ پر لٹا دے۔ اس کے بعد تمام خانقاہیں بند ہو گئیں اور ہم ایک سال تک اِسی حسرت و افسوس میں شیخ کے فراق میں لوٹتے رہے۔ ایک سال کے بعد جب مُریدوں نے ارادہ کیا کہ چل کر شیخ کی خبر لیں کہ کس حال میں ہیں؟ تو ہماری ایک جماعت نے سفر کیا۔ اُس گاؤں میں پہنچ کر لوگوں سے شیخ کا حال دریافت کیا تو گاؤں والوں نے بتایا کہ وہ جنگل میں سُوَر چرا رہا ہے۔ ہم نے کہا خدا کی پناہ یہ کیا ہوا۔ گاؤں والوں نے بتایا اُس نے سردار کی لڑکی سے منگنی کی تھی۔ اُس کے باپ نے اِس شرط پر منظور کر لیا اور وہ جنگل میں سوَر چرانے کی خدمت پر مامور ہے۔ ہم یہ سُن کر ششدر رہ گئے اور غم سے کلیجے پھٹنے لگے۔ آنکھوں سے بے ساختہ آنسوؤں کا سیلاب اُمنڈنے لگا۔ بمشکل دِل تھام کر اُس جنگل میں پہنچے جس میں وہ سوَر چرا رہے تھے۔ دیکھا تو شیخ کے سر پر نصاریٰ کی ٹوپی اور کمر میں زنّار بندھا ہوا ہے اور اُس عصا پر ٹیک لگائے ہوئے خنزیروں کے سامنے کھڑے ہیں جس سے وعظ اور خطبہ کے وقت سہارا لیا کرتے تھے۔ جس نے ہمارے زخموں پر نمک پاشی کا کام کیا۔ شیخ نے ہمیں اپنی طرف آتے دیکھ کر سر جھکا لیا۔ ہم نے قریب پہنچ کر السّلام علیکم کہا۔ شیخ نے قدرِ دبی آواز سے وعلیکم السّلام کہا۔ حضرت شبلی نے عرض کیا اے شیخ! اِس علم و فضل اور حدیث و تفسیر کے ہوتے ہوئے آج تمہارا کیا حال ہے؟ شیخ نے فرمایا: "میرے بھائیو! میں اپنے اختیار میں نہیں، میرے مولا نے جیسا چاہا ویسا کر دیا اور اس قدر مقرّب بنانے کے بعد جب چاہا کہ مجھے اپنے دروازہ سے دُور پھینک دے تو پھر اِس کی قضا کو کون ٹالنے والا ہے۔ اے عزیزو! خدائے بے نیاز کے قہر و غضب سے ڈرو اپنے علم و فضل پر مغرور نہ ہو، اِس کے بعد آسمان کی طرف نظر اُٹھا کر کہا اے میرے مولا! میرا گمان تو تیرے بارے میں ایسا نہ تھا کہ تُو مجھ کو ذلیل و خوار کر کے اپنے دروازہ سے نکال دے گا۔" یہ کہہ کر خدائے تعالیٰ سے استغاثہ کرنا اور رونا شروع کر دیا اور فرمایا اے شبلی اپنے غیر کو دیکھ کر عبرت حاصل کر، حضرت شبلی نے روتے ہوئے عرض کیا "اے ہمارے پروردگار ہم تجھ سے ہی مدد طلب کرتے ہیں اور تجھی سے استغاثہ کرتے ہیں اور ہر کام میں ہم کو تیرا ہی بھروسہ ہے۔ ہم سے یہ مصیبت دُور کر دے کہ تیرے سوا کوئی دفع کرنے والا نہیں۔" خنزیر اِن کا رونا اور اِن کی دردناک آواز سنتے ہی اِن کے پاس جمع ہو گئے اور اُنھوں نے بھی رونا اور چلّانا شروع کر دیا۔ اِدھر شیخ بھی زار زار رو رہے تھے۔ حضرت شبلی نے عرض کیا شیخ آپ حافظ قرآن تھے اور قرآن کو ساتوں قرأتوں سے پڑھا کرتے تھے۔ اَب اِس کی کوئی آیت یاد ہے۔ شیخ نے کہا "اے عزیز! مجھے قرآن میں سے دو آیت کے سوا کچھ یاد نہیں رہا ایک تو یہ ہے **وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ؕ** (جس کو اللہ ذلیل کرتا ہے اُس کو کوئی عزّت دینے والا نہیں بے شک اللہ جو چاہتا ہے کرتا

ہے) اور دوسری یہ ہے وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ﴿۱۰۸﴾ (جس نے ایمان کے بدلہ میں کفر اختیار کیا تحقیق وہ سیدھے راستہ سے گمراہ ہو گیا)" حضرت شبلی نے عرض کیا اے شیخ آپ کو تیس ہزار حدیثیں مع اسناد کے برزبان یاد تھیں اَب ان میں سے بھی کوئی یاد ہے۔ شیخ نے کہا صِرف ایک حدیث یاد ہے یعنی "مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهٗ فَاقْتُلُوْهُ" (جو شخص اپنا دین بدل ڈالے اُس کو قتل کر ڈالو) حضرت شبلی فرماتے ہیں ہم نے یہ حال دیکھ کر شیخ کو وہیں چھوڑ کر بغداد کا قصد کیا۔ ابھی تین منزل طے کرنے پائے تھے کہ تیسرے روز اچانک شیخ کو اپنے آگے دیکھا کہ ایک نہر سے غسل کر کے نکل رہے ہیں اور باآواز بلند شہادتین اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھتے جاتے ہیں۔ اُس وقت ہماری مسرت کا اندازہ وہی شخص کر سکتا ہے جس کو اِس سے پہلے ہماری مصیبت کا اندازہ ہو۔ بعد میں ہم نے شیخ سے پوچھا کہ کیا آپ کے اِس اِبتلا کا کوئی سبب تھا تو شیخ نے فرمایا ہاں جب ہم گاؤں میں اُترے اور بُت خانوں اور گرجا گھروں پر ہمارا گذر ہوا۔ آتش پرستوں کو غیر اللہ کی عبادت میں مشغول دیکھ کر میرے دل میں تکبّر اور بڑائی پیدا ہوئی کہ ہم مومن موحد ہیں اور یہ کمبخت کیسے جاہل اور احمق ہیں کہ بے حِس اور بے شعور چیزوں کی پرستش کرتے ہیں۔ مجھے اُسی وقت ایک غیبی آواز دی گئی کہ یہ ایمان و توحید تمہارا کچھ ذاتی کمال نہیں کہ سب کچھ ہماری توفیق سے ہے کیا تم اپنے ایمان کو اپنے اختیار میں سمجھتے ہو اور اگر تم چاہو تو ہم تمہیں اَبھی بتلا دیں اور مجھے اُسی وقت یہ احساس ہوا کہ گویا ایک پرندہ میرے قلب سے نِکل کر اُڑ گیا جو در حقیقت ایمان تھا۔

حضرت اُسامہ بن زیدؓ نے کہا کہ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے بعد مردوں کے لیے عورتوں سے زیادہ ضرر رساں کوئی فِتنہ نہیں چھوڑا۔ (بخاری شریف)

# محبوبِ سبحانی حضرت غوث الاُعظم شیخ سیّد عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

غوث الاُعظم درمیانِ اولیاء
چُوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم درمیانِ انبیاء

حضرت سیّدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ طبرستان کے ایک نواحی قصبہ جیلان میں یکم رمضان المبارک ہجری ۴۷۱ کو پیدا ہوئے۔ آپ والدہ ماجدہ کی طرف سے حسینی اور والد ماجد کی طرف سے حَسنی تھے۔ آپ کے والد ماجد حضرت سیّد ابو صالح المعروف جنگی دوست مشہور تھے اور والدہ ماجدہ کا اسمِ گرامی اُمّ الخیر فاطمہ رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ آپ کے مرشد کا اسمِ گرامی حضرت قاضی ابو سعید مبارک مخزمی تھا (فتوح الغیب) آپ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک پر فتویٰ دیا کرتے تھے۔ علمائے عراق آپ کے فتویٰ کو دیکھ کر حیران رہ جاتے۔ آپ کی ایک ایک مجلسِ وعظ میں ستّر ہزار سامعین جمع ہوتے، تقریباً چار سو افراد قلم دوات لے کر آپ کے ملفوظات جمع کیا کرتے تھے۔ (اَلفتح الرّبانی)

## ملفوظات مبارک حضور پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ

## کتاب وسنّت کے پَروں سے بارگاہِ خداوندی کی طرف پرواز کر

آپ فرماتے ہیں کتاب وسنّت کے پروں سے بارگاہِ خداوندی کی طرف پرواز کر دربارِ الٰہی میں اِس حال میں حاضر ہو کہ تیرا ہاتھ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا وزیر اور اپنا معلّم بنا۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم تمھیں زیب وزینت دے کر بارگاہِ الٰہی میں پیش کریں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم روحوں میں حکم فرمانے والے، مریدین کے مُربّی، مقامِ محبوبیت پر فائز ہونے والوں کے سردار اولیاء کے امام اور ان کے درمیان احوال ومقامات تقسیم کرنے والے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے "انّما انا قاسم و یعطی اللہ" اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب کا امیر بنادیا ہے کہ جب بادشاہ کی طرف سے خلعتیں لشکر کو دی جاتی ہیں تو اُنہیں امیر ہی تقسیم کرتا ہے۔ (اَلفتح الربّانی، ص:۳۲) فرماتے ہیں قرآن وحدیث کی حدود سے باہر نہ نکلو ورنہ قعرِ ہلاکت میں جاگرو گے اور نفس وشیطان تمہیں گمراہ کردیں گے۔ (ص:۸۹) فرماتے ہیں قرآن وحدیث پر عمل ہی کی وجہ سے بندہ ولایت، ابدالیت اور غوثیت جیسے بلند مقامات کی طرف پرواز کرتا ہے۔ (ص:۸۹)

ہر بدعت گمراہی ہے اور تمام گمراہیاں دوزخ میں لے جانے والی ہیں۔ (مشکوٰۃ)

## بِدعت سے بچو اپنی من گھڑت عبادت اور عمل نہ نکالو

حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں تم بغیر بدعت کے اِتّباع شرع کو لازم پکڑو، صلف صالحین کے طریقہ کو اختیار کرو تم سیدھے راستہ صراط المستقیم پر چلو جس میں نہ تشبیہ ہے نہ تعطیل بلکہ محض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں طریقوں کا اتباع ہے بلا تکلف اور بناوٹ کے تمہیں وہ وسعت مل جائے گی جو تم سے پہلوں کو تھی۔(الفتح الربّانی، ص:۱۴۵)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ لائے ہیں اِس کی خلاف ورزی کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کا ارتکاب نہ کرو اپنی من گھڑت عبادات اور عمل نہ نکالو۔(فتوح الغیب، ص: ۸۷)

## نفع ونقصان کا مالک تو اللہ ہے

حضور پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ عزّوجل تمہیں مخلوق کے ہاتھوں سے نفع پہنچانا چاہے گا تو نفع پہنچا دے گا اور اگر وہ تمہیں اِن کے ہاتھوں سے نقصان پہنچانا چاہے گا تو ویسے ہی ہو گا۔ وہی مسخر کرنے والا وہی نرم دِل اور سخت دِل کرنے والا ہے۔ وہی زندہ کرنے والا اور مارنے والا ہے۔ وہی دینے والا اور نہ دینے والا ہے۔ وہی عزّت وذِلّت دینے والا ہے۔ وہی بیمار بنانے والا اور عافیت دینے والا ہے۔ وہی پیٹ بھرنے والا اور بھوکا رکھنے والا ہے۔ وہی کپڑا پہنانے والا اور ننگا رکھنے والا ہے۔ وہی وحشت میں ڈالنے والا اور وہی اوّل وہی آخر اور ظاہر وباطن ہے۔ سب کچھ وہی ہے نہ کہ کوئی دوسرا اِس بات کا اپنے دِل میں اعتقاد رکھ اور مخلوق سے اچھائی کے ساتھ ظاہر اًزندگی بسر کر اور یہی نیکوکار متقیوں کا مشغلہ ہے۔(الفتح الربّانی، ص: ۴۰۶)

## توحید الٰہی کو اپنے دِل میں جمالو

حضور غوثِ اَلاعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ توحید الٰہی کو اپنے دِل میں اتنا جما کہ تیرے قلب میں مخلوق میں سے ایک ذرّہ بھی باقی نہ رہے۔ نہ تجھے کوئی گھر نظر آئے نہ شہر۔ توحید کُل کو قتل نیست ونابود کر دے(الفتح الربّانی) ہر چیز اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ پس تُو کسی چیز کو غیر اللہ سے طلب نہ کر۔ کیا تم نے ارشادِ الٰہی نہیں سُنا۔ ترجمہ: (اور کوئی چیز ایسی نہیں ہے کہ جس کے خزانے میرے پاس موجود نہ ہوں لیکن ہم ہر چیز کو معلوم اندازہ کے اُتارا کرتے ہیں۔) اس آیت کریمہ کے بعد کوئی کلام باقی نہ رہا۔(الفتح الربّانی، ص: ۶۳۸)

# تجھ پر افسوس

سرکار غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں تجھ پر افسوس تم نے فرع کو اصل اور مرزُوق کو رازق اور مملُوک کو مالک اور فقیر کو غنی اور عاجز کو قوی اور زندہ کو مُردہ اور مردہ کو زِندہ سمجھ رکھا ہے۔ تمہیں کچھ بزرگی نہیں اور نہ ہم تمہاری پیروی کریں گے اور نہ تمہارے مذہب کو لیں گے بلکہ ہم ایک گوشہ پر تم سے علیحدہ ہو کر سلامتی اور سُنّت اور ترکِ بدعت اور توحید واخلاص اور ترکِ رَیاو نفاق کے ٹیلہ پر جا بیٹھیں گے اور مخلوق کو ہم عاجزی فقر و قہر کی نگاہ سے دیکھیں گے۔ جب تُو دنیا کے جبّاروں، فرعونوں اور بادشاہوں اور امیروں کی تعظیم کرے گا اور اللہ جَلّ شانہٗ کو بھلادے گا اور اس کی عظمت نہ کرے گا پس تیرا حکم بُت پرستوں کا سا ہو جائے گا۔ تُو جس کی تعظیم کرے گا وہ تیرا بُت قرار پائے گا۔ (الفتح الربّانی، ص: ۶۴۳)

# سبب پیدا کرنے والے کے بجائے سببوں پر بھروسہ کرنا کوئی عقلمندی نہیں

حضور پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اے سببوں پر بھروسہ کرنے والو تمہارا نفع دینے والا تمہارا نقصان پہنچانے والا ایک ہی ہے۔ تمہارا حاکم و بادشاہ ایک ہی ہے اور تمہارا معبود ایک ہی ہے۔ کیا تم نے اُس کا ارشاد نہیں سُنا کہ وہ فرماتا ہے تم میں سے جو رب تعالیٰ کی ملاقات کی اُمید رکھے پس وہ عمل صالح کرے اور اپنے رَبّ تعالیٰ کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔ (الفتح الربّانی، ص: ۶۴۴) جب تُوماں کے پیٹ میں بچّہ تھا تو تمہیں کس نے طعام دیا تھا۔ تجھے اپنی ذات پر اعتماد ہے تجھے مخلوق، درہم و دینار، بیع و شراء اور بادشاہِ وقت پر بھروسہ ہے تو جس پر اعتماد کرتا ہے وہ تیرا خدا ہے جسے تو نفع و نقصان دینے والا جانتا ہے اور تیرا عقیدہ یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ہاتھوں پر نفع و نقصان جاری کیا ہے وہ تیرا خدا ہے عنقریب تجھے اپنا انجام معلوم ہو جائے گا۔ (الفتح الربّانی، ص: ۳۰) اے موحد و اے مشرک و مخلوق میں سے کسی کے ہاتھ میں کچھ نہیں ہے۔ بادشاہ غلام، سلطان و غنی اور فقیر سب تقدیرِ الٰہی کے قیدی ہیں ان سب کے دِل اللہ تعالیٰ کے دستِ قدرت میں ہیں وہ جیسے چاہتا ہے ان میں ردوبدل فرماتا ہے۔ (الفتح الربّانی، ص: ۳۰)

# تمام عبادتوں کا مجموعہ توحید ہے

حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ حضرت سیّد عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد ماجد شیخ ابو محمد سیّد عبد القادر جیلانی سے آپ کی مرض الموت میں وصیت کی خواہش ظاہر کی۔ آپ نے اُن سے فرمایا اللہ تعالیٰ کے تقویٰ وطاعت کو لازم پکڑو اور اِس کے سوا نہ کسی سے ڈرو اور نہ کسی سے اُمید واری کرو اور اپنی کُل حاجتوں کو اللہ عزّوجل کی طرف سونپو اور حاجتیں

اُسی سے طلب کرو اور اُس کے سوا کسی پر بھروسہ نہ کرو اور تمہارا اعتماد اُس پر ہو توحید کو لازم پکڑو، توحید کو لازم پکڑو، توحید کو لازم پکڑو، تمام عبادتوں کا مجموعہ توحید ہے۔ (الفتح الربّانی فیوضِ غوثِ یزدانی)

بردوبالا عرش و کرسی با شریعت شاہراہ

ہر مقامش خوش بدیدم سِرّ وحدت ازالہٰ

توحید مطلق کی وجہ سے میرا یہ وجود شریعت کے راستہ سے عرش و کرسی تک لے گیا اور ہر مقام پر میں نے وَحدت کے راز کو خوب دیکھا۔

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
ابھی عِشق کے امتحاں اور بھی ہیں

قناعت نہ کر عالمِ رنگ و بُو پر
چمن اور بھی آشیاں اور بھی ہیں

تو شاہیں ہے پرواز ہے کام تیرا
تیرے سامنے آسماں اور بھی ہیں

اِسی روز و شب میں اُلجھ کر نہ رہ جا
تیرے زماں و مکاں اور بھی ہیں

(اقبال)

## نذرانہ کی تھیلیوں سے خُون ٹپکنے لگا

ایک مرتبہ خلیفۂ وقت مستنجد باللہ ابو مظفر یوسف حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کے لیے آیا۔ سلام کیا اور درخواست کی مجھے کوئی نصیحت فرمایئے اور ساتھ ہی درم و دانیز کی دس تھیلیاں پیش کیں جنہیں دس فام اُٹھائے ہوئے تھے۔ آپ نے قبول کرنے سے اِنکار کر دیا۔ خلیفہ کے اسرار پر دو تھیلیاں ہاتھوں میں لے کر دبائیں تو اُن سے خون ٹپکنے لگا۔ آپ نے فرمایا اے ابو مظفر تمہیں اللہ تعالیٰ سے حیا نہیں آتی کہ لوگوں کا خون چوس کر لائے ہو اور مجھے پیش کرتے ہو۔ خلیفہ یہ دیکھ کر بے ہوش ہو گیا۔ حضرت شیخ نے فرمایا خدا کی قسم اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق کا پاس نہ ہوتا تو یہ خُون بہتا ہوا خلیفہ کے محل تک پہنچ جاتا۔ (سُبحان اللہ)

# جن بزرگانِ دین کے ساتھ اِس بندۂ ناچیز کی ملاقات یا شرفِ زیارت حاصل ہوا بطور یادگار تحریر کرتا ہوں

۱۔ حضرت خواجہ زندہ پیر صاحب گھمگول شریف کوہاٹ۔
۲۔ حضرت خواجہ بابا رحمت اللہ المعروف دھنکہ بابا، مانسہرہ۔
۳۔ حضرت سیّد مقصود علی شاہ صاحب، کوٹ گُلہ شریف تلہ گنگ۔
۴۔ حضرت خواجہ پیر نقیب اللہ شاہ صاحب قصور۔
۵۔ حضرت سیّد غلام محی الدین شاہ صاحب المعروف بابو جی صاحب گولڑہ شریف۔
۶۔ حضرت پیر مولوی فضل احمد صاحب جلہاری شریف۔
۷۔ حضرت قاضی عبد العلی صاحب، قطبال ضلع راولپنڈی۔
۸۔ حضرت خواجہ میاں ولایت حسین صاحب مورت فتح جنگ۔
۹۔ حضرت پیر صوبیدار مرزا صاحب، اریاڑی شریف تحصیل کوہ مری۔
۱۰۔ حضرت پیر معصوم صاحب، گجرات۔
۱۱۔ حضرت ضیاء الاُمّت پیر کرم شاہ صاحب بھیرہ شریف، سرگودھا۔
۱۲۔ حضرت فقیر عزّت شاہ وارثی، چنگا بنگیال ضلع راولپنڈی۔
۱۳۔ حضرت خواجہ پیر عبد اللہ جان صاحب مُرشد آباد، پشاور۔
۱۴۔ حضرت بابا سائیں مجذوب قلندر درویش، کراچی۔
۱۵۔ حضرت بابا سائیں اورنگزیب صاحب مجذوب درویش شاہاں نُور پور، اِسلام آباد۔
۱۶۔ حضرت پیر سیّد اختر حسین شاہ صاحب، علی پور سیّداں سیالکوٹ۔

(مؤلف)

یک زمانہ صحبتِ با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

# حضرت خواجہ نظام الدّین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ

## محبوبِ الٰہی

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ ۶۳۱ھ میں بدایوں میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم سیّد احمد بخاری والیٔ ہندوستان سلطان شمس الدین التمش کے حکم سے بدایوں کے عہدہ قضا پر فائز تھے۔ آپ کی والدہ محترمہ کا نام بی بی زلیخا تھا۔ پیدائش پر آپ کا نام محمد رکھا گیا۔ پھر ایک وقت آیا کہ اِسی بچّے نے نظام الدین اولیاء کے نام سے شہرت پائی اور محبوب الٰہی کے لقب سے مشہور ہوئے۔ جب آپ پانچ سال کے تھے تو والد محترم کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ آپ کی والدہ محترمہ بی بی زلیخا نے بڑے صبر آزما حالات میں آپ کی نگہداشت اور تعلیم و تدریس کا اہتمام کیا۔ آپ دِن رات سُوت کاتتیں جس سے آمدنی اتنی قلیل ہوتی کہ اکثر فاقہ کی نوبت آجاتی۔ جس روز فاقہ ہوتا اور حضرت نظام الدین اولیاءمادرِ گرامی سے کھانا مانگتے تو آپ فرماتیں "بابا نظام! آج ہم سب اللہ کے مہمان ہیں۔" یہ سُن کر وہ بہت خوش ہوتے اور سارا دِن فاقہ میں گذر جاتا۔ آپ اکثر اپنی والدہ محترمہ کے حضور بڑے شوق سے عرض کرتے کہ اَب ہم کس روز اللہ کے مہمان ہوں گے۔ والدہ محترمہ جواب دیتیں "بابا نظام! یہ تو اللہ کی مرضی پر منحصر ہے۔ چنانچہ آپ نے مختلف بلند پایہ علمائے کرام سے تعلیم و تربیت حاصل کی جس کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔ آپ کے رُوحانی سفر کی ابتداءیُوں ہوئی کہ ایک روز آپ جامع مسجد دہلی میں نماز ادا کر رہے تھے۔ امام صاحب نے سورۂ الحدید کی آیت ۱۶ تلاوت فرمائی "کیا اہلِ ایمان کے لیے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ اِن کے دِل اللہ کے ذکر سے جُھک جائیں۔" یہ آیت مقدسہ سُنکر حضرت نظام الدین اولیاء کی حالت غیر ہو گئی اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ نماز ختم ہوئی تو آپ مسجد کے ایک گوشے میں بیٹھ کر دیر تک سوچتے رہے۔ پھر دِل سے آواز آئی "نظام الدین! یہ ہدایت غیبی ہے تجھے سکون اللہ کے ذکر ہی سے ملے گا۔ کتابوں کے انبار میں تیری نجات نہیں۔ چنانچہ آپ اجودھن (پاک پتن) روانہ ہوئے۔ جب آپ بابا فرید گنج شکر کی خِدمت میں حاضر ہوئے تو اس مجلس عرفانی کا رنگ دیکھ کر آپ کے جِسم پر لرزہ طاری ہو گیا۔ جب آپ کی نظر بابا فرید کے چہرۂ اقدس پر پڑی تو آپ کی طاقتِ گویائی جاتی رہی۔ حضرت بابا فرید نے آپ کو خوش آمدید کہا اور فرمایا میری خواہش تھی کہ ہند کی ولایت کسی اور کو دُوں کہ ہاتف غیبی نے صدا دی ابھی ٹھہر جاؤ! نظام الدین بدایونی آرہا ہے۔ یہ آواز سُنکر حضرت نظام الدین پر گریہ طاری ہو گیا۔ حضرت بابا فرید کے حلقۂ ارادت میں شامل ہونے کے بعد آپ نے عرض کی شیخ کا حکم ہو تو تعلیم جاری رکھوں یا پھر اوراد و نوافل میں مشغول ہو جاؤں؟ حضرت بابا فرید نے فرمایا! درویش کو اِتنا عِلم ضرور ہونا چاہیے کہ وہ شریعت سے باخبر رہے ورنہ اِس کے بھٹک جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں کہ جب میں آپ کی خدمت میں پہنچا تو میرے دل میں خیال آیا کہ جو کچھ اُن کی زبان مبارک سے سنوں گا لکھ

لُوں گا۔ پہلے دن جب میں قدم بوسی کی دولت سے سرفراز ہوا تو پہلی بار جو بات میں نے حضرت شیخ سے سنی وہ یہ تھی۔

اے آتشِ فراقت دلہا کباب کردہ

سیلاب اشتیاقت جانہا خراب کردہ

اے اللہ تعالیٰ! تیری آتشِ فراق نے دِلوں کو کباب کر دیا ہے اور تیرے اشتیاق کے سیلاب نے جانوں کو ویران کر دیا ہے۔

## حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے فرمودات ملاحظہ ہوں

۱۔ فرمایا جو شخص خدا کی دوستی کا دعویٰ کرے اور اِس کے دل میں دنیا کی محبت بھی ہو تو وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہو گا۔ فرمایا کوئی شخص بے شک دِنوں کے روزے رکھے، راتوں کی نمازیں پڑھے، مکّہ معظمہ و مدینہ منوّرہ کی زیارت کرے لیکن اِن کاموں کی بنیاد یہ ہونی چاہیے کہ اِس کے دل میں دنیا کی محبّت نہ ہو۔

۲۔ فرمایا صبر یہ ہے کہ بندہ جب کسی ناگوار صورت حال سے دوچار ہو تو شکایت نہ کرے۔ رضا یہ ہے کہ ایسی صورت میں اِسے بالکل ناگواری کا احساس نہ ہو گویا وہ بلا اِس تک پہنچی ہی نہیں۔ فرمایا جس پر اللہ کی نظر ہو اِس کے لیے کسی ناگوار صورتِ حال کی کیا حقیقت ہے اگر سارا جہان بھی چلا جائے کوئی غم نہیں۔

۳۔ فرمایا جو شخص تھوڑے سے رزق پر اللہ تعالیٰ سے راضی ہو گیا اللہ تعالیٰ اِس کے تھوڑے سے عمل پر راضی ہو گیا۔ جو شخص دنیا سے اِس طرح جاتا ہے کہ اُس کی کوئی چیز یہاں نہیں ہوتی تو بہشت میں اِس سے بڑھ کر کوئی غنی نہیں ہو گا۔

۴۔ فرمایا ہمارا یہ ایمان ہے کہ کل قیامت کے دن غرباء و فقراء کا ایسا درجہ ہو گا کہ تمام خلقت یہ آرزو کرے گی اور کہے گی کہ اے کاش ہم دنیا میں فقیر ہوتے اور وہ لوگ جو دنیا میں بیمار رہے ہوں گے اِن کا بھی قیامت کے دن ایسا ہی درجہ ہو گا کہ تمام خلقت یہ آرزو کرے گی کہ اے کاش ہم دنیا میں بیمار ہوتے۔

۵۔ فرمایا جس کو بھی دیکھو اپنے سے بہتر تصوّر کرو اگر چہ تم خود اطاعت و عبادت کرنے والے ہو اور دوسرا عاصی و گنہگار ہے۔ اس لیے کہ ہو سکتا ہے کہ تمہاری یہ اطاعت آخری اطاعت ہو اور اِس کے بعد تم سے گناہ سرزد ہو جائے اور دوسرے کی معصیّت آخری معصیّت ہو اور اِس کے بعد اِس سے اطاعت عمل میں آجائے۔ حضرت خواجہ حسن بصری فرمایا کرتے تھے کہ میں نے جب بھی کسی شخص کو دیکھا اِسے ہمیشہ اپنے سے بہتر تصوّر کیا۔

۶۔ فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شبِ معراج میں خرقہ عطاء ہوا جسے خرقۂ فقر کہتے ہیں۔ بعد ازاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ خلفائے راشدینؓ کو بلایا اور فرمایا مجھے حکم ہوا ہے کہ میں خرقہ تم میں سے کسی کو دوں۔ میں ایک بات پوچھتا ہوں اور مجھے حکم ہے کہ جو بھی جواب دے جسے کہ میں جانتا ہوں، میں یہ خرقہ اُسے دوں۔ بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ہر ایک سے پوچھا کہ اگر میں خرقہ دوں تو تم کیا کرو گے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے جواب دیا میں صِدق وراستی اختیار کروں گا، طاعت وعنایت کروں گا اور عطاو بخشش کروں گا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے جواب دیا میں عَدل کروں گا اور اِنصاف کا خیال رکھوں گا۔ حضرت عثمان غنیؓ نے کہا میں مال خرچ کروں گا اور جُودوسخا کروں گا۔ حضرت علی المرتضیٰؓ نے کہا میں پردہ پوشی کروں گا اور بندگانِ خدا کے عیب ڈھانپوں گا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خرقہ حضرت علیؓ کو دے دیا اور فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ ربّ العزت سے یہی حکم ملا تھا کہ جو اِس طرح کا جواب دے اُس کو خرقہ دینا۔

۷۔ فرمایا تنگی معیشت کے لیے سورۂ جمعہ ہر جمعہ کی رات کو پڑھیں جیسا کہ حضرت شیخ فرید الدّین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے۔ فرمایا میں کہتا ہوں یہ ہر رات کو پڑھی جائے لیکن میں خود اپنے لیے تنگی معیشت کو دُور کرنے کی خاطر کبھی یہ سورہ نہیں پڑھتا اللہ جس حال میں چاہے رکھے۔

۸۔ فرمایا ایک دفعہ حضرت شیخ فرید الدّین گنج شکر نے (اپنے) شیخ حضرت قطب الدین بختیار کاکی سے عرض کی کہ لوگ مجھ سے تعویذ مانگتے ہیں۔ آپ کا کیا فرمان ہے۔ اُنہوں نے فرمایا مُراد پوری کرنا نہ تمہارے ہاتھ میں ہے نہ میرے ہاتھ میں۔ تعویذ میں خدا کا نام اور خدا کا کلام ہوتا ہے لکھ دیا کرو۔ (ملفوظات خواجہ نظام الدین اولیاء)

چنانچہ سلسلۂ چشتیہ نظامیہ کا فیضان حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء سے شروع ہوا۔

## حضرت مخدوم علاؤالدّین علی احمد صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے والد محترم کا اسمِ گرامی سیّد عبد الرّحیم تھا۔ آپ کا شجرۂ نسب حضرت سیّد شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے مِلتا ہے۔ والدہ محترمہ کی طرف سے آپ کا سلسلۂ نسب حضرت عمر فاروقؓ سے جاملتا ہے۔ آپ کی والدہ محترمہ کا اِسمِ گرامی ہاجرہ تھا لیکن وہ جمیلہ خاتون کے لقب سے مشہور تھیں۔ آپ کا آبائی وطن ہرات تھا۔ پیدائش کے بعد چار سال تک آپ نے اپنی زبان مبارک سے کوئی لفظ ادا نہیں کیا۔ اپنی زبان مبارک سے جو پہلا کلمہ آپ نے ادا کیا وہ یہ تھا "لاموجود الا اللہ" یعنی اللہ کے سوا کوئی موجود نہیں ہے۔ آپ کی عمر پانچ برس تھی کہ والد محترم کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ آپ کی والدہ محترمہ آپ کو لے کر اپنے برادر محترم + حضرت بابا فرید الدّین گنج شکر کے پاس اجودھن (پاک پتن) چلی آئیں۔ حضرت مخدوم صابر نے اپنے ماموں حضرت بابا فرید الدّین مسعود گنج شکر کی نگرانی میں تعلیم وتربیت پائی۔ عربی اور فارسی زبانیں سیکھنے کے بعد آپ نے فِقہ، حدیث اور تفسیر وغیرہ میں دستگاہ حاصل کی۔ حضرت بابا فرید اپنے تمام شاگردوں اور مریدوں کے لیے دین کی تعلیم بہت ضروری سمجھتے تھے۔ آپ کا یہ مشہور قول ہے کہ "جاہل شیخ محض ایک مسخرہ شیطان ہے۔" اِس دوران حضرت بابا فرید نے حضرت مخدوم کو لنگر تقسیم کرنے پر مامور کر دیا۔ آپ ضرورت مند درویشوں کا بہت زیادہ خیال رکھتے تھے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ کھانے کے لیے ایک

لقمہ بھی نہ بچتا اور آپ کئی کئی دِن فاقے سے رہتے۔ چنانچہ آپ جسمانی طور پر بہت کمزور ہو گئے۔ جب اِس بات کا علم حضرت بابا فرید کو ہوا تو اُنہوں نے فرمایا "میرا علی احمد صابر ہے صابر" اِسی روز سے آپ صابر کے لقب سے مشہور ہو گئے۔ آپ کام سے فارغ ہوتے ہی اپنے حجرے میں چلے جاتے اور ذکر و فکر میں مشغول ہو جاتے۔ اِس وقت آپ پر جذّب و مستی کی کیفیت طاری ہو جاتی۔ آپ اللہ تعالیٰ کے عشق میں اِس قدر مستغرق ہو جاتے کہ کچھ ہوش نہ رہتا اور اُس وقت ایسا جلال ظاہر ہوتا کہ کسی کو آپ کے قریب جانے کی ہمت نہ ہوتی۔ حضرت علاؤالدین علی احمد صابر جوانی کی منزل کو پہنچ چکے تھے۔ اس لیے محترمہ جمیلہ خاتون کی یہ شدید خواہش تھی کہ اِن کی زندگی میں بیٹے کا گھر آباد ہو جائے۔ ایک دن محترمہ جمیلہ خاتون حضرت بابا فرید کی خِدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کرنے لگیں میری خواہش ہے کہ آپ علی احمد کو اپنی فرزندی میں قبول فرمائیں۔ حضرت بابا فرید نے فرمایا میں صابر کی کیفیت سے آگاہ ہوں۔ اس پر شادی کی ذمہ داری کیسے ڈالی جا سکتی ہے۔ محترمہ جمیلہ بیگم نے آزردہ ہو کر کہا آپ علی احمد کو اپنی فرزندی میں قبول کرنے سے اس لیے گریزاں ہیں کہ وہ ایک یتیم اور غریب لڑکا ہے۔ بہن کی بات سُن کر حضرت بابا فرید بے قرار ہو گئے اور فرمایا خدا کی قسم ایسا ہرگز نہیں ہے۔ صابر یتیم سہی مگر غریب و مفلس نہیں ہے۔ وہ ہندوستان کے شہنشاہوں سے بھی بڑا شہنشاہ ہے۔ آخر آپ اپنی بہن کی دلجوئی کے لیے اِس رشتہ پر رضامند ہو گئے۔ بابا فرید کی صاحبزادی خدیجہ بیگم سے حضرت صابر صاحب کا نکاح کر دیا گیا۔ اپنے پیر و مرشد کے احترام میں حضرت صابر صاحب کچھ نہ کہہ سکے۔ حضرت مخدوم علاؤالدین علی احمد صابر کے حجرہ میں خدیجہ بیگم کو دلہن بنا کر پہنچا دیا گیا جس وقت اِس کی خبر حضرت صابر صاحب کو دی گئی تو وہ اِس وقت اِستغرق کی حالت میں فنافِی اللہ کے مقام پر تھے۔ اُنہیں بتایا گیا کہ آپ کی زوجہ محترمہ آپ کے انتظار میں ہیں۔ ابھی استغراق کی کیفیت پوری طرح دُور نہیں ہوئی تھی کہ آپ کی زبان مبارک سے بے ساختہ نِکلا "اللہ کی ذات زوجہ سے پاک ہے" اسی وقت حجرے میں ایک شعلہ نمودار ہوا اور دُلہن جل کر خاکستر ہو گئی۔ اپنے پیر و مرشد کے حکم سے حضرت مخدوم کلیر تشریف لائے تو ایک چھوٹی سی سرائے میں ٹھہرے۔ آپ نماز کی ادائیگی کے لیے جامع مسجد تشریف لے جاتے اور نماز کے بعد حاضرین کو اللہ تعالیٰ کے احکامات سے آگاہ کرتے اور حکمران طبقے کو جو فسق و فجور میں مبتلا تھا عذابِ الٰہی سے ڈراتے۔ حکمران طبقہ کو یہ بات سخت ناگوار گذرتی۔ چنانچہ لوگوں کو خبردار کیا گیا کہ اگر آئندہ کسی نے اِس درویش کے وعظ میں شرکت کی تو اسے دردناک سزا دی جائے گی۔ چنانچہ لوگوں نے خوف زدہ ہو کر آپ کے وعظ میں شرکت کرنا چھوڑ دی۔ پھر ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ نماز جمعہ ادا کرنے کے لیے حضرت مخدوم علی احمد صابر مسجد میں داخل ہوئے اور عین امام کی نشست کے پیچھے جا کر بیٹھ گئے۔ آپ کو سرکاری کارندوں نے وہاں سے یہ کہہ کر اُٹھا دیا کہ یہ جگہ حاکم کلیئر کے لیے مخصوص ہے۔ آپ پچھلی صف میں بیٹھ گئے۔ اِس کے بعد کچھ اور سرکاری کارندے آئے اور دعویٰ کیا کہ دوسری صف اِن کے بیٹھنے کے لیے مخصوص ہے۔ دراصل یہ ایک سوچا سمجھا منصوبہ تھا جس کا مقصد آپ کی تحقیر کرنا تھی۔ انجام کار حضرت مخدوم کو

اتنی بار اٹھایا گیا کہ آپ مسجد سے باہر جانے پر مجبور ہو گئے۔ پھر امام نے خطبہ پڑھا اور نماز کی نیّت باندھ لی۔ رکوع کے بعد حاکم کلیئر اور دوسرے نمازی جب سجدہ میں گئے تو حضرت مخدوم علاؤالدین صابر نے نہایت پُر جلال لہجے میں جامع مسجد کے بلند میناروں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا سارا عالم اپنے خالق کے حضور اپنی بندگی کا اظہار کر رہا ہے، پھر تم سجدہ کیوں نہیں کرتے۔ اِسی وقت پوری جامع مسجد سجدہ ریز ہو گئی۔ مضبوط ترین بنیادیں زمین میں دھنس گئیں اور تمام نمازی ملبے کے ڈھیر تلے دفن ہو گئے۔ پھر جب یہ خبر شہر میں پہنچی تو کہرام برپا ہو گیا۔ جامع مسجد کے منہدم ہو جانے کے بعد حضرت مخدوم علی احمد صابر پر جلال و غضب کا شدید جذبہ طاری ہو گیا۔ شہر میں ایک ایسی وبا پھیلی جس نے ہر طرف قیامت برپا کر دی۔ اور چند روز میں ہندوستان کا بارونق شہر ویران ہو گیا۔ حضرت صابر صاحب کا قول تھا جب میں ایک کا ہو چکا تو پھر درمیان میں دوسرا کیوں حائل ہو۔ چنانچہ قدرت نے اِن کو کلیئر کا ویرانہ عطا فرما دیا۔ حضرت مخدوم صابر پر جذّب و مستی کی شدید کیفیت طاری ہو گئی۔ آپ گولر کے درخت کی شاخ پکڑ کر کھڑے ہو جاتے اور کئی کئی دِن تک عشقِ الٰہی میں مدہوش اِسی طرح کھڑے رہتے۔ جب ہوش آتا تو اِسی درخت کے گُولر کھا لیتے۔ گردونواح کے لوگ زیارت کو آنا چاہتے مگر جلال صابری کے باعث اِن کی ہمت نہ ہوتی۔ ایک دن اجودھن (پاک پتن) میں حضرت بابا فرید الدّین گنج شکر نے فرمایا! میرے صابر کو جذّب و مستی میں ایک زمانہ گذر گیا ہے تم میں سے ایسا کوئی ہے جو صابر کو عالمِ ہوش میں واپس لائے۔ حاضرین مجلس میں سے حضرت شمس الدین ترک بھی موجود تھے جو ترکی سے روحانی فیض حاصل کرنے کے لیے اجودھن آئے تھے۔ اور جن کو بابا فرید نے فرمایا تھا تمہارا حصہ کلیئر میں ہے۔ اُنہوں نے عرض کی سیّدی! خادم حاضر ہے چنانچہ حضرت شمس الدین ترک طویل سفر طے کر کے کلیئر کی حدود میں داخل ہو گئے۔ آپ کو فضاؤں میں ایک عجیب سا ہیبت و جلال کا احساس ہوا۔ آپ نے کلام الٰہی کی تلاوت شروع کر دی۔ اور حضرت علاؤالدین صابر کے قریب پہنچ گئے آپ "لحن داؤدی" رکھتے تھے جس سے دوسروں پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ آپ کچھ دیر تک قرآن مقدّس کی تلاوت کرتے رہے اِس وقت حضرت مخدوم گُولر کی شاخ پکڑے کھڑے رہے اور استغراق کی حالت میں تھے۔ جب حضرت مخدوم کے جسم مبارک میں ہلکی سی جنبش پیدا ہوئی تو یکایک حضرت شمس الدین ترک نے تلاوت بند کر دی۔ حضرت مخدوم صابر جنکی آنکھیں بدستور بند تھیں نے فرمایا خاموش نہ ہو یہ کلام تو ہماری زندگی ہے۔ حضرت صابر کی آواز سُن کر حضرت شمس الدین ترک پر لرزہ طاری ہو گیا۔ آپ نے کانپتے ہوئے لہجے میں کہا یہ خادم ایک کمزور انسان ہے اس لیے زیادہ دیر تک کھڑا نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ حضرت مخدوم خود بھی فرشِ خاک پر تشریف فرما ہوئے اور حضرت شمس الدین ترک بھی وہیں بیٹھ کر کافی دیر تک تلاوت کرتے رہے۔ حضرت شمس الدین تُرک رحمۃ اللہ علیہ چوبیس سال آپ کی خدمت میں رہے پھر حضرت مخدوم علاؤالدین صابر نے آپ کو خلافت سے سرفراز فرمایا اور دعا کی کہ اے اللہ! شمس الدین کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما لے۔ حضرت مخدوم علاؤالدین علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۳ ربیع الاوّل ۶۹۰ھ کو

وصال فرمایا۔(بحوالہ فرمودات خواجہ نظام الدین اولیاء)

چنانچہ حضرت مخدوم علاؤالدین صابر سے سلسلۂ چشتیہ صابریہ کا فیضان جاری ہوا۔

یہ بنی دنیا برائے دردِ دِل

ہیچ ہے ہر شے برائے دردِ دل

عیش دنیا کیا ہمیں مرغوب ہو

ہم ہیں لذّت آشنائے دردِ دل

(مجذوب)

## حضرت شیخ فریدالدّین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کا فقر

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں شیخ فریدالدّین گنج شکر اکثر شربت سے روزہ افطار فرماتے تھے۔ ایک پیالہ میں شربت لایا جاتا۔ اس میں تھوڑا سا منقّہ ڈال دیتے۔ ایک تہائی اپنے مصرف میں لاتے باقی حاضرین میں تقسیم کرتے۔ ایک رات حضرت آرام فرمارہے تھے۔ میں خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا وہی کمبل جس پر آپ دِن کو بیٹھتے تھے چارپائی پر ڈالا ہوا تھا۔ کمبل چونکہ چارپائی کی پائنتی تک نہیں پہنچتا تھا لہٰذا جہاں آپ کے پائے مبارک تھے وہاں ایک چادر لاکر ڈال دی گئی تھی۔ اگر رات کو آپ چادر اوپر کو اوڑھتے تو پائے مبارک کے نیچے کوئی بچھونہ نہ رہتا۔ آپ کے پاس ایک عصاء تھا جو اُنہیں آپ کے پیرو مرشد حضرت شیخ قطب الدین بختیار کاکی کی طرف سے مِلا تھا۔ اِسے سرہانے کی طرف سر کے نیچے رکھتے جب بھی آپ کا ہاتھ اس پر پڑتا تو اِسے چُوم لیتے۔ (بحوالہ ملفوظات خواجہ نظام الدین اولیاء)

حضرت بابا فریدالدّین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ بحرِ معرفت کا وہ مرکز ہیں جہاں سے روحانیت و تصوّف کی مشہور نہریں جاری ہوئیں یعنی سلسلۂ عالیہ صابریہ کا فیضان جو آپ کے خلیفہ حضرت مخدوم علاؤالدین علی احمد صابر کلیری سے جاری ہوا۔ اور سلسلۂ نظامیہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء سے جاری ہوا۔ بس انہی بزرگوں کے طریقہ سے وابستہ لوگ چشتی نظامی اور چشتی صابری کہلاتے ہیں۔ چنانچہ بزرگانِ دین کے خُلفاء و سجادہ نشین حضرات چونکہ اپنے مُرشد کی بعض صفات کے وارث و امین ہوتے ہیں وہی اُن کا ہی فیض اِن میں بھی جاری ہوتا ہے۔ اس لیے اِن میں اپنے شیخ کی بعض صفات کا اثرَ کسی میں کم اور کسی میں زیادہ ضرور پایا جاتا ہے۔ اور اس بات کا ثبوت حضرت خواجہ فضل الدّین چشتی صابری اور حضرت خواجہ پیر مہر علی شاہ چشتی نظامی کی سوانح حیات کا جائزہ لینے سے بخوبی مِل سکتا ہے۔ بابا فرید چونکہ اِن دونوں سلاسل یعنی چشتیہ صابریہ اور چشتیہ نظامیہ کا مرکز

ومنبع ہیں اِسی نسبت و محبّت کی بناء پر حضرت خواجہ فضل الدین چشتی صابری اور حضرت خواجہ پیر مہر علی شاہ چشتی نظامی آپ کے دربارِ اقدس پر حاضری کے لیے پاک پتن شریف جایا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت پیر سیّد مہر علی شاہ صاحب فرماتے ہیں بابا جی صاحب کلیامی کی محفل میں ایک شخص بابا فرید گنج شکر کا تذکرہ کرنے لگا۔ جونہی اِس شخص کی زبان سے لفظ فرید نکلا تو آپ کی ہڈیوں سے تڑاق تڑاق کی آواز آنے لگی۔ ہم نے دِل میں کہا سُبحان اللہ مُردہ بدن میں جان آگئی۔ اِس محفل میں وجد کا کوئی مُنکر شخص ہوتا تو وہ بھی حیران رہ جاتا۔ یعنی حضور بابا جی صاحب بابا فرید کے ساتھ بے حد محبّت رکھتے تھے۔ (مؤلف)

# نیک و مخلص دوست کے ساتھ اللہ کے لیے محبّت کرنے کی فضیلت

اِس حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے وضاحت فرمائی ہے کہ بھائی چارہ اور محبّت کی اِس نوعیت میں اللہ تعالیٰ بھی شرکت فرماتا ہے۔ حدیث شریف کا ترجمہ پیشِ خدمت ہے، ایک صاحب کسی مخلص دوست سے ملنے چلے۔ اللہ تعالیٰ نے تحقیق احوال کے لیے فرشتہ بھیجا۔ اس نے پوچھا کہاں کے ارادے ہیں۔ اُنہوں نے کہا ایک بھائی سے ملنے جارہا ہوں۔ فرشتے نے کہا کیا کوئی ضرورت لاحق ہے۔ اُنہوں نے کہا جی نہیں۔ فرشتے نے کہا کیا آپ اِن کے قرابت دار ہیں۔ اُنہوں نے کہا بالکل نہیں تو فرشتے نے کہا تو کیا کسی احسان کی تلافی مقصود ہے۔ اُنہوں نے کہا یہ بھی نہیں۔ فرشتے نے پوچھا تو آخر کوئی وجہ بھی تو ہونی چاہیے۔ اُنہوں نے کہا وجہ صِرف اللہ کے لیے اُن کو چاہتا ہوں۔ اِتنا کہنا تھا کہ فرشتہ پکار اُٹھا تو سُن لو کہ ایسی مخلصانہ محبّت کے جواب میں اللہ تعالیٰ بھی تم سے محبّت رکھتا ہے اور تمہارے لیے جنّت کو ضروری قرار دے دیا گیا ہے۔ (تعلیماتِ غزالی، ص:۳۶۲)

چنانچہ اولیائے کرام بزرگانِ دین کے ساتھ بھی ایسی ہی بے لوث مخلصانہ محبّت ہونی چاہیے۔ چنانچہ عارف رومی فرماتے ہیں:

مہر پاکاں درمیان جان فشاں
دِل بدہ اِلّا بمہرِ دِل خوشاں

اپنی رُوح میں پاک لوگوں کی محبّت بسالو دِل خوش لوگوں کے سوا کسی کی محبّت کو دِل میں جگہ نہ دو۔

دنیا میں ایسے رہو جیسے کوئی مسافر یا راہ گُذر رہتا ہے۔ (بخاری شریف)

# مصائب کی دوا اور صبر و ایمان کا امتحان

حدیث شریف ہے کہ کوئی مصیبت ایسی نہیں جو کسی مسلمان کو پہنچے مگر وہ اُس کے گناہوں کا کفّارہ ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ کانٹا جو اُس کے پاؤں کو چُبھتا ہے۔ (ترمذی بحوالہ مظہری)

ایک حدیث میں آیا ہے اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو چاہتا ہے تو اُس کو کبھی کبھی آزمائش میں ڈال دیتا ہے اور پھر اُس کے تضرع والحاح سے لُطف اندوز ہوتا ہے۔ (بحوالہ تعلیمات غزالی)

ایک روایت میں ہے کہ مسلمان کو دنیا میں جو بھی غم یا تکلیف یا بیماری یا فکر لاحق ہوتی ہے وہ اُس کے گناہوں کا کفّارہ ہو جاتی ہے۔ (بحوالہ معارف القرآن)

کتاب زاد المعاد میں ہے کہ حدیث مشہورہ میں آتا ہے کہ حق تعالیٰ جب کسی بندے کے حق میں بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اِسی دنیا میں اس کو سزا دیتا ہے اور اس کے گناہ کٹ جاتے ہیں۔ اور جب اللہ تعالیٰ سزا کا ارادہ کرتا ہے تو دنیا میں اس کی سزا روک دیتا ہے اور قیامت کے دن وہ گناہوں سے لدّا ہوا آتا ہے۔

حضرت سیّد عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے صاحبزادے کو وصیّت کرتے ہوئے فرمایا میرے بیٹے مصیبت تجھے ہلاک کرنے کے لیے نہیں آتی بلکہ تیرے صبر و ایمان کا امتحان لینے کے لیے آتی ہے۔ نیز یہ علاج بھی ہے کہ تُو سوچ کہ دنیا میں اگر مصائب و محسن نہ ہوتے تو بندے عُجب و فرعونیت اور شقاوتِ قلبی جیسے امراض میں مبتلا ہو جاتے جن سے آدمی دنیا و آخرت میں ہر جگہ تباہ ہو جاتا۔ اس لیے یہ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کی کمال رحمت ہے کہ وہ بعض اوقات مصائب کی دوا استعمال کرا دیتا ہے جس کے ذریعہ سے امراض سے تحفظ رہتا ہے اور صحت عبودیت قائم رہتی ہے۔ نیز کُفر و شرک کے فاسد مادوں کا استفراغ جاری رہتا ہے۔ پس پاک ہے وہ ذات جو اِبتلاء (مصیبت) کے ذریعہ رحم فرماتی ہے۔

سُرخرو ہوتا ہے اِنسان ٹھوکریں کھانے کے بعد
رنگ لاتی ہے حِنا پتھر پہ پِس جانے کے بعد

# دُنیا کے فقراء جنت کے بادشاہ

**حُبُّ الْفُقَرَآءِ مِنْ اَخْلَاقِ الْاَنْبِيَآءِ وَبُغْضُ الْفُقَرَاءِ مِنْ اَخْلَاقِ الْفِرْعَوْنِ** (حدیث) "فقیروں سے دوستی رکھنا انبیاء و رسل کے اخلاق میں سے ہے اور ان کے ساتھ دشمنی رکھنا فرعون کے خصائل سے" حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم ایک فقیر آدمی کے پاس تشریف لائے جس کے پاس کچھ نہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا اگر اس کا نُور تمام اہل زمین

میں تقسیم کر دیا جائے تو سب کو کافی ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا میں تمہیں جنت کے بادشاہ نہ بتاؤں۔ عرض کیا ہاں اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم)۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا ہر ناتواں، غُبار آلود، پریشان حال، پرانے لباس والا جس کی لوگ پرواہ نہیں کرتے اگر وہ اللہ پر قسم کھائے اللہ پوری کرے۔ (مکاشفۃ القلوب، امام غزالی)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے مروی ہے کہ قیامت کے روز بندہ پیش ہو گا تو اللہ تعالیٰ معذرت کرے گا (یعنی اِس کا دل لُبھائے گا) جیسا کہ دنیا میں ایک اِنسان دوسرے سے کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میری عزّت کی قسم میں نے تمہاری ذِلّت کے لیے دنیا کو تجھ سے دُور نہیں کیا تھا بلکہ آج تمہارے لیے کرامت اور شرف تیار کیا ہے۔ اِس کی وجہ سے ایسا کیا ہے۔ اے میرے بندے اِن جہنمی لوگوں کی قطاروں میں جاؤ جس نے (دنیا میں) میری رضا کی خاطر تمہیں کھلایا و پلایا تھا۔ اس کا ہاتھ پکڑ لے وہ تیرا ہے اور اس دن لوگوں کا یہ حال ہو گا کہ وہ پسینہ میں غرق ہوں گے چنانچہ وہ آدمی قطاروں میں پھرے گا اور دیکھے گا کس نے (دنیا میں) اس کے ساتھ احسان کیا ہے۔ اس کا ہاتھ پکڑ کر اِس کو جنت میں لے جائے گا۔ (مکاشفۃ القلوب)

خزاں کی رُتّ میں جلاتا ہے کیوں گُلابوں کو
بہار میں یہی گُلشن کی آبرو ہوں گے
یہی حقیر یہی گرد سے اَٹے چہرے
مثالِ ماہِ درخشِندہ چار سُو ہوں گے

## حضرت سیّدنا علی بن حُسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دلچسپ و سبق آموز واقعہ

"وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ" (آلِ عمران: ۱۳۴)

ترجمہ: وہ لوگ جو اپنے غصہ کو دبا لیتے ہیں اور لوگوں کا قصور معاف کر دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اِس آیت کی تفسیر میں حضرت سیّدنا علی اِبنِ حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا ایک عجیب واقعہ نقل کیا ہے کہ آپ کی ایک کنیز آپ کو وضو کرا رہی تھی کہ اچانک پانی کا برتن اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر حضرت علی ابنِ حسینؓ کے ہاتھ پر گرا۔ تمام کپڑے بھیگ گئے۔ غصہ آنا طبعی اَمر تھا۔ کنیز کو خطرہ ہوا تو اِس نے فوراً یہ آیت پڑھی **وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ**۔ یہ سنتے ہی خاندانِ نبوت کے اُس بزرگ کا سارا غصہ ٹھنڈا ہو گیا اور بالکل خاموش ہو گئے۔ اِس کے بعد کنیز نے آیت کا دوسرا جملہ **وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ** ؕ پڑھ دیا۔ تو فرمایا میں نے تجھے دِل سے بھی معاف کر دیا۔ کنیز بھی ہوشیار تھی۔ اِس کے بعد

اِس نے تیسرا جملہ **وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ** بھی سُنا دیا، جس میں احسان اور حُسنِ سلوک کی ہدایت ہے۔ حضرت علی بن حسینؓ نے یہ سُن کر فرمایا کہ جا میں نے تجھے آزاد کر دیا۔ (رُوح المعانی بحوالہ بیہقی) تفسیر معارف القرآن)

# حقوق العباد کی فضیلت حدیث شریف کی روشنی میں

## اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ (حدیث شریف)

(سچا مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔)

جلیل القدر اصحابی حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ایک بار میں نے عرض کی یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم) ایک روٹی خدا کی راہ میں افضل ہے یا سو رکعات نماز نفل پڑھنا۔ فرمایا ایک روٹی صدقہ دینا میرے نزدیک دو سو رکعات نماز نفل ادا کرنے سے افضل ہے۔ (۲) دوسرا سوال کیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم) مسلمانوں کی حاجت روا کرنا آپ (صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم) زیادہ پسند فرماتے ہیں یا دو سو رکعات نماز نفل ادا کرنا۔ فرمایا مسلمان کی حاجت برلانا میرے نزدیک ہزار رکعات نماز نفل ادا کرنے سے بہتر ہے۔ (۳) تیسرا سوال کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم حرام کا ایک لقمہ ترک کر دینا آپ صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم کو زیادہ پسند ہے یا ایک ہزار رکعات نماز نفل۔ فرمایا حرام کا ایک لقمہ ترک کر دینا مجھے پانچ ہزار رکعات نماز نفل سے زیادہ پسند ہے۔ (۴) چوتھا سوال کیا یا نبی صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم غیبت سے باز رہنا آپ (صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم) بہتر خیال فرماتے ہیں یا دو ہزار رکعات نماز نفل۔ فرمایا غیبت سے باز رہنا میرے نزدیک دس ہزار رکعات نماز نفل سے زیادہ عمدہ ہے۔ (۵) پانچواں سوال یا حبیب اللہ (صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم) بیوہ عورت کی حاجت روا کرنا آپ (صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم) کو زیادہ پسند ہے یا دس ہزار رکعات نماز نفل۔ فرمایا بیوہ عورت کی حاجت برلانا میرے نزدیک تیس ہزار رکعات نماز نفل سے زیادہ بہتر ہے۔ (۶) چھٹا سوال یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم) بیوی بچوں میں محبّت کی راہ سے بیٹھنا آپ (صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم) زیادہ پسند فرماتے ہیں یا مسجد میں بیٹھنا۔ فرمایا بال بچّوں میں بیٹھنا (از راہِ شفقت و محبّت) مجھے اُس اعتکاف سے بھی زیادہ پسند ہے جو خاص میری مسجد میں کیا جائے۔ (۷) ساتواں سوال کیا اپنے بال بچوں میں خرچ کرنا آپ صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم کے نزدیک زیادہ عمدہ ہے یا خدا کی راہ میں خرچ کرنا۔ فرمایا وہ ایک درہم جس کو مسلمان اپنے بال بچّوں پر صَرف کرے میرے نزدیک دس ہزار درہم سے افضل ہے جو راہِ خدا میں خرچ کیے جائیں۔ (۸) آٹھواں سوال یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم ماں باپ کی اطاعت و فرمانبرداری اور اُن کے ساتھ اچھا سلوک کرنا آپ زیادہ پسند فرماتے ہیں یا ایک ہزار سال تک عبادت الٰہی میں مشغول رہنا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم نے فرمایا کہ ماں باپ کی اطاعت و خدمت مجھے دو ہزار برس کی عبادت سے بھی زیادہ پسند ہے۔ (تذکرۃ الواعظین، ص:۲۰۳)

# عورتوں کے ساتھ حُسنِ سلوک

## اکمل المومنین ایمانا احسنهم خلقا والطفهم باهله (الحدیث)

(ترجمہ: کامل الایمان آدمی وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں اور اپنے بال بچّوں کے لیے بدرجہ غائت شفیق ہو)

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروقؓ کے دبدبہ وجلال کے باوجود اِن کی بیوی نے اِن سے اختلاف ظاہر کیا اور جواب دیا تو اُنہوں نے برہم ہو کر کہا اے بدبخت کیا تُو مجھے جواب دیتی ہے۔ بیوی نے کہا آپ کیا ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم آپ سے کہیں بہتر تھے اور اِن کی بیویاں اُن کو جواب دیتی تھیں۔ اور اِن کے سامنے بولتی تھیں۔ (تعلیماتِ غزالی، ص:۳۳۴)

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ہمیں عورتوں کے ساتھ حُسنِ سلوک کا درس دیا ہے اور اپنے آخری خطبہ میں بھی ارشاد فرمایا کہ عورتوں کے بارے میں خدا سے ڈرو یہ تمہارے رحم وکرم کی اسیر ہیں۔ حُسنِ خلق کے کئی پہلو ہیں جن میں ایک یہ بھی ہے کہ اپنی طرف سے کوئی ایسی حرکت نہ کرے جس سے ان کو کسی اذیّت کا سامنا کرنا پڑے لیکن جو پہلو زیادہ قابلِ قدر ہے وہ یہ ہے کہ اگرچہ عورتیں غضبناک ہوں اور سخت غصّہ میں ہوں تب بھی حلم وبرداشت وعفو کا ہی ثبوت دیا جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی سنت کا یہی تقاضا ہے۔ احادیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ ازواج مطہراتؓ خفا ہوتی تھیں اور دِن بھر قطع کلام رہتا تھا تاہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم بُرا نہیں مانتے تھے۔

برادرانِ اسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی مبارک زندگی ہمارے لیے نمونہ ہے اور ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ اگر تم میری رضا چاہتے ہو تو میرے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) کی پیروی کرو۔ اُن کے طریقہ سنّت پر عمل کرو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی پاکیزہ زندگی قانون سازی کا زمانہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ہر اِک ادا ہر عمل ہر بات رہتی دنیا تک کے انسانوں کے لیے رہنمائی ہے جس پر ہم عمل کر کے دنیا و آخرت کی نعمتیں حاصل کر سکتے ہیں۔ آج میاں اور بیوی کے درمیان جتنے جھگڑے، فساد، نفرتیں اور طلاقیں ہوتی ہیں بے سکونی پیدا ہوتی ہے اور اولاد ماں یا باپ کی شفقت سے محروم ہو جاتی ہے۔ خاندان کی آپس میں جُدائیاں اور دشمنیاں بن جاتی ہیں اُس کی اصل وجہ یہ ہے کہ ہم نے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے طریقہ کو چھوڑ دیا ہے۔ (مؤلف)

اگر تم نماز پڑھتے پڑھتے کمان کی طرح جُھک جاؤ اور روزہ رکھتے رکھتے تانت کی طرح دُبلے ہو جاؤ تو بغیر تقویٰ اختیار کیے اور مالِ حرام سے بچّے کچھ بھی قبول نہیں ہو گا۔ لہٰذا حرام سے بچنا اور تقویٰ اختیار کرنا بہت ضروری ہے۔

(حضرت عبد اللہ بن عمرؓ)

# عورتوں پر خاوندوں کے حقوق

عورتوں پر خاوندوں کے بہت حقوق ہیں۔ شوہر کی اطاعت واحترام کو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اِس درجہ اہم قرار دیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اگر میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو سجدہ کرنے کی اجازت دے سکتا تو بیوی کو کہتا کہ وہ شوہر کے حقوق کے پیشِ نظر اُس کو سجدہ کرے۔

ایک آدمی سفر پر گیا اور اپنی بیوی کو کہہ کر گیا کہ مکان کی اوپر کی منزل میں رہائش رکھنا اور نیچے نہ اُترنا۔ اتفاق سے اُس کا والد بیمار پڑا تو اِس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے اجازت طلب کی کہ کیا نیچے آکر عیادت کر سکتی ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا نہیں خاوند کی تابعدار رہو۔ اتفاق سے اس کا والد اس بیماری سے مر گیا۔ اِس نے پھر پوچھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے پھر یہی جواب دیا کہ خاوند کی اطاعت ضروری ہے۔ جب اُس کو دفن کر دیا گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اُس عورت کو پیغام بھجوایا کہ صِرف اس کی مخلصانہ اطاعت کی بدولت اِس کے باپ کی بخشش ہو گئی۔ (تعلیماتِ غزالی، ص:۳۶۰)

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت پر اُس کے شوہر کے جو حقوق ہیں وہ اُس کے والدین کے حقوق سے بھی بڑھ کر ہیں اور یہ واقعہ اُن عورتوں کے لیے بھی سبق ہے جو اپنے والدین اور بہن بھائیوں کی محبّت میں اُن کی باتوں پر عمل کر کے اپنے خاوند کی نافرمانی کر کے اُس کے لیے اذیّت کا سبب بنتی ہیں۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا میں نے جہنم میں دیکھا کہ عورتوں کی ایک بھیڑ جمع ہے۔ عورتوں نے پوچھا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) یہ کس بنا پر؟ فرمایا کہ یہ بات بات پر دوسروں کو ملعون ٹھہراتی ہیں اور اپنے رفیقِ حیات کی ناشکر رہتی ہیں۔ (تعلیماتِ غزالی)

# کاش ہر ماں اپنی بیٹی کو یہ نصیحت کرے

چنانچہ اسماء بنتِ خارجہ فزاری نے اپنی بیٹی کو سسرال بھیجتے وقت جو نصیحت کی وہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ "بیٹی تو جانے بُوجھے آشیانے سے نِکلی ہے اور ایسے مکان کو اپنا رہی ہے جسے تُو نہیں پہچانتی اور ایسے رفیقِ حیات سے تیرا سامنا ہے جس سے تُو مانوس نہیں۔ سو تجھے چاہیے کہ زمین کی طرح اِس کے پاؤں تلے بچھ جاؤ وہ تمہارے حق میں آسمان بننے کی کوشش کرے گا۔ فرش کی طرح اپنے کو ثابت کرو وہ تمہارے لیے ستون ثابت ہو گا تم لونڈی بن کر رہو وہ غلام بے دام بن کر رہے گا۔ کسی مطالبہ پر بھی اِصرار نہ کرو ورنہ بے زار ہو جائے گا۔ اِس سے دُور دُور نہ رہو ورنہ بھلا دے گا وہ اگر قریب آئے تو تم بھی قریب آنے کی

کوشش کرواور اگر وہ دُور رہے تو تم بھی اپنے کو دُور رکھو۔ ہر حال میں اُس کی عزّت شہرت و شخصیت کا خیال رکھو۔ سوائے خوشبو کے اور کوئی تم سے سونگھنے نہ پائے اور بجُز اچھی بات کے اور کچھ سننے نہ پائے۔ اس طرح اس کی نظریں جب بھی اُٹھیں جمال و خوبصورتی پر پڑیں۔" (تعلیماتِ غزالی، ص:۳۶۲)

# صُلح کرانے کی فضیلت اور نیکی کا مفہوم

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا دھوکہ باز، بخیل اور احسان جتلانے والا جنّت میں نہیں جائے گا۔ (ترمذی)
لوگوں کی باہمی رنجشیں دُور کرنے اور ان کے آپس میں مصالحت و موافقت پیدا کرنے کے متعلق رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم کے ارشادات بہت اہم ہیں۔
آپ صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا میں تم کو ایسا کام نہ بتاؤں جس کا درجہ روزے، نماز اور صدقہ میں سب سے افضل ہو۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کی ضرور بتلایئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا وہ کام "اصلاح ذات البین" ہے یعنی دو شخصوں کے درمیان اگر کوئی رنجش پیدا ہو جائے تو اُس کو دُور کر کے آپس میں صلح کرانا فساد کو ختم کرنا۔ (معارف القرآن، ص:۵۴۶)

# نیکی کا مفہوم

یہ نیکیاں صدقہ، اَمر بالمعروف اور اصلاح بین النّاس اسی وقت معتبر و مقبول ہو سکتی ہیں جب کہ ان کو اخلاص کے ساتھ محض اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کے لیے کیا جائے۔ اس میں کوئی نفسانی غرض شامل نہ ہو۔ (معارف القرآن، ص: ۵۴۶)
قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ ثابت ہوتا ہے کہ بعض لوگ جو کام کرتے ہیں اوّل تو وہ نیکی کے دائرہ میں ہی نہیں آتے اور اگر بالفرض نیکی کے دائرہ میں شامل بھی ہوں تو بعد میں ضائع کر دیئے جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر اگر کسی نے اپنے مسلمان بھائی کی مدد کی، مشکل و مصیبت کے وقت اُس کے کام آیا تو یہ کام اللہ کے نزدیک تب ہی نیکی میں شمار ہو گا کہ محض اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے لیے کیا جائے اور اُس میں اُس بندے کی اپنی غرضِ نفسانی شامل نہ ہو اور اگر دِل میں یہ سوچ کر کسی کی مدد کی کہ کل یہ بھی میری مدد کرے گا اور اِس سے مجھے مالی یا جانی فائدہ حاصل ہو سکتا ہے یا لوگ واہ واہ کریں گے کہ کیا اچھا کام کیا تو ایسا کام نیکی کے دائرہ میں آتا ہی نہیں ہے۔ یعنی بندہ نے اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب ملنے کی اُمید کے بجائے اُس بندے سے فائدہ حاصل کرنے کی اُمید رکھی۔ یا پھر اُس نے یہ سوچ کر کام کیا کہ اللہ تعالیٰ بھی اِس کا اجر دے گا اور بندہ بھی تو اللہ تعالیٰ ایسی شراکت پسند نہیں کرتا۔ بلکہ وہ چاہتا ہے کہ اپنی غرضِ نفسانی کو چھوڑ کر محض میری رضا و خوشنودی کے لیے کام کیا جائے۔ تب نیکی کے

دائرہ میں آئے گا اللہ تعالیٰ تو ہماری نیتوں اور دِل کے ارادوں سے بھی خوب واقف ہے۔ اِس طرح نماز، روزہ، حج وز کوۃ، صدقہ و خیرات، امر بالمعروف، اصلاح بین النّاس، عرس، ختم شریف وغیرہ اور جو بھی کام نیکی سمجھ کر کیا جائے سب میں خلوصِ نیت اور محض خداوند تعالیٰ کی رضامندی درکار ہے۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی مشہور حدیث ہے کہ "عملوں کا دارومدار نیتوں پر ہے۔" دوسری قسم کے وہ لوگ ہیں جو محض خداوند کریم کی رضاجوئی کے لیے نیکی کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر کسی نے اپنے مسلمان بھائی کی مدد محض اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے کی۔ لیکن بعد میں اگر کسی وجہ سے اپنے اُس مسلمان بھائی کے ساتھ رنجش پیدا ہو گئی تو اُنہیں اپنی وہ نیکی یاد آجائے گی اور لوگوں سے کہتے پھریں گے دیکھو میں نے اِس کے ساتھ کیا کیا نیکیاں کی ہیں لیکن وہ ایسا ویسا احسان فراموش نکلا یہ تو نیکی کا زمانہ ہی نہیں ہے۔ میں نے تو آئندہ کسی کے ساتھ نیکی نہیں کرنی۔ نعوذ باللہ اسے کہتے ہیں "نیکی کر دریا میں ڈال" بیشک اُسے اپنے محسن کا احسان مند رہنا چاہیے تھا لیکن بالفرض اُس نے احسان فراموش کر دیا تو کیا ہوا اللہ تعالیٰ تو نیکی کو ضائع نہیں کرتا۔ لیکن بندہ احسان جتلا کر گنہگار ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ احسان جتلانے والا جنت میں نہیں جائے گا۔ یعنی اُس نے نیکی تو خداوند کریم کی رضامندی کے لیے اُس شخص کے ساتھ کی تھی لیکن اَب احسان جتلا کر ضائع بھی کر دی اور پھر اُس کی غیبت کر کے اپنی نیکیاں بھی اُس کے نامۂ اعمال میں منتقل کرا دیں جیسا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی حدیث مبارک ہے کہ جب بندہ کسی کی غیبت کرتا ہے تو اُس کی نیکیاں دوسرے کے نامۂ اعمال میں منتقل ہو جاتی ہیں جس کی غیبت کی ہو اور اسی حدیث شریف کی روشنی میں حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بُرائی کرنے والے کی طرف خرموں کا تحفہ بھیجا تھا اور ساتھ یہ کہلا بھیجا تھا کہ جو تُو نے اپنی عبادت مجھے ہدیہ کی ہے اُس کے بدلہ میں یہ تحفہ بھیج رہا ہوں۔ یعنی اُس شخص کی اصلاح کے لیے ایسا کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور سب پڑھنے والوں کو عمل کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین۔ (مؤلف)

## رزقِ حلال کمانا عبادت ہے

حدیث شریف میں آتا ہے کہ جس نے دنیا کو جائز ذرائع سے حاصل کیا کہ سوال کی ذِلّتوں سے محفوظ رہے اپنے بال بچّوں کی ضروریات کو پورا کرے اور پڑوسی کے ساتھ ہمدردی اور شفقت کا اظہار کرے ایسا شخص اللہ سے اِس حالت میں ملے گا کہ اُس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا ہو گا۔ (حدیث بحوالہ تعلیمات غزالی)

حضرت کعب بن مغیرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے پاس ایک آدمی گذرا۔ صحابہ کرامؓ نے دیکھا کہ وہ رزق کے حصول میں بہت ہی متحرک ہے اور پوری دلچسپی لے رہا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت میں عرض کیا اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) اگر اِس کی یہ دوڑ دھوپ اور دلچسپی اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہوتی تو کتنا اچھا ہوتا۔ اِس پر

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا اگر وہ اپنے چھوٹے بچّوں کی پرورش کے لیے دوڑ دھوپ کرتا ہے تب بھی یہ اللہ تعالیٰ ہی کی راہ میں شمار ہوگی اور اگر اپنے بوڑھے والدین کے لیے کوشش کر رہا ہے تو بھی فی سبیل اللہ ہی شمار ہوگی۔ البتہ اگر اِس کی محنت زیادہ مال جمع کر کے لوگوں پر برتری جتانے اور لوگوں کو دکھانے کے لیے ہے تو یہ ساری کوشش شیطان کی راہ میں شمار ہوگی۔ (ترغیب بحوالہ طبرانی)

حضرت سیّدنا امام اوزاعی کا کہنا ہے کہ میں حضرت سیّدنا ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ سے ملا۔ یہ لکڑی کا گٹھا پیٹھ پر لادے چلے آرہے تھے۔ مجھ سے رہا نہ گیا میں نے کہا آپ اتنی زحمت کیوں برداشت کرتے ہیں۔ آپ کے کئی احباب ایسے ہیں جو آپ کو بے نیاز کر سکتے ہیں۔ ان کا یہ جواب تھا۔ اے ابو عمر! میرے اِس حال پر ترس نہ کھا۔ میں نے سُنا ہے کہ جو کوئی اَکلِ حلال کے سلسلہ میں کوئی ذِلّت برداشت کرے گا اُس کو قطعی جنت مِلے گی۔ (تعلیماتِ غزالی)

## رزقِ حرام تمام گناہوں کی جڑ ہے

حرام کی غذا جب ایک مسلمان آدمی کے پیٹ میں داخل ہو جاتی ہے تو اُسی غذا سے جسم میں خون پیدا ہوتا ہے اور پھر گوشت پوست اور ہڈیاں بنتی ہیں۔ یعنی حرام کی غذا سے نشوونما پانے والے جسم میں اطاعت وعبادت کی قوّت کمزور ہو جاتی ہے۔ اور ایسے شخص کا دِل نیکی کی طرف کم اور بُرائی کی طرف زیادہ مائل ہو جاتا ہے۔ اُس کے قلب میں ایمان کی وہ مٹھاس جو ایک بندۂ مومن کے قلب میں ہوتی ہے وہ نہیں رہتی اور بعض لوگ تو حرام خوری میں اِس حد تک بڑھ جاتے ہیں کہ اُن سے بدترین اعمال سَرزد ہونے لگتے ہیں۔ یعنی حرام خوری کی وجہ سے اُن کے دِلوں پر غفلت کا پردہ پڑ جاتا ہے۔ لہٰذا رزقِ حلال تمام نیکیوں کی بنیاد اور حرام خوری تمام گناہوں کی جڑ ہے۔ یہ بات حدیث شریف سے ثابت ہے کہ جس شخص کا کھانا پینا اور پہننا حرام مال میں سے ہو اللہ تعالیٰ اُس کی عبادت اور دعا قبول نہیں فرماتے۔ حرام خور کی نماز، روزہ، حج وزکوٰۃ اور صدقہ وخیرات قبول نہیں کیے جاتے بلکہ بزرگانِ دین فرماتے ہیں کہ اگر حرام کا مال اللہ تعالیٰ کے لیے خرچ کیا جائے تو قبول تو کیا ہوگا اللہ تعالیٰ کے غضب وغصّہ سے بچ جائے تو بھی غنیمت ہے۔ اللہ تعالیٰ پاک ہے اور وہ پاک مال کو ہی پسند کرتا ہے۔ بلکہ اِس معاملہ میں اِس حد تک احتیاط لازم ہے کہ جس مال کے حرام ہونے میں ادنیٰ شبہ بھی ہو یا کسی حرام وناجائز کی ملاوٹ یا آلائش کی کھٹک بھی ہو تو بھی اِس کو صدقہ وخیرات کے طور پر نہیں دینا چاہیے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ "دو رکعات نماز ایسے پرہیز گار کی جو شبہ کی چیزوں سے بچتا ہو اِس شخص کی ہزار رکعات نماز سے افضل ہے جو شبہ کی چیزوں سے نہ بچے۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ بہت سے پریشان حال آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہیں اور یارَبّ یارَبّ کہتے ہیں۔ مگر اُن کا کھانا پینا حرام، لباس حرام ایسی حالت میں اِن کی دعا کہاں قبول ہو سکتی ہے۔ (مسلم شریف)

مؤرخین نے لکھا ہے کہ کُوفہ میں مستجاب الدعوات لوگوں کی ایک جماعت تھی جب کوئی حاکم ان پر مسلط ہوتا تھاتواُس کے حق میں بددعا کردیتے تھے اور وہ ہلاک ہوجاتا تھا۔ جب حجّاج ظالم کا وہاں تسلط ہوا تواس نے ایک دعوت کی جس میں ان حضرات کو خاص طور سے شریک کیا جب کھانا کھا کر فارغ ہوگئے تو حجّاج نے کہا میں اِن لوگوں کی بددعا سے محفوظ ہوگیا کیونکہ ان کے پیٹ میں حرام روزی داخل ہوچکی ہے۔(بحوالہ فضائل صلوٰۃ السّلام، مفتی محمد عاشق الٰہی)

## حقیقی مشکل کشاوحاجت رواتواللہ ہے اولیااللہ وسیلہ ہیں

حضرت سیّد مہر علی شاہ صاحب کی مجلس میں ایک شخص نے عرض کیا کہ کہتے ہیں کہ جناب غوث الاعظم نے ایک مرتبہ ایک مردِ خدا جو گمراہی کے بھنور میں پھنس گیا تھا نجات دلا کر انجامِ بد سے بچالیا تھا تو آپ نے فرمایا لوگ تواس واقعہ کو اسی طرح بیان کریں گے جیسا کہ تم نے کیا ہے لیکن میرے نزدیک یہ واقعہ اس طرح ہے کہ جب خداوندِ کریم سبحانہٗ تعالیٰ نے اپنے علمِ قدیم میں چاہا کہ جنابِ غوث الاعظم کے وسیلہ سے اِس ولی کو رہائی بخشے تو اُس نے حضور کا قلب اِس کی طرف متوجہ کردیا تاکہ وہ اِس کی نجات کا وسیلہ ہو۔(ملفوظاتِ مہریہ، ص: ۱۲۶)

## رزق کی قدر

حضرت سیّدنا حذیفہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا جس کھانے پر بسم اللہ نہ پڑھی جائے شیطان اُس کھانے میں شریک ہوجاتا ہے۔(صحیح مسلم)

ایک دفعہ عباسی خلیفہ مامون رشید نے ہدبہ بن خالد کو اپنے ہاں مدّعو کیا۔ کھانے کے آخر میں جو دانے وغیرہ گر گئے تھے وہ آپ چُن چُن کر تناول فرمانے لگے۔ مامون نے حیران ہوکر پوچھا اے شیخ کیا ابھی تک آپ کا پیٹ نہیں بھرا؟ آپ نے فرمایا کیوں نہیں دراصل بات یہ ہے کہ مجھ سے حماد بن سلمٰی نے ایک حدیث شریف بیان فرمائی ہے "جو شخص دسترخوان کے نیچے گرے ہوئے ٹکڑوں کو چُن چُن کر کھائے گا وہ تنگدستی سے بے خوف ہوجائے گا۔" میں اِسی حدیث شریف پر عمل کررہا ہوں۔ یہ سُن کر مامون بے حد متاثر ہوا اور اپنے ایک خادم کی طرف اشارہ کیا وہ ایک ہزار دینار رومال میں باندھ کر لایا۔ مامون رشید نے اسے حضرت ہدبہ بن خالد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کردیا۔ حضرت ہدبہ بن خالد نے فرمایا الحمدللہ حدیث شریف پر عمل کرنے کی ہاتھوں ہاتھ برکت ظاہر ہوگئی۔(ثمرات الاوراق)

قیامت کے روز بدترین شخص وہ ہوگا جو دوسروں کی دُنیا کی خاطر اپنا دین برباد کرتا ہے۔(حدیث)

# جادو کو توڑنے کا مجرّب و آزمودہ نسخہ

مؤلف کتاب ہٰذا بیان کرتا ہوں کافی عرصہ پہلے کا یہ واقعہ ہے کہ میرے معاشی حالات بہت ہی خراب ہو گئے اور میں بیمار بھی رہنے لگا۔ پریشانیوں نے گھیر لیا تو میری والدہ صاحبہ نے مجھ سے فرمایا کہ بیٹے مجھے شبہ ہے کہ تم پر کسی نے جادُو کر دیا ہے۔ اس لیے تم کسی ایسے شخص کی تلاش کرو جو جادُو کو توڑنے کا علم جانتا ہو تو میں نے عرض کی امی جان میری تو کسی کے ساتھ دشمنی نہیں ہے۔ تو پھر مجھ پر کس نے جادُو کرانا ہے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بعض اوقات لوگ حسد کی وجہ سے بھی کرا دیتے ہیں۔ چنانچہ والدہ محترمہ کے اصرار پر میں گوجر خان کے ایک گاؤں میں گیا اور وہاں پر ایک حافظ صاحب جو صوم و صلوٰۃ کے پابند باشرع آدمی تھے اُن کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے حالات بتائے تو اُنہوں نے اپنے علم کی روشنی میں بتایا کہ آپ پر جادو کا اثر ہے اور فرمایا بِسْمِ اللّٰهِ الْوَاسِعُ جَلَّ جَلَالُهٗ کا ورد کیا کرو اور سوا کلو گوشت جو بغیر ہڈی کے ہو لے کر اُس کے باریک ٹکڑے کرو اور پھر کوئی دوسرا آدمی اس گوشت کو آپ کے سر کے اُوپر سے گھما کر مکان کی چھت کے اُوپر ایسی جگہ پھینکے جہاں پر صرف پرندے کھا سکیں اور کوئی جانور کُتّا بلی وغیرہ نہ کھائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا لیکن عجیب منظر دیکھنے میں آیا کہ کوّے سینکڑوں کے حساب سے غول کے غول اُڑ کر شور کرتے ہوئے گوشت کے پاس آتے تھے لیکن سُونگھ کر واپس چلے جاتے اور کسی نے گوشت کا ایک ٹکڑا بھی نہیں اُٹھایا۔ یہ منظر دیکھ کر میرے والدین حیران ہوئے اور والدہ صاحبہ نے مجھ کو دوبارہ حافظ صاحب کے پاس بھیجا تو جب میں نے حافظ صاحب سے واقعہ بیان کیا تو اُنہوں نے کہا کہ سخت ترین جادُو کا اثر ہے۔ بہر حال مجھے اُن کے علاج سے فائدہ نہ ہوا تو میں دو اور مشہور عاملوں کے پاس گیا تو اُنہوں نے بھی مجھے جادُو کا اثر ہی بتایا اور اِن میں سے ایک عامل جو بابا قلندر کے نام سے مشہور تھا اُس نے قرآنِ پاک کی آخری دو سورتیں فلق و ناس صبح و شام مجھے پڑھنے کی تلقین کی اور کہا فلاں دِن آنا میں آپ کا علاج شروع کروں گا اور ساتھ ہی کافی رقم کا مطالبہ بھی کیا۔ چنانچہ جب ایک دِن میں نے قرآن پاک میں اِن دونوں سورتوں کا ترجمہ اور تفسیر پڑھی تو میں بہت خوش ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے میری راہنمائی فرمادی ہے کہ جادُو کو توڑنے کا بہت ہی اعلیٰ نسخہ قرآنِ پاک میں سے سکھلا دیا۔ اس لیے اَب مجھے عاملوں کے پاس جانے اور اُنہیں پیسے دینے کی ضرورت ہی نہ رہی۔ اِس واقعہ کی تفصیل قرآنِ مجید میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ مختصر یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم پر یہودیوں نے جادُو کر دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم بیمار رہنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السّلام کو یہ دو سورتیں دے کر بھیجا ایک سورۃ کی پانچ آیتیں ہیں اور دوسری کی چھ یعنی کُل گیارہ آیتیں ہیں اور یہودیوں نے جو تانت کے ٹکڑے پر جادُو کی گرہیں لگائی تھیں وہ بھی گیارہ تھیں۔ چنانچہ جبرائیل علیہ السّلام وہ تانت کا ٹکڑا بھی اُٹھا کر لے آئے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم کے سامنے رکھ دیا اور جبرائیل علیہ السّلام ایک ایک آیت پڑھتے گئے اور ایک ایک گرہ کھلتی گئی اور جب دونوں سُورتیں فلق و ناس یعنی

گیارہ آیتیں پڑھیں تو گیارہ گرہیں کُھل گئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم بالکل ٹھیک ہو گئے۔ بس اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی اُمّت کو یہ بتلانا مقصود تھا کہ اے میرے محبوب (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) کے اُمّتیو اگر تم پر کوئی دشمن حاسد جادو کر دے تو تمہیں گھبرا کر دربدر بھٹکنے کی ضرورت نہیں۔ بڑے سے بڑا جادو سخت سے سخت جادو اِس نسخہ کے استعمال سے نیست ونابود ہو جائے گا انشاءاللہ۔ چنانچہ میں نے سب عاملوں سے کنارہ کشی اختیار کر کے اس قرآنی نسخہ پر عمل شروع کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے سارے حالات درست کر دیئے۔ اِن سورتوں کے اوّل وآخر درود شریف ضرور پڑھیں۔ (مؤلف)

## خواص سورۂ فلق وناس بحوالہ بیان القرآن

**سورۃ فلق:** ہر روز بلاناغہ تلاوت کرنے والا تمام آفات ارضی وسماوی سے محفوظ رہتا ہے۔ اور شر حاسدان اور دُشمنان سے بچا رہتا ہے اور اگر کسی پر سحر اَثر کر گیا ہو تو پڑھ کر دم کریں مسحور سو بار پڑھے تو خلاصی پاوے اور گھول کر پیئے اور لکھ کر گلے میں باندھے اِس میں ۸۶۳۳ عدد ہیں۔

**سورۃ ناس:** جو شخص پڑھ کر اپنے اوپر دَم کر لے اُس پر کسی کا سحر نہ چلے اور ہر بلا سے محفوظ رہے اور دفع سحر کے واسطے سو بار پڑھیں اور اگر ہر روز پڑھے تو تمام گناہ معاف کیے جاتے ہیں اور سحر زدہ اور آسیب زدہ پر پڑھ کر دم کریں اور اُسے نجات حاصل ہو۔ نقش اس کا لکھ کر پاس رکھیں تو تمام پریشانیاں دُور ہوں اور ہر بلا سے نجات ہو۔ اس میں ۵۲۹۶ عدد ہیں۔ ترمذی شریف میں ہے کہ جب یہ دو سورتیں فلق وناس نازل ہوئیں تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے انہیں کو وِرد کر لیا اور دوسری دعائیں جو شرّ جِنّ یا حسد وغیرہ سے بچنے کے لیے پڑھتے تھے۔ چھوڑ دیں۔

## حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا واقعہ

### (ایک انمول تحفہ)

یہ دعا حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے خادم تھے۔ دس برس تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خِدمت کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اِن کی ماں کی درخواست پر ان کے لیے دین ودنیا وآخرت کی بہتری کی دعا سے مشرف ومخصوص فرمایا۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی دعا سے اِن کی عمر، مال ودولت اور اولاد میں برکت دی اور اتنی برکت دی کہ کہا نہیں جا سکتا۔ ان کی عمر سو برس سے زیادہ ہوئی۔ اِن کی خاص اولاد کی تعداد سو تھی۔ اِن کے باغ اور کھیت سال میں دو بار فصل دیتے تھے۔ یہ دنیا کی برکات تھیں۔ آخرت کی برکات کس قدر اور کتنی ہوں گی۔ اندازہ بیان نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اکابر علمائے حدیث میں

سے تھے اُنہوں نے اپنی کتاب "جمع الجوامع" میں لکھا ہے کہ "ابوالشیخ کتاب ثواب وابن عساکر" جو تواریخ کی کتاب ہے اُس میں لکھتے ہیں کہ ایک روز حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ حجاج بن یوسف ثقفی کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ حجاج نے (اپنے خادموں کو) حکم دیا چار سو گھوڑے مختلف رنگوں اور نسلوں کے سامنے لائے جائیں۔ اِس نے ان گھوڑوں کو دیکھنے کے بعد حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا تم نے یہ گھوڑے دیکھے ایسے گھوڑے، یہ مال و دولت اور دوسرے اسباب کیا تم نے اپنے صاحب یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے پاس کبھی دیکھے۔ اُنہوں نے کہا قسم اللہ کی دیکھے ہیں۔ میرے صاحب و مالک و آقا کے پاس ان سے بہت بہتر بلکہ بہترین گھوڑے تھے اور یہ میں نے آپ ہی سے سُنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ جو لوگ گھوڑے رکھتے ہیں وہ تین قسم کے ہوتے ہیں ایک ایسا شخص ہوتا ہے کہ وہ گھوڑا اس لیے رکھتا ہے کہ وہ جہاد میں کام آئے۔ خدا کے دین کے دشمنوں کے خلاف جنگ کرے، مردانگی کی داد لے۔ ایسے گھوڑے کی لید، پیشاب، ہڈی وچمڑا اور گوشت سب قیامت کے روز اعمال کے ترازو میں تولے جائیں گے۔ دوسرے وہ اشخاص ہیں جو اپنی ضرورتوں کے لیے اپنی سواری کے لیے پیدل چلنے کی زحمت سے بچنے کے لیے گھوڑا رکھتے ہیں۔ تیسرے وہ ہیں جو اپنے نام و شہرت کے لیے گھوڑا رکھتے ہیں تا کہ لوگ دیکھیں، تعریف کریں، لوگ کہیں فلاں نے اتنے اور ایسے گھوڑے رکھے ہیں۔ ایسے شخص کی جگہ دوزخ ہے۔ اے حجاج تیرے گھوڑے اِسی قسم کے ہیں۔ یہ سنتے ہی حجاج غصّہ میں آ گیا۔ غضب کی آگ بھڑک اُٹھی اور اس نے کہا اے انس اگر تیری خدمت کا لحاظ نہ ہوتا جو تُو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی کی ہے اور اِس کے سوائے وہ سفارشی خط نہ ہوتا جو امیر المومنین عبدالملک بن مروان نے تیرے متعلق اور تیری نسبت لکھا ہے، یہ باتیں نہ ہوتیں تو آج تُو دیکھتا کہ میں کیا کرتا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا قسم اللہ کی تُو ہرگز کچھ نہیں کر سکتا بُری نظر سے بھی تُو میری طرف نہیں دیکھ سکتا، بُرا ارادہ بھی میرے بارے میں تو نہیں کر سکتا۔ تحقیق کہ چند کلمات میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے سُنے ہیں اور میں ہمیشہ اِن ہی کی پناہ میں ہوں۔ ان کلمات کی وجہ سے میں کسی سے نہیں ڈرتا۔ کسی بادشاہ کی بادشاہت اور اُس کے دبدبہ کا اثر مجھ پر نہیں ہو سکتا۔ کسی بادشاہ کا شر مجھ تک نہیں آ سکتا۔ کسی شیطان کا مجھ پر غلبہ نہیں ہو سکتا۔ حجاج اِن باتوں کو سننے کے بعد ڈر گیا۔ گُم سُم ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد سر اُٹھا کر کہا اے ابوحمزہ وہ کلمات مجھ کو سکھلا دو تو آپ نے جواب دیا قسم اللہ کی میں ہرگز نہیں تجھ کو سکھلاؤں گا تُو اِس کا اہل نہیں ہے اور جب حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آخری وقت آ گیا تو اُنہوں نے اپنے خادم حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ آپ کے سرہانے کھڑے آہ وزاری کر رہے ہیں تو اُن سے پوچھا تُو کیا چاہتا ہے؟ اُنہوں نے کہا میرے آقا جو کلمات تُو نے حجاج کو نہیں سکھلائے تھے وہ مجھ کو سکھلا دو تو حضرت اُنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے ثُوبان میں تم کو سکھلاتا ہوں کہ تُو اس کا اہل ہے۔ میں نے جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت دس برس کی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) دُنیا سے جانے تک مجھ سے راضی و خوش رہے تُو نے بھی اے

ثُوبان دس برس میری خدمت کی اَب میں دنیا سے جارہاہوں تجھ سے راضی ہوں صبح وشام ان کلمات کو کہا کر اللہ تعالیٰ تمہیں تمام آفات وبلّیات سے بچائے گا۔(بحوالہ مکتوبات از حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلوی)

دعا مبارک یہ ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ عَلٰی نَفۡسِیۡ وَدِیۡنِیۡ بِسۡمِ اللّٰہِ عَلٰی اَھۡلِیۡ وَمَالِیۡ وَوَلَدِیۡ بِسۡمِ اللّٰہِ عَلٰی ما اعطانی اللّٰہِ رَبِّی لا اَشۡرِك بِہٖ شِیۡئًا اللّٰہُ اَکۡبَرُ اللّٰہُ اَکۡبَرُ وا عزوجل واعظم مما اخاف واحذر عز جارك وجل ثناءك وَلَآ اِلٰہَ غَیۡرُكَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُبِكَ مِنۡ شَرِّ نَفۡسِیۡ وَمِنۡ کُلِّ شیطانٍ مَّرِیۡدٍ وَمِنۡ شَرِّ کُلِّ جَبَّارٍ عَنِیۡدٍ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَقُلۡ حَسۡبِیَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیۡہِ تَوَکَّلۡتُ وَھُوَ رَبُّ الۡعَرۡشِ الۡعَظِیۡمِ o اِنَّ وَلِیَّ اللّٰہُ نَزَّلَ الۡکِتٰبَ وَھُوَ یَتَوَلَّی الصّٰلِحِیۡنَ o

ترجمہ: اپنی جان کو اپنے آپ کو اپنے گھر والوں،مال و دولت بال بچّوں کو اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دینے کے بعد پناہ لیتاہوں خدا تعالیٰ کی تعویذ بناتاہوں اُس کے نام کو جو نعمت اُس نے مجھے دی ہے اللہ میرا پروردگار ہے میں کسی کو اُس کا شریک نہیں بناتا اللہ بہت بڑا ہے اللہ بہت بڑا ہے۔ بزرگ وبرتر ہے۔ سب سے بڑا ہے جس سے میں ڈرتا اور خوف رکھتاہوں۔ غالب ہے تیرا ہمسایہ اور تیری پناہ میں آنے والا تیری ثناء بہت بُزرگ ہے۔ کوئی معبود نہیں بجُز تیرے اے میرے اللہ میں تیری پناہ میں آتاہوں اپنے نفس کے شر سے،یعنی بدی وبرائی سے، تیری پناہ ڈھونڈتاہوں تیری پناہ میں آتاہوں نافرمان شریر راندہ متکبّر شیطان کے ہر شر اور اُس کے ہر تسلّط سے کہ وہ سیدھے راستہ سے مانع آتا ہے۔ حق کے ساتھ دُشمنی رکھنے والا ہے میرے لیے میرا خدا بہت کافی ہے۔ اُس کے سوا معبود ہے ہی نہیں۔ وہی عبادت کے قابل ہے میں اسی پر بھروسہ کرتاہوں اور اِس پر سارا کاروبار اور معاملہ چھوڑتاہوں۔ اِسی کو اپنا وکیل وکارساز بناتاہوں کہ وہ بڑے عرش کا پروردگار ہے۔ البتہ میرے تمام کاموں کے بنانے والا میرے تمام امور کی تدبیر کرنے والا میرا متولّی اللہ ہے جس نے نازل کی ہے کتاب جس میں دنیاو آخرت کے تمام امور کی تدابیر ہے۔ اے اللہ ہم کو صالحین سے کردے۔ آمین۔

# کلمہ طیّبہ کی فضیلت کا بیان

## لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوۡلُ اللّٰہِ۔

اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) اللہ کے رسول ہیں

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا ارشادِ گرامی ہے کہ جو شخص سو مرتبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھا کرے اللہ تعالیٰ جَلّ شانہٗ اُس

کو قیامت کے روز ایسا روشن چہرہ والا اُٹھائیں گے کہ جیسے چودھویں رات کا چاند ہوتا ہے اور جس دِن یہ تسبیح وہ پڑھے اُس دِن اُس سے اَفضل عمل والا وہی شخص ہو گا جو اِس سے زیادہ پڑھے۔ حدیث شریف کی متعدد روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دل کے لیے بھی نُور ہے اور چہرے کے لیے بھی نُور ہے اور یہ تو مشاہدہ بھی ہے کہ جن اکابر کا اِس کلمہ کی کثرت معمول ہے اُن کا چہرہ دنیا میں ہی نورانی ہوتا ہے۔ بخاری شریف کی حدیث ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلِہ وسلّم نے ارشاد فرمایا سب سے زیادہ سعادت مند اور نفع اُٹھانے والا میری شفاعت کے ساتھ وہ ہو گا جو دل کے خلوص کے ساتھ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے اور یہ کلمہ حدیث شریف میں افضل الذّکر فرمایا گیا ہے اور مشائخ عظّام کے سب طریقوں میں رائج ہے جسے نفی اثبات کا بھی ذکر کہتے ہیں۔ اہلِ اللہ کا یہ تجربہ ہے کہ اگر نفی اثبات کا ذکر کثرت کے ساتھ کیا جائے تو گناہ کی طرف رَغبت نہیں رہتی۔ قرآنِ پاک میں پچاسی (۸۵) آیات ہیں جن میں یہ کلمہ طیّبہ یا اس کا مضمون وارد ہوا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی یا اللہ کوئی ایسا عمل بتائیں جن سے تیرا ذکر کروں تو اللہ تعالیٰ نے کہا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا کرو۔ موسیٰ علیہ السّلام نے عرض کی یا اللہ یہ کلمہ تو تیرے سارے ہی بندے کہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ اگر ساتوں آسمان اور میرے سوا سب کائنات جس سے آسمانوں کی آبادی ہے اور ساتوں زمینیں ایک پلڑے میں رکھیں تو بھی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا وزن سب سے بھاری ہو گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام فرماتے ہیں محمد صلی اللہ علیہ وآلِہ وسلّم کی اُمت کے اعمال (حشر کی ترازو میں) اس لیے سب سے زیادہ بھاری ہوں گے کہ ان کی زبانیں ایک ایسے کلمے کے ساتھ مانوس ہوں گی جو پہلی اُمّتوں پر بھاری تھا۔ وہ کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلِہ وسلّم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلِہ وسلّم کا فرمان ہے کہ عرش کے نیچے نُور کا ایک ستون ہے جب کوئی شخص لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہتا ہے وہ نُور کا ستون ہلنے لگتا ہے۔ اللہ کا ارشاد ہوتا ہے ٹھہر جاوہ کہتا ہے میں کیسے ٹھہروں حالانکہ کلمہ طیّبہ پڑھنے والے کی ابھی تک مغفرت نہیں ہوئی۔ ارشاد ہوتا ہے کہ اچھا میں نے مغفرت کر دی تو وہ ٹھہر جاتا ہے۔ حضرت شدّاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اور حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اِس واقعہ کی تصدیق کرتے ہیں کہ ایک روز ہم لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلِہ وسلّم کی خدمت میں حاضر تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلِہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کوئی اجنبی (غیر مسلم) مجمع میں تو نہیں ہے ہم نے عرض کی کوئی نہیں فرمایا کواڑ بند کر دو۔ اس کے بعد فرمایا ہاتھ اُٹھاؤ اور کہو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہم نے تھوڑی دیر ہاتھ اُٹھائے رکھے (اور کلمہ طیّبہ پڑھا) پھر فرمایا اَلحمدُللہ اے اللہ یہ کلمہ تُو نے مجھے دے کر بھیجا ہے اور اِس کلمہ پر تُو نے جنّت کا وعدہ کیا ہے اور تُو وعدہ خلاف نہیں ہے۔ اِس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلِہ وسلّم نے فرمایا خوش ہو جاؤ کہ اللہ نے تمہاری مغفرت کر دی۔ (فضائل اعمال)

## استغفار کی فضیلت

حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلِہ وسلّم نے فرمایا کہ جس بندے نے ان

الفاظ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ و استغفار کی وہ بندہ ضرور بخش دیا جائے گا اگرچہ اُس نے میدانِ جنگ سے بھاگنے کا گناہ کیا ہو۔ استغفار یہ ہے۔ "اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ" (معارف الحدیث، جامع ترمذی، ابو داؤد)

ترجمہ: میں مغفرت اور بخشش چاہتا ہوں اُس اللہ تعالیٰ سے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور وہ زندہ اور قائم رہنے والا سب کا کارساز ہے اور اُس کے حضور میں توبہ و استغفار کرتا ہوں۔

## گناہوں کا کفّارہ اور ترقی درجات کا سبب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلم کی حدیث ہے جس کو احمد ترمذی، معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں ایک روز ایسا ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلم صبح کی نماز میں دیر کر کے تشریف لائے کہ آفتاب نکلنے میں تھوڑی دیر باقی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلم جلدی جلدی گھر سے برآمد ہوئے، تکبیر کہی گئی دو ہلکی رکعتیں ادا فرمائی گئیں۔ نماز کے بعد صحابہ کرامؓ سے بلند آواز سے فرمایا ہر شخص اپنی جگہ بیٹھا رہے کوئی نہ اُٹھے اِس سے آگاہ ہو جائے کہ آج میں کیوں دیر سے آیا اور وقت پر آنے سے آج کس چیز نے مجھ کو روک رکھا۔ اس کو تم سے کہتا ہوں۔ سُنو میں رات کو اُٹھا، وضو کیا، خدائے تعالیٰ نے جو چاہا نمازیں ادا کیں، یکایک میں نے اپنے پروردگار کو ایک اچھی صورت میں دیکھا (یعنی اگر یہ صفت حق کا بیان ہے تو اس سے مراد صفت و شان کی صورت ہے جو تجلّی لطف و کرم میں ہوا کرتی ہے۔ صورت صفت کے معنوں میں اکثر بولتے ہیں جیسا کہ عام طور سے کہا جاتا ہے صورت مسئلہ یہ ہے، صورتِ حال ایسی ہے اگر اپنا حال بیان کرتے ہیں تو کہتے ہیں میں اُس وقت اچھی صورت اور بزرگ حال میں تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلم کا یہ وقت شہود خاص تجلّی تام کے فیض پہنچانے کا تھا۔ اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلم نے اِس طرح کہا۔ اِس میں کوئی مشکل نہیں۔ اس سے کسی شکل و صورت کا اثبات نہیں ہوتا۔) پھر ایک آواز آئی اے محمد صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلم میں نے عرض کی اے میرے پروردگار میں حاضر ہوں۔ پروردگار نے فرمایا جانتے ہو وہ کونسے اعمال ہیں ملاءِ اعلیٰ (فرشتوں کا گروہ ملکوت کے باغ کے رہنے والے) آپس میں اِن اعمال کے بارے میں لڑ رہے ہیں۔ ان کی آپس میں تکرار ہو رہی ہے۔ اس کے کرنے، اِس کی قبولیت پانے اور دیوان اعمال میں اس کو لکھنے کے بارے میں سبقت کر رہے ہیں اور آدمیوں سے ادا ہونے کے بارے میں رشک کر رہے ہیں۔ میں نے عرض کی اے میرے پروردگار میں کچھ نہیں جانتا تُو سب جاننے والوں سے بڑا جاننے والا ہے۔ تین دفعہ آواز آئی ہر دفعہ میں نے یہی جواب دیا پھر میں نے اپنے پروردگار تقدس کو دیکھا کہ اس نے اپنے دونوں ہاتھ (یعنی قدرت و انعام کے) میرے شانہ پر رکھ دیئے۔ میں نے ایک ٹھنڈک اس کی اُنگلیوں کی اپنے سینہ میں پائی جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے میں نے اُس کو معلوم کر لیا۔ وہ مجھ پر کُھل گیا۔ میں نے اُن اعمال کو جان پہچان لیا جو میرے پروردگار نے مجھ سے پوچھا تھا۔ اس کو سمجھ گیا پھر آواز آئی۔ میں نے کہا اے میرے

پروردگار میں حاضر ہوں تو فرمایا کہ کس بارے میں فرشتے بحث کر رہے ہیں میں نے اِس دفعہ عرض کیا کفّارہ (چھپانے والا گناہوں کو یعنی خطا یا گناہ کا شرعی طور پر عوض کے بارے میں یعنی جس کے بارے میں وہ کام یا وہ گناہ صادر ہوئے بخش دیئے جائیں ان کی پوچھ گچھ نہ ہو، عذاب نہ دیئے جائیں اُن سے درگذر کیا جائے) پروردگار نے فرمایا وہ کفّارہ کیا ہے۔ میں نے عرض کیا نماز کے لیے چل کر جانا، جماعت سے نماز ادا کرنا، مسجد میں جماعت کے انتظار میں یا نوافل و تلاوت کے لیے بیٹھنا، آنے والی نماز کے وقت کے لیے منتظر رہنا، پورا مکمل وضو کرنا، ایسے وقت و حالت میں پانی کا استعمال کرنا جب طبیعت کو ناگوار ہو۔ پھر آواز آئی کہ فرشتے کس چیز کے بارے میں لڑ رہے ہیں؟ میں نے عرض کی مدارج کے لیے، یعنی وہ عمل جس سے بندوں کے مرتبے، درجے درگاہِ عزّت میں بلند ہوتے ہیں۔ آواز آئی کہ وہ کیا مدارج ہیں؟ میں نے عرض کیا مسکینوں، بھوکوں کو کھانا کھلانا، ان کے ساتھ انعام واحسان کرنا، دینا دِلانا تاکہ وہ زندگی بسر کر سکیں، اچھی بات کرنا، لوگوں کے ساتھ نرمی سے گفتگو کرنا، اپنے ماتحتوں پر سختی نہ کرنا، اِس وقت نماز پڑھنا جب لوگ سوتے ہوں، آدھی رات کے بعد نماز کے لیے کھڑا ہونا، اِس کے بعد فرمان ہوا جو مانگنا ہے مانگ۔ میں نے دعا کی (بعض روایتوں میں یہ دعا بتلائی گئی کہ جب نماز پڑھ چکو تو یہ دعا کرو) **اَللّٰھُمَّ انی اسئلك فعل الخیرات وترك المنكرات** اے میرے اللہ میں مانگتا ہوں۔ تجھ سے توفیق نیک کاموں کے کرنے کی اور منع کیے ہوئے بُرے کاموں کے نہ کرنے اور اُن کے چھوڑنے کی **ان تغفرلی وترحمنی** میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ تو میرے گناہ بخش دے اور اپنے فضل سے مجھ پر رحمت کر **اسئلك حبك** چاہتا ہوں تجھ سے تیری محبّت **وحب من یحبك** دوستی اور محبت اِن کی جن کو تُو دوست رکھتا ہے یا دوستی اور محبّت اِن کی جو تجھ کو دوست رکھتے ہیں **وحب عمل یقربنی علیك** اور اس عمل سے محبت جو تجھ سے قریب کر دے۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا جو کچھ میں نے دیکھا حق ہے سچ ہے، اِس دعا کو یاد کر لو اور دوسروں کو بھی یاد کرا دو اور یاد کرنے کی تعلیم دو۔ (بحوالہ مکتوبات از شیخ عبدالحق محدّث دہلوی)

# ذکرِ الٰہی کی مجلسوں کی فضیلت

حضرت ابی دردا رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ جلّ شانہٗ بعض قوموں کا حشر اس طرح فرمائیں گے کہ ان کے چہروں میں نُور چمکتا ہو گا وہ موتیوں کے ممبروں پر ہوں گے۔ لوگ اُن پر رشک کرتے ہوں گے۔ وہ انبیاء و شہداء نہیں ہوں گے۔ کسی نے عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اُن کا حال بیان فرما دیں تاکہ ہم اُن کو پہچان لیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ لوگ ہوں گے جو اللہ کی محبّت میں مختلف جگہوں اور مختلف خاندانوں سے ایک جگہ آ کر جمع ہو گئے ہوں اللہ کے ذکر میں مشغول ہوں۔

حضرت انسؓ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا کہ جب جنت کے باغوں میں سے گذرو تو خوب چَرو۔ کسی نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلم جنت کے باغ کیا ہیں۔ فرمایا ذکر کے حلقے۔

حضرت انسؓ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا کہ جو لوگ اللہ کے ذکر کے لیے مجتمع ہوں اور اُن کا مقصود اللہ ہی کی رضا ہو تو آسمان سے ایک فرشتہ ندا کرتا ہے مغفرت سمیٹتے ہوئے ذکرِ الٰہی سے اُٹھو۔ میں نے تمہارے گناہوں کو نیکیوں میں بدل دیا۔ (سُبحان اللہ یہ کمالِ رحمت الٰہی ہے کہ گناہ بھی نیکیاں بن جائیں)۔

حضرت ابو ذرینؓ فرماتے ہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تجھے دین کی تقویت کی چیز بتاؤں جس سے تُو دونوں جہان کی بھلائی کو پہنچے وہ اللہ کا ذکر کرنے والوں کی مجلسیں ہیں۔ اُن کو مضبوط پکڑ اور جب تُو تنہا ہوا کرے تو جتنی بھی قدرت ہو اللہ کا ذکر کرتا رہ۔

# گنہگارو آؤ بابِ توبہ کھلا ہے

## (سچّی توبہ کی فضیلت)

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ (البقرہ: ۲۵۶)

(اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا والی ہے اُن کو اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے۔)

اللہ تعالیٰ کی رحمت کے فیض سے کائنات کا ذرّہ ذرّہ سیر اب ہے اس کا نام رحمان ورحیم ہے جو کچھ یہاں ہے سب اُسی کی رحمت کا ظہور ہے وہ نہ ہو تو کچھ نہ ہو۔ اس لیے اُس کی رحمت سے مایوسی گناہ ہے۔ مجرم گنہگار سے گنہگار کو نوازنے کے لیے وہ ہمہ وقت تیار ہے۔ مجرموں اور گنہگاروں کو میرے بندے کہہ کر تسلی کا پیغام بھیجتا ہے۔ "قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ؕ اِنَّہٗ ھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ" (الزمر: ۵۳) "اے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلم) میرے ان بندوں کو پیغام پہنچا دے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے کہ وہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں۔ اللہ یقیناً تمام گناہوں کو بخش سکتا ہے کہ وہ بخشش کرنے والا اور نہایت رحم کھانے والا ہے۔" قاصدِ خاص کو حکم ہوتا ہے کہ ہماری طرف سے ہمارے گنہگار بندوں کو سلام پہنچاؤ اور تسلی کا یہ پیغام دو کہ اُس کا بابِ رحمت ہر وقت کُھلا ہے۔ "وَاِذَا جَآءَکَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ کَتَبَ رَبُّکُمْ عَلٰی نَفْسِہِ الرَّحْمَۃَ ۙ اَنَّہٗ مَنْ عَمِلَ مِنْکُمْ سُوْٓءًا ۢ بِجَھَالَۃٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِہٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّہٗ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ" (الانعام: ۵۴) "اے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلم) جب وہ تیرے پاس آئے ہیں جو میری

آیتوں پر یقین رکھتے ہیں تو اُن کو کہہ تم پر سلامتی ہو تمہارے پروردگار نے اپنے اوپر از خود اپنے بندوں پر مہربان ہونا لازم کر لیا ہے کہ تم میں سے جو کوئی برائے نادانی بُرائی کر بیٹھے اور پھر اس کے بعد توبہ کرے اور نیک بنے تو وہ بے شک بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔" قرآنِ کریم کی تعلیم کے مطابق اِس وسیع عرصۂ کائنات کا کوئی ذرّہ اس سایۂ رحمت سے محروم نہیں۔"

**وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ** "(الاعراف:۱۵۶)"اور میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔"

**وسبقت غضبی** (بخاری) "میرے غصّہ سے میری رحمت بہت زیادہ ہے۔" بخاری شریف اور ترمذی کی صحیح حدیثوں میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اِس عالم کو پیدا کیا تو اِس نے اپنے دستِ خاص سے اپنے اوپر رحمت کی پابندی عائد کر لی۔ حضرت ابو ایوب اصحابیؓ کی وفات کا وقت جب قریب آیا تو اُنہوں نے لوگوں سے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اگر تم گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ اور مخلوق پیدا کرتا کہ وہ گناہ کرتی اور وہ اُس کو بخشتا (یعنی اللہ تعالیٰ کو اپنے رحم و کرم کے اظہار کے لیے گنہگار بندوں کی تلاش ہے۔) ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک غزوہ سے واپس تشریف لا رہے تھے۔ ایک عورت بچّہ لے کر سامنے آتی ہے اور عرض کرتی ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک ماں کو جتنی اولاد سے محبت ہوتی ہے کیا خدا کو بندوں سے اِس سے زیادہ نہیں ہے۔ فرمایا بے شک اِس سے زیادہ ہے۔ بولی "تو کیا کوئی اپنی اولاد کو خود آگ میں ڈالنا گوارا کرے گی۔ یہ سُن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر گریہ طاری ہو گیا۔ پھر سر مبارک اُٹھا کر فرمایا خدا صرف اُس بندہ کو عذاب دیتا ہے جو سرکشی سے ایک کو دو کہتا ہے (یعنی جو شِرک کرتا ہے) سنن نسائی باب یرجٰی من الرحمۃ)

مشکوٰۃ شریف کی حدیث ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک مجلس میں تشریف فرما ہیں۔ ایک اصحابیؓ چادر میں ایک پرند کو مع اس کے بچّوں کو باندھ کر لاتے ہیں اور واقعہ عرض کرتے ہیں۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں نے ان کو ایک جھاڑی سے اُٹھا کر ایک کپڑے میں لپیٹ لیا۔ ماں نے دیکھا تو میرے سر پر منڈلانے لگی میں نے ذرا سا کپڑے کو کھول دیا تو وہ فوراً میرے ہاتھ پر اپنے بچّوں پر گر پڑی۔ یہ واقعہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا بچّوں کے ساتھ ماں کی اِس محبّت پر تم کو تعجب ہے۔ قسم ہے اُس ذات کی جس نے مجھ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا جو محبّت اس کو بچوں کے ساتھ ہے خدا کو اپنے بندوں کے ساتھ بدرجہا زیادہ ہے۔ (مشکوٰۃ بحوالہ ابو داؤد باب الرحمت)

## بابِ توبہ میں چند آیاتِ مبارکہ ملاحظہ ہوں

**یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ؕ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ یُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ وَ یُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ** (التحریم: ۸) اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے توبہ کرو سچی توبہ تو کچھ عجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کا کفّارہ کر دیں اور تمہیں ایسی جنتوں میں داخل کر دیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔

**وَ تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ جَمِیْعًا اَیُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ** ۝ (النور:۳۱) اے ایمان والو تم سب اللہ کی طرف توبہ کرو تاکہ کامیاب

ہو جاؤ۔

وَهُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَیَعْفُوْا عَنِ السَّیِّاٰتِ (الشوریٰ: ۲۵) اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور گناہ معاف کرتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ (البقرہ:۲۲۲) بیشک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے اور خوب پاک ہونے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِیْنَ غَفُوْرًا (بنی اسرائیل:۲۵) بیشک وہ رجوع کرنے والوں کو بخش دینے والا ہے۔ حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ یہ آیت اُس شخص کے بارے میں نازل ہوئی جو گناہ کرتا ہے پھر توبہ کرتا ہے پھر گناہ کرتا ہے پھر توبہ کرتا ہے۔

حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ گنہگاروں کو خوشخبری سنادو کہ اگر وہ توبہ کریں تو توبہ قبول ہو گی اور صدیقین کو تنبیہہ کرادو کہ اگر میں نے اِن کے بارے میں عدل کیا تو اُنہیں عذاب دُوں گا۔ (مکاشفۃ القلوب)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ کر باہر نِکلا دیکھا ایک عورت باہر کھڑی ہے کہنے لگی اے ابوہریرہ میں نے گناہ کیا۔ کیا میرے لیے توبہ ہے؟ میں نے پوچھا تُونے کیا گناہ کیا ہے؟ اُس نے کہا میں نے بدکاری کی اور بدکاری سے پیدا ہونے والے بچّے کو قتل کر دیا۔ میں نے کہا تُو خود بھی ہلاک ہوئی اور دوسروں کو بھی ہلاک کیا۔ اللہ کی قسم تیرے لیے کوئی توبہ نہیں۔ وہ بے ہوش ہو کر گر پڑی۔ میں چلا گیا لیکن دِل میں سوچا میں فتویٰ تو دے رہا ہوں حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلم ہمارے اندر موجود ہیں تو میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور سارا قصّہ بیان کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا تُو ہلاک ہوا اور اُسے بھی ہلاک کیا کیا یہ آیت تم نہیں جانتے۔ وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا یَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ یَلْقَ اَثَامًا ۙ یُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَیَخْلُدْ فِیْهٖ مُهَانًا ۖ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا (الفرقان:۶۸ تا ۷۰) "اور وہ لوگ جو اللہ کے سوا کسی دوسرے کو خدا بنا کر نہیں پکارتے اور جس شخص کو مار ڈالنا اللہ نے حرام کیا ہے اس کو قتل نہیں کرتے مگر جائز طریق یعنی شریعت کے حکم سے اور بدکاری نہیں کرتے اور جو یہ کام کرے گا سخت گناہ میں مبتلا ہو گا۔ قیامت کے دن اُس کو دُگنا عذاب ہو گا اور وہ ذلّت و خواری سے ہمیشہ اس میں رہے گا۔ مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھے کام کیے تو ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں میں بدل دے گا۔ یعنی اگر وہ شرک اور کُفر سے بچیں اور سچی توبہ کریں تو گناہ بھی نیکیاں بن جائیں گی۔ یہ کمال رحمتِ الٰہی ہے۔ (مترجم) چنانچہ میں باہر آیا اور پوچھا کہ وہ کون ہے جو اُس عورت کے بارے میں مجھے خبر دے۔

جس نے مجھ سے مسئلہ پوچھا تھا۔ ابوہریرہؓ اُس عورت کی تلاش میں اِس قدر پریشان تھے کہ بچّے کہنے لگے کہ ابوہریرہؓ دیوانے ہو گئے ہیں۔ آخر آپ نے اُس عورت کو تلاش کر لیا اور مسئلہ بتایا وہ عورت شِدّت مسرّت سے ہنس پڑی اور کہنے لگی میرا ایک باغ ہے جسے اللہ اور اُس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلم) کے حکم پر صدقہ کرتی ہوں۔ (مکاشفۃ القلوب امام غزالی)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس مومن سے بہت خوش ہوتا ہے جو گناہ میں مبتلا ہوتا ہے تو بہت توبہ کرتا ہے۔ (مشکوٰۃ، جلد:۱، ص:۵۷۶)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی کہ وہی تقویٰ اور بخشش والا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اس بات کے لائق ہوں کہ لوگ مجھ سے ڈریں جو ڈر گیا میں اِس لائق ہوں کہ اِس کو بخشوں۔ (مشکوٰۃ، ج:۱، ص:۵۱۵)

حضرت جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص نے کہا اللہ کی قسم اللہ فلاں شخص کو نہیں بخشے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کون ہے جو مجھ پر ایسا گمان رکھتا ہے کہ میں فلانے کو نہیں بخشوں گا۔ تیرے اِس قول کی وجہ سے تیرے سارے عمل ضائع کر دیئے اور فلاں کو بخش دیا۔ (مشکوٰۃ، ج:۱، ص:۵۱۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا بندہ دوزخیوں کے کام کرتا رہتا ہے اور ہوتا وہ جنتی ہے اور جنتیوں کے کام کرتا رہتا ہے اور ہوتا وہ دوزخی ہے۔ معتبر وہ اعمال ہیں جو خاتمہ کے وقت سرانجام پائیں۔ (مشکوٰۃ شریف متفق علیہ)

حضرت ابوسعید خذری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل میں ایک آدمی نے ایک کم سو قتل کیے پھر وہ آدمی نکلا اپنی توبہ کے بارے میں پوچھتا تھا۔ ایک عابد وزاہد کے پاس آیا۔ اس سے پوچھا کہ میرے لیے توبہ ہے۔ اِس نے کہا نہیں۔ اِس نے اسے بھی قتل کر دیا پھر پوچھنا شروع کیا کسی نے کہا فلاں بستی میں جا اُس کو راستہ میں موت آئی۔ اِس نے اپنا سینہ اُس کی طرف بڑھایا۔ رحمت وعذاب کے فرشتے اُس کی روح قبض کرنے کے لیے جھگڑے۔ اللہ نے اُس بستی کو حکم دیا تُو قریب ہو جا۔ دوسری بستی کو حکم دیا تُو دُور ہو جا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اُس کے درمیانی راستہ کو ناپو جس کی طرف وہ چلا تھا ایک بالشت نزدیک پایا اور اُس کو بخش دیا۔ (مشکوٰۃ، ج:۱، متفق علیہ)

منقول ہے کہ ایک حبشی نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلم کیا اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے جب میں عمل کرتا ہوں، آپ نے فرمایا ہاں، اُس نے ایک چیخ ماری اور روح پرواز کر گئی۔ (مکاشفۃ القلوب)

**حکایت:**

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منوّرہ کی ایک گلی میں سے گذر رہے تھے۔ ایک نوجوان سامنے آیا۔ اُس نے کپڑوں کے نیچے ایک بوتل چُھپا رکھی تھی۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا اے جوان یہ کپڑوں کے نیچے کیا چھپا رکھا ہے۔ اِس میں شراب

تھی۔ لیکن نوجوان نے شراب کہنے میں شرمندگی محسوس کی۔ اِس نے دل میں دعا کی یا اللہ مجھے حضرت عمرؓ کے سامنے شرمندہ اور رسوانہ فرمانا۔ اس کے ہاں میری پردہ پوشی فرمانا، میں کبھی شراب نہیں پیئوں گا۔ اس کے بعد نوجوان نے عرض کی اے امیر المومنین سِرکہ کی بوتل اُٹھائے ہوئے ہوں۔ آپ نے کہا مجھے دِکھاؤ۔ جب دِکھائی اُن کے سامنے کی تو حضرت عمرؓ نے دیکھا تو سِرکہ تھا۔ اَب دیکھیے مخلوق نے مخلوق کے ڈر سے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے شراب کو سِرکہ بنادیا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اِس کی توبہ میں اخلاص دیکھا اور اگر ایک گنہگار آدمی جو بُرے اعمال کی وجہ سے ویران ہو چکا ہو خالص توبہ کرے اپنے کیے پر نادم ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو سِرکہ کی نیکی میں بدل دے گا۔ (مکاشفۃ القلوب، ص:۴۷)

روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو ملعون ٹھہرایا تو اُس نے مہلت مانگی۔ اللہ تعالیٰ نے قیامت تک اُس کو مہلت دے دی۔ اِس نے کہا تیری عزّت کی قسم جب تک ابنِ آدم میں جان ہے میں اِس کے دل سے اطاعت نکال دُوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میری عزّت وجلال کی قسم جب تک ان میں جان رہے گی میں توبہ کا دروازہ اِن سے بند نہیں کروں گا۔ (مکاشفۃ القلوب، ص:۴۸)

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے جو اپنے بندوں کے دِلوں پر غفلت ڈال دی ہے یہ بھی رحمت ہے کہ خوفِ خدا سے مَر نہ جائیں۔ (بحوالہ جنت کا منظر)

اے خدا قربان احسانت شوم
آنچہ احسان ست قربانت شوم

(اے خدا تیرے احسان پر قربان جاؤں جو احسان ہے اس پر تیرے قُربان جاؤں)

ظالم حاکم بدترین شخص ہے اور عادل حاکم بہترین شخص ہے (بیہقی)
عادل حاکم کی اطاعت کرو۔ (مُسلم)

## حکایت:

عتبہ نوجوان تھے اور وہ (توبہ سے پہلے) فسق وفجور اور شراب نوشی میں مشہور تھے۔ ایک دِن حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں آئے۔ آپ اُس وقت اللہ تعالیٰ کی اس آیت مبارکہ کی تفسیر کر رہے تھے۔ اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ (الحدید:۱۶) ''کیا ابھی تک وہ وقت نہیں آیا کہ اِن کے دِل اللہ کے ذکر کے لیے نرم ہو جائیں) اس قدر مؤثر وعظ فرمایا کہ لوگوں پر گریہ طاری ہو گیا ایک نوجوان کھڑا ہوا اور یہ کہنے لگا اے نیک آدمی اللہ تعالیٰ مجھ جیسے فاسق و فاجر کی توبہ قبول کرے گا جب میں توبہ کروں۔ شیخ نے فرمایا ہاں اللہ تعالیٰ تیرے فسق وفجور کے باوجود تیری توبہ قبول کرے گا۔ جب عتبہ نے یہ بات سنی تو اِس کا چہرہ زرد پڑ گیا اور سارا جسم کانپنے لگا۔ چلّایا اور غش کھا کر گر پڑا۔ جب افاقہ ہوا تو اشعار پڑھے۔ جن کا ترجمہ مندرجہ ذیل ہے:

اے عرش کے رب کی نافرمانی کرنے والے جوان تُو جانتا ہے کہ گنہگاروں کے لیے کیا سزا ہے۔

نافرمانوں کے لیے جہنم ہے جس میں گرج ہو گی اور جس دن پیشانیوں سے پکڑے جائیں گے اور اُس دن غضب ہو گا۔

پس تُو اگر آگ پر صبر کر سکے تو نافرمانی کر ورنہ نافرمانی سے دُور ہو جا۔

تُو نے گناہ کس لیے کیے ہیں تُو نے اپنے آپ کو پھنسا دیا۔ اَب نجات کے لیے کوشش کر۔

اور عتبہ کہنے لگا اے شیخ کیا میرے جیسے کمینے کی توبہ بھی رَبّ رحیم قبول کرے گا۔ شیخ نے فرمایا بدنصیب بندے کی توبہ و معافی اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے۔ پھر اس نے سر اُٹھایا اور تین دعائیں کیں۔ (۱) اے میرے اللہ اگر تُو نے میری توبہ قبول کر لی اور میرے گناہ معاف کر دیئے ہیں تو مجھے فہم و یادداشت عطا کر۔ مجھے عزّت عطا فرما تا کہ علومِ دین اور قرآن میں سے جو کچھ سُنوں حفظ کر لُوں۔ (۲) اے اللہ مجھے حُسنِ آواز کا اعزاز عطا فرما جو میری قرأت سُنے اگر سنگدِل ہو تو اُس کا دِل نرم ہو جائے۔ (۳) اے اللہ مجھے رزقِ حلال کا اعزاز عطا فرما وہاں سے مجھے روزی عطا فرما جس کا مجھے گمان بھی نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اُس کی تمام دعائیں قبول فرمائیں۔ اس کا فہم تیز ہو گیا جب وہ تلاوت قرآنِ مجید کرتا تو ہر سُننے والا توبہ کرتا۔ اس کے گھر سالن کا پیالہ اور روٹیاں رکھی ہوتیں اور وہ نہیں جانتا تھا کہ کون رکھ جاتا ہے۔ اِس حالت میں اُس نے دنیا سے رحلت کی۔ (مکاشفۃ القلوب، امام غزالی)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم جب اپنے ربّ سے سوال کرتے تھے یا دعا مانگتے تو تین تین بار دہرایا کرتے تھے (متفق علیہ)

# گناہوں کو ترک کرنا افضل عبادت ہے

مسندِ احمد میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنھما نے حضرت امیر معاویہؓ کو خط لکھا کہ بندہ جب اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے تو اُس کے مدّاح بھی اُس کی مذمّت کرنے لگتے ہیں اور دوست بھی دشمن ہو جاتے ہیں۔ صحیح حدیث شریف میں ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مومن جب گناہ کرتا ہے تو اِس کے دل پر سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے۔ پھر اگر توبہ استغفار کر لی تو نقطہ مِٹ جاتا ہے اور اگر توبہ نہ کی تو نقطہ بڑھتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے پورے دل پر چھا جاتا ہے اور اس کا نام قرآن کریم میں رَیْن ہے۔ كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۝۱۴ (المطففین:۱۴) "یعنی اُن کے دلوں پر زنگ لگا دیا اُن کے اعمالِ بد نے۔" (معارف القرآن)

محمد بن کعب قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی عبادت یہ ہے کہ گناہوں کو ترک کیا جائے، جو لوگ نماز تسبیح کے ساتھ گناہوں کو نہیں چھوڑتے اِن کی عبادت مقبول نہیں اور حضرت فضیل بن عیاض نے فرمایا کہ تم جس قدر گناہ کو ہلکا سمجھو گے اتنا ہی وہ اللہ کے نزدیک بڑا جُرم ہو جائے گا۔ اور سلف صالحین نے فرمایا ہر گناہ کفر کا قاصد ہوتا ہے جو انسان کو کافرانہ اعمال واخلاق کی طرف دعوت دیتا ہے۔

توبہ بر لب سبحہ بر کف دِل پُر از ذوقِ گناہ
معصیّت از خندہ می آئید زِ استغفار ما

# حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی توبہ

مسلمان خواہ کتنا ہی بدکار وسیاہ کار ہو لیکن اُس کی مثال ہیرے کی طرح ہے کہ ہیرا اگر گندگی وغلاظت میں گر جاتا ہے تو صاف کرنے پر وہ ہیرا ہی ہوتا ہے اسی طرح گناہوں کی غلاظت میں لتھڑا ہوا انسان اللہ تعالیٰ کے حضور جب سچی توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کی توبہ قبول فرما کر اُس کو اس طرح پاک وصاف کر دیتا ہے۔ گویا کہ اِس نے گناہ کیا ہی نہیں اور اُس کو اپنے محبوب بندوں میں شامل فرما کر انعام واکرام سے نوازتا ہے۔ یہ کمال رحمتِ الٰہی ہے جس کی بیشمار مثالیں موجود ہیں۔ انہی مبارک ہستیوں میں سے حضرت ابو علی فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ بھی ہوئے ہیں۔ پہلے ڈاکو تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اُنہیں توبہ و اخلاص کی نعمت سے نوازا نتیجہ یہ ہوا کہ پیشے کا رُخ ہی بدل گیا۔ پہلے اگر لوگوں کا مال لوٹتے تھے تو اَب اُنہوں نے خزائن معرفت پر ڈاکہ ڈالنا شروع کر دیا۔ طبیعت وذوق کے اعتبار سے حزن پسند تھے۔ ابو علی رازی کا کہنا ہے کہ میں ان کی صحبت میں تیس برس تک رہا میں نے انہیں کبھی ہنستے نہیں دیکھا۔ ایک مرتبہ ہنسے یہ وہ وقت تھا جب اُن کا لختِ جگر علی فوت ہوا۔ میں نے پوچھا اِس

پر آپ کیوں ہنستے ہیں۔ اِن کا جواب یہ تھا جب میرے مولا کو علی کی موت پسند ہے تو میں کیوں نہ اِس پر مسرّت کا اظہار کروں دنیا کے بارے میں اُن کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ اگر دنیا مجھے تمام دلچسپیوں کے ساتھ دے دی جائے اور پھر کسی محاسبہ کا بھی اندیشہ نہ ہو تب بھی میں اِسے ایسا ناپاک ہی سمجھوں گا جیسے تم مُردار کو ناپاک سمجھتے ہو۔

زندگی از بہرِ ذکر و بندگی است

بے عبادت زندگی شرمندگی اَست

(عارف رومیؒ)

## حضرت پیر نقیب اللہ شاہ صاحب کا قول مبارک (توبہ کا بیان)

حضرت پیر نقیب اللہ شاہ صاحب کے ایک مُرید کے ساتھ اچانک ایک جگہ ملاقات ہو گئی جو دراز قد اور انتہائی مضبوط نوجوان تھے۔ اُنھوں نے اپنا تعارف کراتے ہوئے مجھ سے کہا کہ میں محمدی پور ضلع گجرات کا رہنے والا ہوں اور سادات گھرانہ سے میرا تعلق ہے۔ میں مشہور ڈاکو تھا۔ قتل وڈاکہ تو میرا پیشہ تھا۔ پاکستان کے علاوہ یورپ میں جاکر بھی ڈکیتیاں کی ہیں لیکن جب میں حضرت پیر نقیبُ اللہ شاہ صاحب کے دستِ بیعت ہوا تو آپ نے مجھے نصیحت کرتے ہوئے ایک ہی بات کی۔ فرمایا کہ بُزدل آدمی بار بار توبہ کرتا ہے اور بار بار توڑتا ہے لیکن بہادر آدمی جب توبہ کرتا ہے تو پھر اُس توبہ پر قائم رہتا ہے۔ چور ڈاکو دلیر آدمی ہوتے ہیں اس لیے اگر وہ توبہ کرلیں تو وہ توبہ پر قائم رہتے ہیں۔ بس آپ کی وہ بات میرے دل پر اس قدر اثر کر گئی کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے گناہوں سے سچی توبہ کرلی اور اَب اللہ کا شکر ہے کہ پانچ وقت کی نماز پڑھتا اور ذِکر واذکار کرتا رہتا ہوں۔ چنانچہ شاہ صاحب کی بات سُن کر میں بے حد خوش ہوا۔ (مؤلف)

## شرائط توبہ

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا تُوۡبُوۡۤا اِلَی اللّٰهِ تَوۡبَةً نَّصُوۡحًا ؕ (التحریم:۸) ”اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی طرف پختہ توبہ کرو۔“

یاد رہے کہ ہر چھوٹے بڑے گناہ سے توبہ کرنا فرض عین ہے۔ اس لیے کہ چھوٹے گناہ مسلسل کرنے سے انسان بڑے گناہ بھی کرڈالتا ہے۔ ”توبۃ النصوح“ یعنی سچی توبہ کا مطلب یہ ہے کہ انسان ظاہر وباطن سے توبہ کرے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ کوڑے کے ڈھیر پر ریشم کی چادر ڈال دی جائے تو لوگ اس کو دیکھ کر تعجب کریں گے کہ کس قدر خوب ہے مگر جب اِس پر سے پردہ ہٹا دیا جائے تو لوگ منہ پھیر لیں کیوں کہ مخلوق کی نظر عبادت ظاہرہ پر پڑتی ہے لیکن جب قیامت کے دن لوگوں کا باطن سامنے کردیا جائے گا تو فرشتے اُس سے منہ پھیر لیں گے۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ قیامت کے دن کئی

توبہ کرنے والے ایسے ہوں گے کہ جن کو گمان ہو گا کہ وہ توبہ کرنے والے ہیں حالانکہ وہ توبہ کرنے والے نہیں ہیں یعنی توبہ کا طریقہ اختیار نہیں کیا۔ ندامت نہیں ہوئی۔ گناہوں سے رُک جانے کا عزم نہیں کیا۔ جن پر ظلم کیا اُن سے معاف نہیں کرایا بشرطیکہ یہ ممکن تھا البتہ جس نے کوشش کی اور ناکامی کی صورت میں اہلِ حقوق کے لیے استغفار کیا تو اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ اہلِ حقوق کو راضی کر کے انہیں چھڑالے۔ (مکاشفۃ القلوب)

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا فعلِ بد سے پریشانی توبہ ہے۔ اِس قول میں توبہ کی جملہ شرطیں موجود ہیں۔ (۱) ایک شرط مخالفتِ حق تعالیٰ سے پریشانی۔ (۲) دوسری شرط مخالفتِ حق تعالیٰ کو چھوڑ دینا ہے۔ (۳) تیسری شرط گناہ کی طرف نہ لوٹنے کا (پختہ) ارادہ ہے۔ (کشف المحجوب، ص:۴۰۱، حضرت سیّد علی ہجویری) عزم راسخ کے بعد ضروری نہیں کہ تائب توبہ پر قائم رہ سکے۔ اگر سچّی توبہ کے بعد توبہ میں فتور واقع ہو جائے اور عزم راسخ کے باوجود اِنسان معصیت (گناہ) میں اُلجھ جائے تو ثوابِ توبہ فسخ نہیں ہوتا۔ (کشف المحجوب، بابِ توبہ)

## حضرت ذوالنّون مصری رحمۃ اللہ علیہ (توبہ کا بیان)

حضرت ذولنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے بھی ہیں جنہوں نے گناہوں کے درخت لگائے جیسے کہ قلوب کی نگاہ ہوا نہیں توبہ کے پانی سے سیر اب کیا پھر وہ شرمندگی اور غم کا پھل لائے۔ دیوانگی کے بغیر ہی وہ دیوانے ہیں۔ بے عقلی کے بغیر ہی وہ کم عقل نظر آتے ہیں۔ در حقیقت وہ بڑے ہی فصیح و بلیغ ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی معرفت رکھتے ہیں۔ پھر اُنہوں نے جامِ صفانوش کیا اور طویل ابتلاء پر صبر کیا۔ ان کے دل ملکوت میں لگ کر رہ گئے۔ اِن کے افکار وحجابات جبروت میں جاری وساری ہیں۔ وہ ندامت کے پتوں کے سایہ میں ہیں۔ اُنہوں نے گناہوں کے اعمالنامے پڑھ لیے اور فریاد میں گر گئے۔ حتیٰ کہ تقویٰ کے زینہ کے ذریعہ زُہد کی بلندی پر چڑھ گئے۔ ترکِ دنیا کی تلخی کو شیرین سمجھنے لگے۔ سخت بستر پر بھی اُن کے نزدیک نرم ہو گئے۔ حتیٰ کہ نجات وسلامتی کی رسی پکڑنے میں وہ کامیاب ہو گئے۔ ان کی ارواح بلندی میں سیر کرنے لگیں اور نعمت کے باغات میں ڈیرے ڈال دیئے اور بحرِ حیات میں غوطہ زن ہوئے۔ اُنہوں نے جزع و فزع کی خندقیں بند کر دیں۔ خواہش کے پُل پار کیے آخر کار میدانِ عمل میں اُتر پڑے اور حِکمت کے حوض سے سیر اب ہوئے۔ فطانت کی کشتی پر سوار ہوئے۔ بحرِ سلامت میں ہوائے نجات کے ساتھ لنگر چھوڑ دیئے۔ باغاتِ راحت وسکون مقاماتِ عزّت و کرامت میں پہنچ گئے۔ (مکاشفۃ القلوب) اللہ تعالیٰ مجھے اور سب پڑھنے والوں کو سچّی توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

اے کریمے کہ اَز خزانۂ غیب　　گبرو ترسا وظیفہ خود داری
دوستاں را کُجا کُنی محروم　　تُو کہ دُشمناں نظر داری

# دعا بحضور ربِّ کائنات

یا رَبّ خلاف اَمرِ تُو بسیار کردہ ایم
اُمید ہست از کرمت عضو ما مضٰی

یاربّ ہم نے اکثر تیرے حکم کے خلاف ہی عمل کیا ہے لیکن محض تیرے کرم سے ہمیں کیے ہوئے گناہوں کی معافی کی اُمید ہے۔

چشمِ گنہگار بُود برخطائے خویش
مارا اَز غائیت کرمت چشمِ بر عطاء

گنہگار کی نظر تو اپنے گناہوں پر ہوتی ہے اور ہماری نگاہ تیری کمال مہربانی پر ہے یعنی ہمیں تیری کمال مہربانی پر اُمید ہے۔

یا ربّ زِ لُطفِ خویش گُناہانِ ما بپوش
روزے کہ راز ہافتد اَز پردہ برملا

یاربّ اپنی مہربانی سے اُس دِن ہمارے گناہوں پر پردہ ڈال دینا جس دن ہمارے راز کُھل کر سامنے آجائیں گے۔

ہموارہ اَز تُو لُطفِ خداوندی آمدہ اَست
وزما چنانکہ در خور ما فعلِ ناسزا

تیری طرف سے ہمیشہ خداوندی مہربانیاں ہی ظہور میں آتی ہیں اور ہم سے ہماری حیثیت کے مطابق نامناسب فعل سَرزد ہوتے ہیں۔

عدل است اگر عقوبت ما بے گناہ کُنی
لطف است اگر کشے قلم عفو برملا

اے اللہ اگر ہمیں گناہوں کے بغیر بھی سزا دے تو تیرا عدل ہے اور اگر ہمارے گناہوں کو معاف فرمادے تو تیری مہربانی ہے۔

ولہائے خستہ رازِ کرم مرہمی فرست
اے اسمِ عظمت دَر گنجینۂ شفاء

ہمارے خستہ دِلوں کے لیے مہربانی کا مرہم عنایت فرمااے وہ ذات تیرا بلندوبرتر نام شفاء کا خزانہ ہے۔

ولہائے دوستاں تُو خوں می شودِ زِ خوف
باز اَز کمال لُطفِ تُو دِل مے دہدرَجا

اے اللہ کریم تیرے دوستوں کا دِل تیرے خوف سے خوں ہو جاتا ہے۔ تیرے خوف سے لَرز رہا ہے لیکن پھر تیری بے حدوحساب مہربانی سے دل ڈھارس بندھا دیتا ہے۔

گر خلق تکیہ بر عمل خویش کردہ اَند
مارا بس است رحمت و فضل تُو مستّکا

اے اللہ اگر خلق نے اپنے عمل پر بھروسہ کیا ہے لیکن ہمارے لیے محض تیرے فضل ورحمت کا سہارا کافی ہے۔

یا رَبّ قبول کُن بہ بُزرگی و لُطفِ خویش
کا نزاکہ رَد کُنی نبود، ہیچ ملتجا

یارَبّ اپنی مہربانی اور بُزرگی کے طفیل ہماری اِلتجا قبول فرما کیونکہ جس کو تُو رد کردے اِس کے لیے کوئی جائے پناہ نہیں۔ آمین۔

حدیث شریف میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم نے حضرت ابوذر غفاریؓ کو وصیّت فرمائی کہ تمہارا اَپنے عیوب پر نظر کرنا تمہیں دوسروں کے عیوب پر نظر کرنے سے روک دے۔

ہوئی جب تلک اپنی نہ خبر
رہے دیکھتے اوروں کے عیب و ہنر
پڑی اپنے گناہوں پہ جبکہ نظر
تو نگاہ میں کوئی بُرا نہ رہا

# والدین کے چہرہ کی طرف ہر نگاہِ محبّت پر حجِ مقبول کا ثواب

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا جو شخص اپنے والدین کے چہرہ کی طرف محبّت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اُس کو ایک حجِ مقبول کا ثواب ملتا ہے۔ تو ایک اصحابیؓ نے عرض کی یار سول اللہ صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم اگر کوئی دِن میں سو بار اپنے والدین کے چہرہ کی طرف نگاہِ محبّت سے دیکھتا ہے تو پھر کیا حکم ہے۔ تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم) نے ارشاد فرمایا اُس کو سو حجِ مقبول کا ثواب ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ (تمہارے تصوّر سے) بہت بڑا ہے اور (تنگدِلی جیسے عیبوں سے) بالکل پاک ہے۔

(رواہ مسلم)

# خُدا اُن کو جگہ دے گوشۂ گلزارِ جنت میں

مجھے بُھولا سا کچھ گذرا زمانہ یاد آتا ہے
جو بَن کر رہ گیا اَب اِک فسانہ یاد آتا ہے

پلانا دودھ کی دھاریں مجھے وہ گود میں لے کر
تھپک کر اپنے سینے پر سُلانا یاد آتا ہے

مجھے وہ راحت آغوش مادرِ یاد آتی ہے
محبّت سے بھری لوری سنانا یاد آتا ہے

میرے رونے پر وہ دِلداری مچلنے پر وہ دِلجوئی
بڑی خندہ جبیں سے ناز اُٹھانا یاد آتا ہے

کِھلانا پیار سے کپڑوں کا پہنانا محبّت سے
مجھے رہ رہ کر یا رَبّ وہ زمانہ یاد آتا ہے

خدا اُن کو جگہ دے گوشۂ گلزارِ جنّت میں
مجھے اِن کی محبّت کا زمانہ یاد آتا ہے

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰی رُوْحِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ فِی الْاَرْوَاحِ وَصَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی قَلْبِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ فِی الْقُلُوْبِ وَصَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی جَسَدِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَجْسَادِ وَصَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی قَبْرِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ فِی الْقُبُوْرِ۔

## مستقل پتہ مؤلف گلستانِ فضل

پتہ پیاریا میرا یاد رکھیّاں
ضلع و تحصیل راولپنڈی تھانہ روات بیلی
ڈاکخانہ کلیام اعوان میرا
وِچّ کلیام سیداں دے گُذر دی اِے رات بیلی
قُطب طرف گِراں تُوں گھر میرا
قوم قریش ہاشمی اِے ذات بیلی
جس بھائی نُوں عابد فقیر دی لوڑ ہووے
ایتھے آ لینی اِے ملاقات بیلی

## موجودہ پتّہ

***Abid Hussain Hashmi***
C/o Moseley Auto Parts Ltd.
364 Moseley Road, B12 9AT
Birmingham. U.K.
Email: qaziabid@outlook.com

# تبصرہ کتاب گلستانِ فضل

(پہلا ایڈیشن)

پہلے ایڈیشن میں کچھ غلطیاں اور کچھ کمی بھی رہ گئی تھی لیکن اِس کے باوجود وہ کتاب عوام الناس میں بہت مقبول ہوئی۔ بس یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور صاحبِ کتاب ولی اللہ کی نظر عنایت ہی ہے۔ چنانچہ جون ۱۹۹۵ء کو جب میں نے کتاب گلستانِ فضل کی اشاعت کرائی تو ایک صاحب حضرت سیّد عبد اللطیف المعروف بَری امام سرکار رحمۃ اللہ علیہ کے مزار سے کتاب خرید کر لے گئے۔ جن کا اسم گرامی شاہین نُوری ایم۔اے۔ اسلامیات اور فنِ تالیف کے ماہر ہیں۔ اُنہوں نے اپنے ماہانہ رسالہ جو شیخوپورہ سے شائع ہوتا ہے اُس میں اس کتاب پر تبصرہ کیا اور پھر ایک رسالہ پوسٹ کیا جس کا مضمون نظر قارئین کرتا ہوں۔ (مؤلف)

نام کتاب: .......................گلستانِ فضل

نام مؤلف: .......................عابد حسین ہاشمی

صفحات: .........................۱۴۱

غیر مجلّد: ........................قیمت درج نہ ہے

ٹائیٹل: ...........................ہمہ رنگا

کتابت: ..........................عنایت اللہ ریٹائرڈ روزنامہ جنگ راولپنڈی

ناشر: ............................الحاج نذیر احمد ہجویری کارپوریشن، بلیو ایریا، اسلام آباد۔

تاریخ اشاعت: ..................جون ۱۹۹۵ء

ماشاء اللہ کتاب جاذبِ نظر ہے۔ کتاب اہلِ دِل و اہل حق کی نظر کی زینت بنتے ہی واضح کرتی ہے کہ اس میں کسی مردِ حق کے حالات وواقعات سموئے ہوئے ہیں۔ کتاب کے ٹائٹل پر اُس مردِ کامل کے مزار پُر انوار کا فوٹو جس طرح سجایا گیا ہے وہ مؤلف کی ادبِ لطیف سے لگاؤ کا مظہر ہے۔ اس کتاب میں حضرت سلطان العارفین شیخ فضل الدین کلیامی کے حالات وواقعات کو نہایت حسین انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں حق شناسوں کے لیے راہبری ہے اور حق شناسی سے ناآشنا لوگوں کے لیے نشانِ منزل۔ مؤلف محترم نے جس جانفشانی سے مضمون کتاب کو جمع کیا ہے وہ قابلِ قدر ہے۔ کتاب مضمون اور حالات وواقعات کی نسبت سے نہایت اہم ہے کہ ان حالات وواقعات گومگو کی کیفیت سے دوچار راہِ سلوک کے مسافروں کو اِن دشوار گذار راہوں سے گذر کر منزل تک پہنچنا آسان ہو جاتا ہے۔ کتاب میں مزار تک پہنچنے کے لیے قاری کو صحیح نشاندہی نہیں ہے۔ مؤلف سے گذارش ہے کہ راولپنڈی، لاہور، پشاور کی طرف سے آنے والوں کے لیے اگر نشاندہی کی جاتی تو اچھا تھا۔ کتاب کی پروف ریڈنگ پوری توجہ سے نہیں کی گئی۔ املاء کی کافی غلطیاں ہیں۔ اُمید ہے کہ دوسری اشاعت میں اس کا ازالہ کیا جائے گا۔ آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤلف کے علم و عمل میں برکت عطا فرمائے۔ آمین۔

**تبصرہ: شاہین نُوری ایم۔اے اسلامیات۔ شیخوپورہ**